

مفتی سید امجد علی شاہ مورانی رحمۃ اللہ علیہ
 کے قدر انگیز خطبات کا مجموعہ

خطباتِ علی میاں

جلد ہفتم
 رقم پچاس، احسانِ خیر و مہربانی

تقریباً ۱۰۰
 مولوی محمد مصطفیٰ حسین نیپولی
 جامعہ اسلامیہ، لاہور، پاکستان

دارالاشاعت
 لاہور، پاکستان

فہرست عنوانات

ختم نبوت (۱)

۱۹

۱۹

دین کی تکمیل اور امت کی نیابت، نبیاء

محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ اور ان کے بعد

۲۰

امت کے منقطع ہو جانے کا اعلان

۲۳

دوسفیات بودائی نبی اور آخری رسول ہی کے ہو سکتے ہیں

محمد رسول ﷺ اللہ کی میرت و حیات قیامت تک کے انسانوں کیلئے

۲۵

قابل تہید شہوت و اسوہ اور اس کے لئے نئی انتظامات

۲۸

محمد ﷺ سے امت کا مضبوط دینی رشتہ

۲۹

بعثت محمدی کے وہ خصائص جو نبوت کے مقدمات نہیں

تمام اقوام و اہم کے لئے رسالت محمدی کی عمومیت

۳۱

بورصہ از تبدیلی سے بے نیازی

۳۷

مزیشتہ آسمانی صحیفے اور قرآن مجید تاریخ کی میزان میں

۴۶

کسی نئے نبی کی آمد سے متعلق قرآن خاموش ہے

۴۷

ختم نبوت کے بارے میں صریح کتب اور متواتر احادیث

صحابہ کرام اور ملت اسلامیہ کا محمد ﷺ کے بعد ختم نبوت پر

۴۹

اجماع اور دعویٰ نبوت سے ان کی نفرت

۵۱

ختم نبوت (۲)

۵۱

ختم نبوت اند نیت کے لئے عزت و رحمت ہے

اگلے مذاہب میں مدعیان نبوت کی کثرت عقیدہ کی سلاستی

۵۳

اور دین کی وحدت کے لئے خطر و شدید

صفحہ	عنوان
۵۹	شتم نبوت دین کامل کا لازمی نتیجہ ہے
۵۹	دین اسلام کی زندگی و تازگی اور اس کی مردم خیزی کی صلاحیت
۶۲	تاریخ اسلام میں اسلام و تجدید کی تحریکوں کا تسلسل اور اس کا راز احساس ذمہ داری اور باطل کا مقابلہ کرنے کے عزم و قوت پر
۶۳	عقیدہ و بقائے نبوت کا اثر "شتم نبوت" ملت اسلامیہ کے لئے اللہ کی رحمت
۶۳	اور احسان و عنایت ہے
۶۵	شتم نبوت فکری انار سے نجات
۶۵	عقیدہ شتم نبوت کا تمدن پر احسان
۶۶	یہ میان نبوت کا فتنہ عظیم
۶۶	دنیا میں مکالمات و مناظرات الہی اور رویت باری کا فتنہ
۶۸	اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں اجتماعی الہام اور جماعتی ہدایت
۷۱	مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اندازی
۷۲	اسلام کے بدترین دشمن
۷۵	امت کی بقا اور عقیدہ شتم نبوت
۸۷	امت محمدیہ کی بقا شتم نبوت پر ہے
۹۱	شتم نبوت انعام خداوندی اور امت اسلامیہ کا امتیاز ہے
۹۱	شتم نبوت انعام خداوندی اور امت اسلامیہ کا امتیاز ہے
۹۳	چنی و کشمار سے حفاظت:
۹۳	شتم نبوت کا زندگی اور تمدن پر احسان:
۹۴	حقانیت کی جسارت اور جدت:

صفحہ	عنوان
۹۵	اسلام کی بقا اور تسلسل کے لئے فیہی انتظامات:
۹۶	ادیان سابقہ میں دعویہ اران نبوت کی کثرت:
۱۰۱	”قادیانیت“ کا وجود اور اس کا اصل محرک، دسر پرست
۱۰۷	وفات:
۱۰۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت ایک نئے دور کا آغاز تھی جس نے خفتہ ایران کو بیدار کر دیا
۱۱۵	نبوت، انسانیت کو اس کی ضرورت اور تمدن پر اس کا احسان
۱۱۵	مقام کی موزونیت:
۱۱۶	جامعہ کی پہلی ذمہ داری:
۱۱۷	زمانہ کو اس موضوع کی ضرورت:
۱۱۸	نبوت اور انبیاء قرآن کی روشنی میں:
۱۱۸	شوق انگیز اور محبوب موضوع:
۱۲۰	پرگزیدہ مخلوق اور انسانیت کے کامل نمونے:
۱۲۲	قدرتی سوال:
۱۲۵	کوہ صفا پر:
۱۲۶	نبوت کی حکیمانہ تشکیل:
۱۲۹	ہدایت کا واحد ذریعہ:
۱۳۳	فلسفہ یونان کی ناکامی کا راز:
۱۳۵	عہد اسلامی کے فلسفہ کی لغزش:
۱۳۶	انبیاء کے گرام کا امتیاز:
۱۳۶	انبیاء کی تعلیمات سے بے نیازی کا انجام:

صفحہ	عنوان
۱۳۷	انبیاء کے علم اور دوسرے علوم اور صنعتوں کا تعلق
۱۳۷	رسول کی بعثت کے بعد انکار کی تنبیہ فرمیں
۱۳۷	اسلامی ممالک کے لئے خطرہ عظیم
۱۳۷	علماء و محققین اور انبیاء کرام کا قرآنیک تمثیل میں
۱۳۷	مثالی شہر میں انبیاء کا خاص فریضہ
۱۳۳	مقدس ترین فریضہ
۱۳۳	انسانیت کی خیر و برکت اور تمدن کے ارتقاء کا بنیادی سبب
۱۳۷	انبیائے کرام کی امتیازی خصوصیات، مزاج و مشہاج
۱۳۷	مقام نبوت کو سمجھنے پر خود ساختہ اصطلاحات کا فہم
۱۳۹	قرآن کے مخلصانہ و مبشر طابع کی ضرورت
۱۳۹	انبیاء اور دوسرے ہمسائوں کا بنیادی فرق
۱۵۳	انبیاء کی دعوت میں حکمت و تیسیر
۱۵۶	دعوت انبیاء کا سب سے اہم، کن
۱۶۱	ازل سے تا امروز
۱۶۳	قرآنی اصطلاحات صحابہ کی نظر میں
۱۶۳	دینی دعوت و تحریک کا بنیادی رکن کیا ہونا چاہئے
۱۶۳	نویسندگان و عیون اور انشائیہ و ازوس
۱۶۸	دعوت انبیاء میں عقیدہ آخرت کا اہتمام
۱۷۰	نصیحت اور موعظت کا اصل محرک
۱۷۱	عقیدہ آخرت کا اثر انبیاء کے متبعین پر
۱۷۲	احمال کی غایت آخرت میں مزایا
۱۷۳	انبیاء و مران کی متبعین کی سیرتوں میں آخرت کا مقام

صفحہ	عنوان
۱۷۵	نبوی اور اسلامی رجحانوں کا فرق
۱۷۹	ایمان بالغیب کا مثالب
۱۷۹	ایمان بالغیب اور ایمان بظاہر
۱۸۳	تکلفات سے پرہیز اور فطرت سیر پر اعتماد
۱۸۹	حج صحابہؓ کے جیسے اور کرنے کے کام
۲۰۳	نسل نو کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے!
۲۰۳	تسلل ایمان کا نون قدرت ہے۔
۲۰۳	ایمانی تسلسل کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا
۲۰۵	ایمانی تسلسل کی خاطر یعقوبؑ کی فکر
۲۰۹	نئی نسل کے ایمان و عقیدے کی فکر کیجئے
۲۱۲	اس فکر کو عام کیجئے
۲۱۳	دین و ایمان کو بچانے کے لئے جان تک قربان کر دی جائے
۲۱۵	معاشرہ کی تعمیر کے عناصر
۲۲۵	عید رمضان کا انعام اور ثمرہ ہے
۲۲۵	بیسے عید کہتے ہیں
۲۲۶	عید نورمضان المبارک کا صلہ ہے
۲۲۷	عید مختلف ادوار سے مندرجہ
۲۳۸	زندگی تبدیلیوں کا نام ہے
۲۳۹	باقی! اور سرکش نہیں بلکہ گنہگار اور قصور وار
۲۳۹	کریم کا احسان

صفحہ	عنوان
۲۲۳	دو روزے
۲۲۳	روزہ معمولی نعت نہیں
۲۲۴	اسلام خرد ایک روزہ ہے
۲۲۷	یہ دنیا تارِ مچک نہیں
۲۲۹	اپنی زندگی پر شریعت نافذ کیجئے
۲۳۳	معاشرہ پر روزہ کے اثرات
۲۳۳	روزہ کی خصوصیات اور اس کے فضائل و احکام
۲۳۴	رمضان کو روزہ کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا؟
۲۳۵	عبادات کا عالمی موسم اور اعمالِ صالحہ کا جشن عام
۲۳۶	عالمی فضا اور سائنسی پر اس کے اثرات
۲۳۶	فضائل اور اس کی قوت و تاثیر
۲۳۸	روزہ کی مدوح اور حقیقت کی حفاظت
۲۳۸	اور ایجابیت و سلویت کا استخراج
۲۵۳	پوری زندگی عبادت ہے
۲۵۳	عبادت کا مفہوم
۲۵۷	رمضان المبارک کا مبارک تہذیب
۲۵۸	رمضان المبارک کا تقاضا
۲۶۳	دینی سرحدوں کی حفاظت
۲۶۹	ان باتوں کا خیال رکھیں تو پوری زندگی عبادت میں ڈھل جائے گی
۲۷۵	مسلمانوں پر ایک نظر قلب پر تین اثر

صفحہ	عنوان
۲۷۵	مست:
۲۷۶	حیرت:
۲۷۸	حسرت:
۲۸۱	عبرت:
۲۸۳	علم اسلام سے اور جہالت جاہلیت سے جڑی ہے
۲۸۹	اللہ اکبر
۲۸۹	تکبیر اور اس کے آفاق:
۲۹۰	اس شہادت کی اہمیت اور تاریخ میں اس کے کارنامے:
۲۹۳	قصہ دو باغ والے کا
۳۰۱	زندگی کے کرشمے
۳۰۱	حیات طیبہ کیا ہے؟
۳۰۱	زندگی کی بے ثباتی!
۳۰۲	عمر اور عقل کا فرق:
۳۰۲	دل کو بلا دینے والا اعلان:
۳۰۳	ماں کیا ہے اور کیا ہو گئی:
۳۰۳	ماں اور بیوی کا فرق:
۳۰۴	مال ایک عذاب:
۳۰۴	فیض بدیل بیوی:
۳۰۵	قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ
۳۱۱	علم حدیث ایک بیش بہا خزانہ

صفحہ	موضوع
۳۳۳	اجرتی کتاب
۳۳۴	ایک سبق
۳۳۵	زمرہ کا صحیح مصنف
۳۳۶	۱۔ تفسیر ساری وصال - اذکار فی حق مہر فیوم
۳۳۷	۲۔ آئی نمایں خصوصیات
۳۳۸	مختصر - نوا
۳۳۹	۳۔ اوصاف - یا پانے اور فریادیں تھیں یا جاب
۳۴۰	۴۔ آئی بے افسوس اور افسوس کی بات
۳۴۱	۵۔ رمضان المبارک مومن صادق کی حیات نو
۳۴۲	۶۔ انسان کا وہ بدل نہیں
۳۴۳	۷۔ رمضان کی فضیلت و عظمت
۳۴۴	۸۔ روحانی
۳۴۵	۹۔ پچھلے اور اب کی دنیا
۳۴۶	۱۰۔ دیرانے انعام
۳۴۷	۱۱۔ دیرانے و محبت
۳۴۸	۱۲۔ دیرانے و کفار و کفر
۳۴۹	۱۳۔ رحمت پروردگار
۳۵۰	۱۴۔ رحمت کا سحر
۳۵۱	۱۵۔ رحمت و طاعت کا معیار
۳۵۲	۱۶۔ حقوق و عبادت
۳۵۳	۱۷۔ رحمت و عبادت کا معیار

صفحہ	عنوان
۳۸۱	اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے
۳۸۷	افغانی قوم کے انقلاب اور ازمین کی قوت کا سرچشمہ
۳۹۷	قوموں کی زندگی شخصیت اور پیغام کی رہینِ منت ہے

انتساب

میں اپنی اس کاوش کا انتساب اپنے والدین دامت برکاتہما کی
جانب کرتا ہوں۔ یقیناً یہ میرے لئے انتہائی سعادت مندی
کا باعث ہے۔

مئی ۱۱! والدین کا وجود باسعد و ہر اولاد کی ہر خوشی منجانب سے
منصوب ہے!

محمد رمضان نیپالی

دردیول

مفسر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی قدس سرہ کو ہم سے جدا ہونے آج
 تھیں۔ مگر سال بھر عرصہ گزر گیا، اور فضائل المبارک کی ایک سو بیس تاریخ ہمیں حضرت کی رحلت
 کی یاد دلاتی ہے، اور حزنِ نموداتی ہے۔ آج آپ اس دنیا فانی میں نہیں ہیں لیکن آپ کے مہی
 نقوش (شعباتِ ملی میان) کی ترتیب، ہاشمت کے موقع پر آپ کی یاد اور آپ کے
 فقیہ المثال کا رہنا سے غمگین دل کو یاد آ رہے ہیں اور آپ کے چلے جانے کے بعد پیدا ہونے
 والا خلا، آنکھوں کے ساتھ ساتھ دلوں کو بھی رہا رہا ہے۔

انسان ان کی تعلیمات اور افکار زندگی میں جن میں ملت اسلامیہ کیلئے زندگی کا پیغام ہے خصوصاً حضرت قدس سرہ کی تقاریر ان کے خطبات و بیانات کو چھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا حضرت رحمہ اللہ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہمیں کامیاب زندگی کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں ان اور شواہد و خطبات کی بدولت دل و سہارا اور پرہیزگار کیا جاسکتا ہے۔ خطبات علی میمنہ کی یہ جلد جو کہ علم و دانش کے موضوعات پر مشتمل تھیں جس میں ان تقاریر و خطبات کو جمع کیا گیا تھا جو عصری درکاروں اور زندگی باہیات میں کئے گئے تھے اب آپ کی خدمت میں جلد ششم پیش کی جا رہی ہے اس جلد میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے ان خطبات و تقاریر کو جمع کیا گیا ہے جو تہذیب و ملت اسلامیہ کے تعلق سے تھیں۔

آپ کی اپنی ولی نعمت کا اناں و سلف ہندوستان اور برصغیر تک ہی محدود تھا بلکہ
پچھلے عہد کے علم تک پہنچا ہوا تھا۔ شرق سے عرب تک، ہندو پاک، ترکی، ایران، مصر اور عراق
تک پھلتا۔ عرب و امریکہ میں مسیحی مسلمانوں کی سہ ماہی یا اس تک حضرت سرور اللہ کے فکر و عمل کے
دور سے مشا تھیں۔ آپ کی قدامت علی اور جید مصلحتی مہم کو ان رجحانات و بین الاقوامیت و سلام اور
پیغامِ مسرت تھا۔ آپ کے نگاروں ائمہ نے ان اور جو تہذیب و ملت آج کے اس سے اعزاز و جوتا ہے
کہ آپ سے اپنی ولی نعمت سے لے کر اپنا جہاد و حق و باحق اور جو حضرت اختیار کیا تھا اس
میں ان طبعی کے لئے ان کے مقررہ حیثیت کے لحاظ سے جو اصول و گام بہ مناسب ہوتا اس کے

مظاہرین بہت فرماتے، کیونکہ دین کی دعوت تو عظیم ترین دعوت ہے جو کہ فطرت و موعظت کی طائیف سے وہ بزرگ زمانہ میں مخاطب کے فائدہ سے بدلتی رہتی ہے، جو طلب کے ہم و ہمراہ غافل رہتے ہوئے ایسی بات کرنا انہوں کی فتنوں میں اتر جائے، جس سے اس کا دل و دماغ روشن ہو جائے، جو تکف و فطری اور پست فکر و خیال کے احاطہ سے سامع کو نکال دے اور سامع کو عظیم جدوں کی نئی مودوں کا تیس بخشنے والی دلوں کو مجید و فائدہ پہنچانے والی کو پھیلے ہوئے بلکے سے بھی آگے فطری جرأت و ستقامت و ایمان و یقین سے بہرہ ور و اعتمادی اور نئی فتنہ سے سامع کے جو دہیہ سے بھیر کے کر دے اور زہر استوائی، پائیز صاوا سے اعتدال و توازن پر قبضہ رکھ کر جو پورا انداز میں رہنمائی کرے۔

جی ہاں! یہ تمام خصوصیات حضرت امام علیؑ میں ملتی ہیں جو کہ ہماری قوم و مروجہ ہیں، لیکن جب چاہے ان کی تلقین صد آج بھی فضا میں گونجتی رہی ہے۔
 چہرہ ایک خطبات میں: "یاں کی جلدہ تقسم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کی برکت سے حضرت کے پیغمبر کو مسلم است کے دل میں اترے اور جہنم دعوت، جہنم بھل اور جہنم مسلسل پر نہیں کھڑا کر دے۔"

ان دسی لسمیع لدعاء

راقمہ جز نمرد رمضان یاں نیویں

ختم نبوت (۱)

الحمد لله نعمته ويستغفره ويعوذ بالله من ضرور انفسنا
ومن سيئات اعمالنا من يهد الله فلا مضى له ومن يضلله فلا هادي له
رشدہ بن لا الہ الا اللہ وشہد ان محمد عبیدہ ورسولہ الہی ارسلہ
اللہ تعالیٰ مالحق بشیرا وندبر وناصح الی اللہ باذنہ وسمراجامیر:

حضرت اب جب کہ توفیق الہی سے منصب رسالت و نبوت عظیم پر فائز ہوئے، اس کے عالم مرتبہ
عالمیں اور ان کے خاتمہ کھنکھاتے ہوئے تھے۔ انسانی نبوت و رسالت کے ہم پیلوئیں اور گشتوں پر قرآن
عظیم کی رہبری و رہنمائی و رہنمائی کی روشنی میں اپنے معروضات اور فروع و مضامین کا
خلاصہ اور نتیجہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی۔ ان کی رہبری اور منہج معلوم ہوتا ہے کہ ختم
نبوت اور خاتم النبیین ہونے کے مسئلہ پر قرآن مجید کی رہبری و رہنمائی میں اور سیرت
و حدیث و تاریخ اریان و اصل اہل بیت کے نظریات و طے و اور فروع و مضامین کے پرمکھی اصولوں
اور طویل و کثیف روایتوں میں گفتگو کی جائے کہ یہی ہماری اس علمی و فکری سفر کی منزل اور
ہمارے اس علمی و فکری سفر کی غرض و مقصد ہے۔ انسانی اور ان کے فضیلت کا "مستند و مستند" ہے چنانچہ
اس زمانے میں کچھ علماء و دانش لوگوں اور فروع و مضامین کے لوگوں نے اس واضح اور متفق علیہ عقیدہ کو
غیر اذکار کرنے اور اس کو ایک ستارہ قدیمہ کی شکل دینے کی کوشش کی ہے، اس لئے
کچھ خطبات کے مقابلے میں اس مسئلہ پر ہم کو قہرے تقاضا اور نیک و نیک کی ضرورت
پیش آئی تھی اور شاید اس کو دھوئیں اور محسوس میں تقسیم کرنا پڑے۔

دین کی تکمیل اور امت کی نیابت انبیاء

خدا کے علم و کلمہ کا ارادہ قاطع و عیب دارین۔ ہم کو نقطہ نظر پر پہنچانے اور اس کو ہر دور و

دیار کے قاضیوں کو پھر ان کے قاتل بنانے میں پورا ہو کر رہا محمد مجتبیٰ نے خدا کا پیغام اور دین کی امانت کو بندوں تک پہنچانے اور اللہ کے راہ میں جہاد کا پورا حق ادا کیا اور ایک ایسی امت تیار کر دی جس نے نبوت کا منصب پائے بغیر کافریت کی ذرہ دریاں تھکان میں ابرار و عورت اسلام کو لے کر گھر سے ہوئے۔ دین کی توفیق و توفیق سے پہنچنے، دنیا کی نیچے خوانی اور ہر زمانے میں اور ہر مقام پر ان نبوت کا اتنا سب سے پہلا مودہ متعین کر دیا گیا۔

كتبتم حیرامۃ اخر حجت للناس فانسروا بالمعروف ونهون عن المنکر

و تومرون بالآء

تم مجتہدین امت ہو جو انسانوں کے لئے سائے الٰہی کی جہتم نخلی کا علم دیتے ہو اور بروائی سے دوکتے اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

خدا کی علم الٰہی میں یہ پہلے سے مقدر تھا کہ دنیا میں چھ بیرونی کے جائزین و عہدایت نے روشن میں اور حیات و استقامت نے دو غار پر اور میں ہو جو اسی کے جوہر دین کو ہر زمانے میں بخور و زوئی کر کے دین کی توفیق و توفیق سے پہنچنے، دنیا کی نیچے خوانی اور ہر زمانے میں اور ہر مقام پر ان نبوت کا اتنا سب سے پہلا مودہ متعین کر دیا گیا۔

لا ازال ظالمۃ امتی ظاہرین عسی الحق لا یتبرہم من عندہم حتی یاتنی

اندر اذ وہ کذلک

یہ نبی امت میں سے نہیں تھا مگر ہر حق پر قوم اور عالمی رہنے والی اور ان کے ساتھ نہایت دین کا پہلو ہوتا تھا کہ ان کا یہاں نہ تھا کہ اللہ کا قرآن فی حدیث قیامت آج سے ہی اور وہاں حال میں ہوں گے۔

محمد مجتبیٰ پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ اور ان کے بعد

ان کے منقطع ہو جانے کا اعلان

دین عالم و نگہین و تہذیب میں یہ طے ہو گیا تھا اس کا اعلان کر دیا گیا کہ انسانوں کو ان عقائد و شریعت کی تعلیم (جس پر ان کی دینی و دنیاوی فلاح اور اخروی نجات کا دار ہے) اب وہی مانتا ہے نہ یہی دوسری نئے کی کے واسطے جس کو جانے کی اور ہر جہت اور عزول و کی کا آخری سلسلہ محمد

و ذکر اللہ کثیرا

قرآن مجید خدا ہی پر ہی (الہی) پہنچتا ہے (یعنی اس شخص کو جس نے اسے اس سے اور
دوسرے سے (کے آئے) کی امید، اور وہ خدا کا ارشاد ہے کہ تبارک۔

فمن ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واسمہ
مغفور وحسبہ

(اے جنتی جو تم سے) ہم ہی (قرآن مجید) کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا
تمہیں دوست رکھے گا اور تبارک۔ ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں جان قربان کر دیتے ہیں وہ میری ہیں

ما یبقا البقی انما وصلنا کما نصلہا وغیرہ وغیرہ اور دعا ہی اللہ ہلاک
وسر احمدا

اے مقررین! ہم نے تم کو ہادی دینے والا اور تم کو تم ہی بنائے۔ ہاں اور اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ
نے اور خدا کی طرف جانے والا اور چلنے والا ہے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ خدا نے عام امت کو اپنی ذات تعالیٰ علیہ السلام سے فخر دیا اور
لیڈ "ایس" کی یا شیخ "نیک" کو جو کسی ایسے یا شاہ کی مدد کو صرف میں عمرہ ازیں ہر شخص
اور ان کے ہم نہیں اس کی سہولت دینی دینی اور اس کو خدا کا اقبال و ہر حال ہے، اس کی پابندی
وہ صرف حسب ترقی و ترقی ہے والا اپنی طرف ان کی قوموں اور مشوروں کی جو ان کے ہمارے ہی ہے
رہتے اور خوب ہے قول کر لونی بات کہتے ہیں یہ طاعت، انما اطمینان میں نہیں کہ وہ کسی ایسے پیغمبر
ہو کہ یہ سب کچھ یاد دینے میں قصہ و بغاوت کے جوہر دیا نہیں اس نے متعلق کسی قریب
نے معلوم ہو گیا تو کہ اس کی ذمہ داری تھیں اور اس کی بہرہ مند و نہ ہے اور اس کی ہر روزی ہمارے
ہاں انہوں نے یہت بندہ بھی ہے جس کا ہے اس نے متعلق بعد میں کہن پڑتا ہے۔

خوش از خید و الے بہت مستقبل ہو

ان نے بعد رسول اللہ ﷺ کا ۸۱ دن لڑیں دلیا میں رہے اور اکابر صحابہ جو اس دین کے سردار کو
 سے پہلے پہنچ گئے اور مقاصد شریعت کے جاننے والی اور مشہور سادات آپ ﷺ سے
 نے زیادہ قریب اور سہ سے زیادہ محبت کرنے والے اور آپ کی زندگی کی آرزو مند تھے
 وہ ان کے سرخیل حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے وہ اس آیت سے آحضرت
 وقت مفارقت کے قریب اور نفس امارتی سے ملنے کا وقت آ جانے کو بھانپ گئے تھے اس لئے
 آپ اللہ کا یہ کام چاہتے تھے کہ میں اپنے تکمیل و تکمیل میں تھا اور اللہ کی نعمت اس کے بندوں پر تمام
 ہو چکی تھی چنانچہ ان میں سے بعض حضرات رونے لگے اور بعض لوگوں نے قیامت کی اس گھڑی
 سے قریب آ جانے کی خبر دی اور بعض ذکی و فہیم علماء یہود نے (جن کی تاریخ و مذہب پر نظر تھی)
 یہ نہا کہ یہ آیت ایک ممتاز و ممتاز ہے جس سے مسلمان سرگراں گئے تھے ہیں اور اس کے ساتھ
 فی ان سے اپنے وہ فخر ہے جس میں کوئی دوسرا دین شریک نہیں اور انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا
 کہ ان میں یہ آیت آئی ہے اسے یاد رکھو ان علماء چاہنے والے لوگوں میں بھی
 اس فائنل مناجات اور مسلمانوں کی اس دن پر مسرت و شکر کا اظہار کرتے ہیں۔

خود رسول اللہ ﷺ نے بھی بہت پر یہ آیت اتری تھی یہی سمجھا چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کے
 خطبہ میں (تتألف از کھ انسان کا ان لگائے میں رہے اور یہ ذکر ہے حقے ان فرمایا۔

ایہ الناس ! انہ لا ینسی بعدی ، و لا امۃ بعدکم الا فاعبدوا و احکم ، و صلوا
 اخصسکم و صوموا اشہرکم ، وادوا زکوۃ اموالکم طیبۃ و ہا انفسکم ،
 و اطہروا و لا فاعمرکم ثم دخلوا جنة ربکم .

اے لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث: نہ نے والا ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت آئے
 واپس ہے۔ خوب میں لو کے اپنے رب کی عبادت کرنا پانچوں نمازیں پڑھنا ایک ماہ کے
 روزے رکھنا اور خوشی سے اپنے مال کی زکوۃ دینا اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرنا ایسا
 کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

اسی طرح قرآن نے اس کی صراحت ساری کہ اس دین کے بقائے دوام و تلبیہ و اقتدار اور
 شہرت و مقبولیت طے کر دی گئی ہے۔ دو عزت و حرمت کی بلند ترین چوٹی پر پہنچ کر اور اس کا کلہ
 بلند ہو کر رہے گا۔ اس کی روشنی ضرور پھیلے گی اور اس کی صداقت پھر عالم آشکار ہو کر رہے گی۔

ارشاد ہوا۔

هو الهدى ارسل رسولہ بالهدى وھو الحق لیطہرہ علی النبی کلہ
و کلہ باھد شہیداً

وہی تو ہے جس نے محمدؐ کو ہدایت کی کتاب اور اس حق کے لئے ہر جگہ سے ہدایت
دینے پر غائب کر کے اور حق کا نام نہ لے کر اسے ماری۔

هو الهدى ارسل رسولہ بالهدى وھو الحق لیطہرہ علی النبی کلہ ولو
کرہ المستر کون

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور اس حق کے لئے ہر جگہ سے ہدایت
کے لئے تمام یوں پر غائب کر کے اور چھپا کر رکھا۔

بریدوں لیطفون اور اللہ نہ فرماھم واللہ عنہم مورد ولو کرہ الخفون

یہ چاہتے ہیں کہ خدا (نے چاہے) ان کی روشنی دے (چھپا کر رکھا۔ یہ بالانہد
یعنی چھپا کر رکھا۔ یہ خدا کا فرمان ہے کہ ان کی روشنی نہ دے۔

یہ سب گناہیں اور شہادتیں خبریں اور اعلان اس کی خبر دے رہے ہیں لی یہ اس خدا کا
آخری دین اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کے انسانوں کی ایک ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر
میں اپنے ارادہ پر قائم رہے گا خدا کو اسے پتہ نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور مخالف
اس سے سب کچھ ہے۔ جس دین کے یہ دشمن ہو اور جس نے اسے شش ماہی بنی خبریں اور
شیخ اس کتاب میں آئے ہوں جس میں ہیں سے بعض کی شخصیات ہیں جو عقل سلیموں کے یہ
ماتے پر بھی تیار نہیں ہو سکتے کہ وہ کسی شخص پر ایمان لے کر لے کر یا کسی کے نبی اور رسول کی اور
کوئی احتیاج نہیں آئے۔

تمہارا تو امام و امام کے لئے رسالت محمدؐ کی عمومی

اور اصلاح و تہذیب سے بے نیازی

اسام سے پیچھے نہ رہا۔ اور قہر و شہادتیں ان کی جماعت کے ساتھ مخصوص ہوتی تھیں۔
اسی مقام اور خدمت سے انھیں ہوتی تھیں۔ یہ وہی مذہب کی دعوت تھی زمانے میں بھی
تمام لوگوں کے لئے تھی اور یہ وہی زمانے کی کتابوں میں بھی تھی۔ کیا کہ وہ اپنے پیغمبرؐ کو دیا

اصل بائیں ہاتھ نہیں رہتے تھے تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا۔

”تو میں نے دینی کے رشتوں کو الگ کر لیا ہے“

ان کی رعایت انگیز مائتدین نے ملحق اور انہیں کی آہستہ آہستہ سبقت دے کر انہوں نے بائیں ہاتھ پر بار و حوا پر نہ کوئی چیز تھامی تھی۔

”یہ تو مومن کی طرف سے نہ ہے اور ساریوں کے کسی شیعہ میں داخل نہ ہونا ایک سرائیل کے خیر ان کی کھوئی ہوئی سمجھاؤں۔“ کے پاس بانا۔

دوسرے مشرقی اور ایشیائی مذہب جیسے ہندو مت وغیرہ کا معاملہ اور بھی حیرت انگیز ہے انہیں نے یہاں شیعہ آریوں اور غیر ہندوؤں کو جس اور بائیں سمجھا جاتا ہے انہیں جانوروں کا درجہ دیا جاتا اور بھی ان کے ساتھ انہوں کا معاملہ یہ جاتا۔

اس لئے خدا کی رحمت و حکمت کا تقاضہ تھا کہ کوئی نیا نبی آئے جو نئی تعلیمات اور شریعت و قانون میں نئی اصلاحات کا حامل ہو جو بدلے ہوئے زمانے اور حالات کے تقاضوں کو پورا کر سکے اس سے ایمان سابقہ میں تو بعض پسند حق آسمان اصراء و حکام کی خاطر شریعت میں ایسا کوئی اور نہیں پیدا کر دی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ مذہب و فتنوں کا مجموعہ اور دھوکوں کی تسکین کا سامان بن گیا تھا۔ کئی مذہب و پند و نظریات اور غلطی و عبادوں اور زائدوں کی سخت گیری اور وقت پر تبدیلی کی وجہ سے مذہب ایسا ناقابل عمل ضابطہ نہ بن گیا تھا بلکہ بن کر رہ گیا تھا جس کی موجودگی میں زندگی کا جو لذتوں اور آسائشوں سے بھی متبع ہونے کا موقع باقی نہیں رہا تھا اسی بنا پر وقتاً فوقتاً اس صورت حال کی اصلاحات کیے انبیاء کو مبعوث ہو کر کیا کیا ناپید دھرت میں فرما گئے ہیں۔

و مصدقا لما بین یدی من التوراء ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم

و جنتکم بایۃ من ربکم فانظروا اللہ واطیعوا

اور مجھ سے پہلے جو کتابیں (تورہ و انجیل) تھیں اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں)

اس لئے بھی (آیا ہوں کہ) بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لئے حلال

کر دوں اور میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نجاتی لے لے کر آیا ہوں تم خدا سے ڈرو اور

میرا کہا کرو۔

قرآن نے نبوت پر یہ سبب بیان کیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس نے اپنے طریق
 انسانی پر اور مانت گئی ایک آفاقی اور وسیع پیمانہ پر راحت نے اس کے فقر سے نکل
 قوم کے گروہ سے اور ان کے ذریعہ بتائی جاتی رہی۔ یہ سبب ہے۔

فَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلٰهِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ الْأَدْبَارِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلٰهِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ الْأَدْبَارِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلٰهِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ الْأَدْبَارِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلٰهِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ الْأَدْبَارِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
 وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلٰهِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ الْأَدْبَارِ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

میں قہار اور طلبہ تہ روائی اور احسان شناسی جہاد اور دین تقویٰ میں مسابقت و مقابلہ کا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

اگر ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قوم اور قبیلے بنا کر رکھا، تو تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ سب کو جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔
اور نبی کریم ﷺ نے بھی حج مکہ کے موقع پر اعلان فرمایا۔

الناس بنوا ادم وادم خلق من تراب لا فضل لعربی علی عجمی الا بالعلمی.

سب قوم آدم کے بیٹے ہیں۔ عرب عربی سے ہے جسے عربی عربی نبوت کی پرورشیات حاصل نہیں کرتی تھیں۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی سند سے یہی روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

لو كان العلم بالشرع كماله فاس من ابناء فارس

اگر تہذیب و پرہیزگاری کے امتداد سے ایران کے لوگ کمال پائیں گے۔

دوسری طرف اس دین کے سبب و مطابق فطرت و تامل عمل ہونے کا پانچواں اعلان یہ کیا ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

خدا تمہارا حق میں آسانی چاہتا ہے نہ دشواری نہیں چاہتا۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ

اور تم پر دین (کی کسی بات) میں سختی نہیں کی۔

محکم، مستحکم اور مطمئن میں جوئے لیا نہ اور تہذیب و انہ قواعد و قوانین وضع کر لئے گئے تھے اور انتہا پسند زائدوں کا بدلہ اور محد وہ علم رکھنے والے قانون سازوں نے زندگی کا انداز وقف کر دیا تھا۔
آخری نبوت و شریعت نے ختم کر دیا اور ان قوموں کو اس مصیبت سے نجات دی قرآن مجید

میرا اس نام کی تعریف میں ہے۔

بأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويعلن بهم الطب ويحرم

عليهم الخبز يبيع عنهم مصرهم والا غلال التي كانت عليهم

وہ انہیں نیک کام کا تکرار، جتنی دیر اور برس کام سے روکتے ہیں اور ایک چڑیا کو اس

کے لئے حلان کرتے ہیں اور دیا۔ چیزوں سے ان کی بہار نکلتی ہے۔ میں ان سے

جو بھادوہر طوق جوان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھاتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس کی بھی وضاحت کر دی کہ امر بڑے بڑے قتل اور کھون مار

لوٹ بھی بشری ضروریات اور مختلف خواہش کی رعایت رکھنا چاہئے، یہی وہاں نہیں ہوتی۔

یہاں ملک اللہ کے علم و حکام کی روشنی میں رہنا ہے۔ یہاں اللہ کی بات کو ماننا ہے۔

اٰبَانُوْكُمْ وَاٰبَانُوْكُمْ لَا تَسْرُوْنَ اِيْهِمْ اَقْرَبَ لَكُمْ نَسَبًا فَرِيضَةً مِّنْ اِلٰهِ اِنَّ اِلٰهَ

كان عليا حكيما.

تمہارے معبود نہیں کہ تمہارے باپ، دادا اور بیٹاں بچوں میں سے قدم کے لحاظ سے کون

قرآن نے زیادہ قریب بنایا۔ اللہ کے مقررہ نبیوں میں کوئی خدا ورسپ نہیں ہے۔

— 125 —

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَجْمَعِينَ وَيُطَهِّرَ الْفِرْقَانِ

عَلَيْكُمْ حُكْمٌ وَإِنَّهُ بِرَيْدِ أَنْ يَرْبِطَ عَلَيْهِمْ كَيْدَ الَّذِينَ تَعْلَمُونَ الْفِتْنَةَ

ان نھیلوں میں اُعظمتا پر ہرگز ان بھنب خنکہ و حق الاسان

تجربہ

مداحیہ سخی (۱۱۱: ۱۱۲) کے لیے قبولِ حجاب پر بار بار فرمایا کہ وہ اس کی بات کو مان لیں۔

سے اٹھ پٹائے اور تم پر مہربانی کرے اور خود جانے والا (اور افسوسیت و رنج و غم کا)

اجتہاد کہتم بر مریضی و فی الجمله کتب فقهیه

میں نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا۔

رأى ما بين يدي من صغار الكرماء

تصویرهای زیر را در کتابخانه خود داشته باشید

اویان ساجد سے خلاف) ہر زمان و مکان اور ملک و اقوام کے لئے عمومی اور نوع انسانی کیلئے ہدایت کا پیغام ہوا اور سماجی نبوت و شریعت کی آمد کی ضرورت ہے جو گزشتہ مذہب اور شریعتوں کے وقتی احکام و قوانین کو منسوخ اور اس تشدد و غلو و مردم آزمائی اور فطرت پروری کے رجحان کی جھلک سے اس لئے جس نے مذہب کو ایک قصیدہ اور زندگی کو ایک عذاب بنا دیا تھا اور دنیا میں ایک سبب انہیم اور سبب العمل دین پیش کرنے جو صحیح معنی دین فطرت ہے اس لئے کہ یہ دونوں ختم و سبب سے ختم ہو گئے دین اسلام اور اس کی شریعت میں یہ وجہ ختم پائی جاتی ہیں۔

گزشتہ آسمانی صحیفے اور قرآن عظیم و تاریخ کی میزان میں

قرآن سے پہلے کے آسمانی صحیفے ہمیشہ تحریف و تبدیلی کا نشانہ اور کلف و تپائی کا توشہ مشق بنے رہے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حفظ و بنا کی کوئی ذمہ داری خود نہیں لی تھی بلکہ اسے ان کے علماء و حاملین کے سپرد کر دیا تھا اس کے علاوہ بشریت اور ان کی مخاطبیت انہوں کو ان کی تہذیب و تمدن کے عین مطابق رہنے جیسا کہ کہا گیا۔

وَاَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الدِّينِ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَدَاوُا
وَالرَّوْبَانِيُّونَ وَالْاَحْصَارُ بَعَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ وَكُنْتُمْ عَلَيْهِ
مُشْهَدًا۔

یہ شک ہم نے تو اسے نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء
ہو (خدا کے) فرمان بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشرک اور علماء بھی
نہ کہ وہ کتاب خدا کے تمہان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الہی کا
یقین رکھتے تھے)۔

اور تاریخی طور پر ثابت ہوا کہ یہ علمی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود ان استوں اور فرقوں نے
کیا ہے جن کے پاس صحیفے آئے تھے سیدہ متقی کے معنی برابر عبارت گری اور آئینہ دل کا کھلے
طور پر افشاں ہے جس میں اور خود یہودی مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف انیس تین بار ایسے
مواضع میں آئے ہیں جہاں وحی و نبوت کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف انیس تین بار ایسے
یہودیوں پر ۵۸۶ ق م میں حملہ کیا اور بیت المقدس کو آگ لگا دی جس میں حضرت سلیمان نے
توریت کو تمکین اور آں موسیٰ والی ہارون کے تبرکات محفوظ کر دیئے تھے اور یہودیوں نے

نئے یہ حقیقت سیرتِ تاریخ کی کتابیں اور شخصیتوں کے مجموعے ہیں اور انہیں اسلام! مسلمان عوام میں پھیلے ہوئے مفاد پرستوں سے پیدا نہ کریں تو انہیں زیادہ سے زیادہ بچے جیسے بہتر کتبِ حدیث کا اردو دیباچہ مل سکتا ہے جن میں صحت و تحقیق کا بلند معیار قائم نہیں رہا انہیں سب حقائق کے پیش نظر ان صحیفوں اور قرآن کا انداز ہی سرے سے نہ ہے اور ان کا اقلیت چاہتی ہے کہ وہ سوا سوا اور مقابلہ آید اور بے کی چیزوں میں نہ رہے۔

نویسندہ نے یہی مستشرق مسیوہ استیون ایچ نے ان کا خیال سنا تھا اور ان کے علمی و تاریخی مقام کی تعریف کرتے ہوئے ان کو بے لگیا ہے۔

”اللہ نے جو ایسے اہل علم و ادب کی قومیں دنیا میں بنی تھیں وہ تو انی شہدائے حق کے ضائع ہو چکے تھے اور اب ان کا کوئی نام و نشان بھی نہیں رہا تھا یہ یاد ہو کر غم و غصہ اور یہ عمر اٹھ کر وہی نہیں رہی تھی۔ یہ ساریوں نے اس کی جگہ چارے بیل غلات“ اور پھانیا جن کی صحت اور تاریخی حیثیت مشکوک ہے مگر کہ یہ یونانی زبان میں تھی جس کا مزاج حضرت عیسیٰ کی اہم ساری زبان سے یونانی محابقت نہیں رکھتا اس لئے ان یونانی انجیلوں کا اپنے اور دوسرے والے سے روٹنا اور رابطہ جوئی تو راقا اور یہاں سے قرآن سے نہیں گمراہ ہے۔

بالکل کی واپس شہادتیں جو اس کی سرسبز تاریخی تصویروں، واضح تفہیمات اور عقائد، ممالِ جہوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جیسے اس میں اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا دستِ سائب ایسا ہے جو اس نے جہاں و کمال کے کسی طرح شایاں شان نہیں اور نہ اس کی ان صفتوں سے کہ وہ جی میں جو آسمانی مذاہب میں متفق طبع ہیں اور نہ انہیں عقل سلیم تسلیم کرتی ہیں ان میں انبیاء پر ایسا اہتمام و ہزاراں ہیں جن سے جموں انسان بھی بڑی اور بہتر ہوتے ہیں ان کے حاد و بھی بہت سے اہل شواہد و روایات، تفہیم میں (جنہیں مجموعی طور پر پائس و کتاب مقدس کہا جاتا ہے) کا حقائق و اساتذہ اور چہرے کی نشان دہی کرتے ہیں۔

یہ ان صحیفوں کا حال ہے جن کو ان کے ماننے والے ہزاروں برس سے سینوں سے لٹکائے ہوئے ہیں اور دنیا کی دو مہم ترین قومیں (یہودی اور عیسائی) ان کی حلقہ جگوش اور طلبہ واریں اور اسلام اور مسلمانوں نے بھی ان کا اس حد تک تسلیم کیا ہے کہ ان دونوں کو ”مٹی کتاب“ و

[illegible][illegible][illegible][illegible]

کتاب پر اسرائیل نے یہودیہ الا یہا کہتا ہنک سی حلقہ بنی وانیہ
یہودیہ بعدی و سکون خلقتہ

نبی کریم ﷺ کے نبی ان کے حاکم بھی ہوتے تھے اور حسبِ اولیٰ نبی وفات پاتا تو ان کی جگہ معتمد انبی کے جتنے علمبردار ہوتے وہی نبی نہیں جلتے۔ یہ ہے خدایہ نبیوں کا

قال النبي ﷺ: إن مثلي أنبياء من قلبي كمثل رجل لي ثا فاحمته واحمله إلا موضع إبرة من رابطة فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون: هلا وضعت هذه الإبرة؟ فإنا الميتة وإن حيتم الحيي.

نبی پچھلے نے فرمایا کہ میری دوسری پیسے کے ذمہ دار کی مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک نامی صورت گاہ پر یا کسی اس کے ایک نوٹ کی ایک اینٹ چھوڑ دی اور وہ اسے خود چھوڑ دیتے۔ تعجب کرتے اور کہتے ہیں کہ یہاں پر یہ اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی؟ آخر جس دی اینٹ اور ساتھ انہیں دوسرے۔

ان رسول الله ﷺ قال: فصلت على الانبياء بسمت اعطيت حواميع الكلم، وبصرت بالرعب، واحلت لي الخائضه، وجعلت لي الارض مسجداً وطهوراً، وارسلت الي انخلق كافة وحتم بي النبوة.

راہوں اللہ عزوجل نے فرمایا تھیں اور انبیاء و پیغمبروں کے ذریعہ تعلیمات دی گئی ہیں مجھے باتیں ظنیہ و حدیثیہ ہیں اور اس بات سے میری مدد کی گئی ہے ہاں غنیمت میرے لئے معلوم ہے کہ وہ زمانہ میں کوئی حدیث کا دور ہو یا کفر کے زمانہ کی چیز بتایا گیا ہے میں تمام ملکوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر مسلسل انبیاء و معلمین کو دیا گیا۔

قال رسول الله ﷺ: إن الوسالة واليه فند انقطعت فلا رسول بعدى
ولا نبي

میں نے ان کے فرمایا: مائت • بیعت متفقہ: یعنی میرے بعد نہ کوئی رسول آؤگا نہ کوئی
 نبی۔

عن حبيب بن مطعم أن النبي ﷺ قال: يا محمد أنا أحمد وأن الماحي الذي يمحى الله به الكفر والباطل الذي يحشر الناس عني عيسى

و اما العاقب الذی لیس بعقدہ نبی۔

ترجمہ: جسیرین معظم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں محمد کرنے والا ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو کھوکھو کرے گا اور میں حاشر ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو میرے بعد حشر کے موقع پر اٹھائے گا اور میں عاقب (بعد والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

صحابہ کرام اور ملت اسلامیہ کا محمد ﷺ کے بعد ختم نبوت پر
اجماع اور دعویٰ نبوت سے ان کی نفرت

ان واضح اور محکم آیات اور صحیح و سراج متواتر حدیثوں کے پیش نظر صحابہ کما اس پر اجماع ہے اور ان کا اجماع قوی ترین شرعی دلائل میں سے ہے کہ نبی ﷺ کے بعد نبوت ختم ہو گئی اور اب کوئی نبی (نبوت کے کسی بھی ملبوم میں) آنے والا نہیں، صحابہ اس لفظ کے مقیوم کو سب سے بہتر طور پر سمجھتے تھے اسی لئے مسند کذاب کے خلاف قتال کرنے اور اسے کافر و مرتد و فاجر دینے پر بلا استثناء ملان کا ہر فرد متفق تھا حالانکہ مسئلہ بھی نبوت محمد کا اقرار کرتا تھا اور اذان اشہدان محمد امرہاں اللہ کہتا اور کیلو اتا تھا اسی طرح قرآن پر ایمان رکھتے ہوئی اس پر عمل کو فرض کہتا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن کی من والی تفسیر اور الہام کا دعویٰ بھی کرتا تھا اور کہتا تھا کہ نبوت محمدی میں اسے بھی شریک بنایا گیا ہے اس طرح اس ضمنی نبوت کا دروازہ کھولنے والا تھا جو شریعت محمدی کی تابع ہے اور بعد کے زمانوں کے مدعیان نبوت کو یا اسی کے متبع تھے وہ یا اسے جنگ میں مارا گیا جس میں بارہو منتخب مسلمان شہید ہوئے، جیسا کہ حضرت خالد بن ولید کے نام حضرت ابو بکر صدیق کے خط میں ذکر ہے اسی طرح امویہ خلیفہ بھی جس نے عہد نبوی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسی زمانہ میں قتل کیا گیا۔

پھر ہر عہد میں رسول اللہ ﷺ کے بعد انقطاع نبوت پر اجماع رہا اور یہ کہ مدعی نبوت دین سے خروج کرنے والا اور مسلمانوں سے الگ راستہ جاننے والا ہے یہ عقیدہ عالم اسلام میں ہر دور میں معروف و مشہور رہا اور مسلمانوں کے ان دینی عقائد کا ایک جز بن گیا جنہیں وہ دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں اور اسناد و حقیقت ہوتے آئے ہیں اور اس کے اثر سے مسلمانوں کی زیست و طبیعت و عوائے نبوت کے سننے کی بھی روادار نہ تھی اس لئے مسلمہ معاشرہ میں نبیوں کی

تعداد اہل علم و اسلامی کی وسعت دین کے قہم اور دین کے قلیل علم اور مسلمانوں کی بھاری تعداد کو دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ نہیں پھر وہ یہ بات بھی پیش نظر رکھی جائے کہ دین اسلام بہت سے دور دورہ کی سیاسی و اجتماعی اعتبار سے بڑے انتشار اور اضطراب کے گزرے ہیں، اہل علم و سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے (مسلمانوں کی ذہنی افتاد بھی گور کھینچے ہوئے) مجموعی بہت کا ایک محنت، راستہ اور پادوک اثر کھینچے والا آخر دیکھا تھا تعدادوں اس قلت پر اور بھی تعجب نہ دیتے اس نے یہ خلاف اہم سہایت کی تاریخ میں حضرت افضائی رقبہ کے محدود ہونے اور پھر وہاں مذہب کی قلیل تعداد نے یہ جو اہم دین نبوت کی بڑی تعداد نظر آتی ہے۔

پھر زمین و آسمان کے مسلمانوں میں نبوت کا دعویٰ کیا انہوں نے کوئی خاص کامیابی نہیں حاصل کیا اور نہ اپنے پیروں کی کوئی متحدہ یہ تعداد بنائے، مسلمانوں کی جہالت اور مدعیان نبوت کی چارائی اذہانت کی وجہ سے قوی اندیشہ تھا مسیح و عاریٹ میں قیامت تک پیدا ہونی والے مدعیان نبوت کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی گئی۔

یہ تعداد بھی انداز زمانہ امرت کی وسعت جہالت کی کمزرت اور مقام کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے اور یہ مسلمانوں نے ذہن میں ختم نبوت کے عقیدہ کے رائج ہونے اور ان کے روبرو پیشہ میں نمایاں ہونے کا دوران، واضح قیامت اور صریح و متواتر مشہور اور دیکھنے کا نتیجہ ہے جو ختم نبوت کا اعلان کرتی ہیں۔

ختم نبوت (۲)

ختم نبوت انسانیت کے لئے عزت و رحمت ہے

اب انسانیت بن بلوغ کو پہنچ گئی تو تکلیف اٹھی سے شکر نبوت کا اشارہ دیدیا اب انسانیت اپنے اس شک وازہ سے نکل چکی تھی اس میں وہ محدود تاریخی اہمیت کی بنیاد صدیوں سے رہ رہی تھی اب وہ علم اتم ان یا ہمیشہ تعارفِ عارفیہ و درست اور تصدیقہ کا نکات کے سرحد میں داخل ہو رہی تھی اور اس کی مسیہ پیدا ہو گئی تھی کہ وہ انفرادی تقسیم اور یہی اختلافات پر کاروبار حاصل کرنے کی قبیل اور خاندان قوم دشمن کے بدلے اب وہ کائنات وسیع انسانیت نے نکلنے پر اہمیت اور مشہور جب ہم جن کے قصوب سے آئیں ہو رہی تھی سارے قرآن و انجیل پر رہے تھے کہ اب انسانیت کی سعادت و فلاح اس بات پر منحرف ہے کہ وہ اپنی زندگی کی بنیاد اس وی پر رکھے جو خدا کے آخری پیغمبر محمد ﷺ پر مبنی ہو اور اس عقیدہ و شریعت پر کاروبار دوزان امور و کلیات اور ان احکام و حدود کی پابندی ہو جو اس آسمانی تحفے نے عطا کی ہیں اب صحیفہ سائیکہ کا مکتب و مکران اور انسانی آخری کتاب ہے اب اسی کتاب اللہ کی روشنی اور ہرسانی میں چلنے زندگی کا جائزہ کوٹنے پر حصے اور زندگی کے میدان عمل میں انسانی قوتوں اور قدرتی وسائل عقل و سمع و قلوب و قلوب و قلوب اور

و قصہ بہد و جہد سے کام لینے پر متوجہ ہے۔

زمانہ ماضی میں انسانوں کو ان مدعیان نبوت کے ہاتھوں ہونجاست اور بشارتوں یا کشف و کرامات کے نام سے خدا کا فرستادہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور لوگوں کو اپنے اور پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے بڑی زمتوں کا سامنا اور بڑے انتشار و تشقت کا شکار ہونے پر اٹھانے سے دعویٰ کی جانچی اور ان کے قتل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے اور دوسروں کو چپانے میں ان کا بڑا قیمتی وقت اور بڑی کارآمد قوتیں اور صلاحیتیں ضائع ہوئی تھیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کسی نبی برحق ہی آج دنیا کا کوئی معمولی واقعہ نہیں بنے بغیر کسی بعثت و دعوت انسانی سیاسی یا مذہبی قومی رہنما ہائی سلطنت یا مصلحت اور دوزخ کے خبر کے بغیر اور انہیں نہیں کا ان کا

[illegible]

ان سے ملنے کی آیات کا مجموعہ، اور ہر شمار ہے تم یہاں پہلے آیتوں پر اکتفا کرتے ہیں،
وہیں تک کہ اے برائیوں! یہاں، ذرا حائل، الباقی بعد حضور و ارحم
و حمد تہم شکرت کان عذاب

اور ہم دوست نے اپنے شکریہ کے بارے میں بھی تصدیق کی کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کو شہادت ہے کہ انھوں نے اپنے کرم کے حق کو اعلیٰ درجہ میں توہین نے ان کو چھاپا (اور انھوں نے اس کے ساتھ ساتھ)

كلما جاء نمة رسولها كادروا فاسما بعضهم بعضا و جعلهم حذائيت
بعد الخوف من رسول

[illegible]

فَلْيَرْجِعْ بَصَائِدُ رُؤْيَا قَالِ عَمَّا قِيلَ لِيَمْسَحُوا سَمَكِي ۖ فَتَرَى الْفَرْقَ ۚ وَلْيَسْمَعْ الْفُتُوحَاتُ الْفُتُوحَاتِ

غالب نے کہا کہ اسے پورا گارنٹیوں نے مجھے سونا بچھا ہے تو میری مدد فرما۔

ان آوازوں کی پکارا کرتے ہیں اور انہیں اناجی طاعنوں کی لعنت ہے۔

وَلَقَدْ اسْتَفْهَرِي رَسُولِي مِنْ قَبْلِكَ بِحَاقٍ بِالذِّينِ مَحْرُومِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ
مُسْتَفْهَرِينَ

اور تم نے پہلے بھی رسولوں کی ساتھ آ کر نہ دیکھا ہے کہ ان میں سے کس
کو نہ لگتا تھا کہ ان کو تم پر سے لے کر لیا جائے گا۔

وَلَقَدْ اسْتَفْهَرِي رَسُولِي مِنْ قَبْلِكَ لِمَ لَيْتَ نَفْعِيهِمْ كَفَرُوا ثُمَّ احْدَثْتَهُمْ
فَكَيْفَ كَانِ عِقَابُ

اور تم نے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ آ کر نہ دیکھا ہے کہ ان میں سے کس کو نہ لگتا تھا
کہ ان کو تم پر سے لے کر لیا جائے گا۔

وَلَقَدْ اسْتَفْهَرِي رَسُولِي لِمَ لَيْتَ نَفْعِيهِمْ كَفَرُوا ثُمَّ احْدَثْتَهُمْ
فَكَيْفَ كَانِ عِقَابُ

(ان) سب نے تم پر ہونے کو چاہا یا تو یہ احزاب (ان پر) آ کر آواز دیا۔

وَمَا اَمْكَنُكَ مِنْ خَرِيبَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذَرُونَ

ترجمہ

اور تم نے کوئی ایسی جگہ نہیں لی کہ اس کی پہلے نصیحت نہ کی جائے (پہلے بھیج دیتے) تھے۔

خاندانِ نبوت کے علاوہ سب سے اندھنی صاف نہیں ہو سکتی تھی اور تمہاری طرف سے تمہارے دوستوں کے قتل کے

تہا۔ وقت اور دوسرے فیصلے نہ آتے۔ ان کی موت کو کب ہو گا اور دوسرے ضروری کام

چھوڑ کر اس کی حقیقت معلوم کرنے اور اس کی تصدیق و تکذیب کا فیصلہ کرنے میں لگ جائیں

ان طرح محمد و انسانی قوتوں میں روز و رات کی شغولیت اور آوازوں سے بچ کر کیا کر سکتے

ہوت تو عمر اور مزید قوتیں اور بعد یہ تعلیمات و ہدایت کے حصول کے لئے زمین کا آسمان۔ ہر

رشتہ دینی رشتہ اور تمہارے عرصہ کے بعد کوئی بھی یہ دعویٰ نہ کر سکتا تھا کہ ان سے خطاب

نہ ہوتا تھا۔ حق آتی۔ یہ امور تبلیغ رسالت پر موقوف تھے۔ یہ وہ اپنے مقررین کو فائز

قرآن دینا و ان سے ان کو کتب جنکس کرنا جس میں مطلق کسی روایت اور فرق و امتداد کی گنجائش

نہ ہوتی اور دنیا میں پھیلی ہوئی امت میں سے کچھ رہنماؤں یا پندہ لکھوالوں پر

مستعمل ایسے چھوٹی سی امت ہاں یہ کہ جس طرح ہر قوم کی امت بعد از اس وسیع دنیا کے کسی نہ

[illegible]

انگن مذہب میں یہ حیا نبوت کی کثرت عقیدہ کی سلامتی اور دین کی وحدت کے لئے خطرہ شدید

[illegible]

”خداوند فرماتا ہے: ”کیجئے میں ان کا محتلف ہوں جو جھوٹے خوابوں کو کھاتے ہیں اور
 یقین کرتے ہیں کہ ان میں مصیبتیں ہوتی ہیں اور ان کی طرف سے میرے لوگوں کو کھانا لگاتے
 ہیں لیکن ان میں سے ان کو کھانا نہیں دیا اس لئے ان لوگوں کو ان سے ہرگز نہ دے دو۔“
 ”انہیں تم اپنے خوابوں اور غیب والوں اور خواب بینوں اور مفسرین اور جادو گروں کی خدمت
 کو تم سے کہتے ہیں کہ تم شاد ہاؤں کی خدمت کو مزا دی کرو۔“ لے کر تم کو تم سے جھوٹی بات
 لگاتے ہیں تاکہ تم کو تمہارے ملک سے آمادہ کریں اور میں تم کو خوارق کربوں کو بفر
 دے گا۔“

پڑھائی کی بلکہ سہ ماہی اور نوبل دینے سے اجرت نہ دیکھتا تھا اور سب کو اس لئے اجرت دے

رکھا تھا تاکہ میں ڈر جاؤں اور ایسا کام کر کے خطا کروں۔“

”اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اسے تمہارا اسرائیل کے نبی جو نبوت کرتے ہیں ان کے خلاف نبوت کرو اور جو اپنے دل سے بات بنا کر نبوت کرتے ہیں ان سے کہہ خداوند کا کلام سنو خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اسحق نبیوں پر افسوس جو اپنی عیسیٰ روح کی پیروی کرتے ہیں اور انہوں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”ملک میں ایک حیرت افزا اور ہولناک بات ہوئی، نبی جھوٹی نبوت کرتے ہیں اور کاہن ان کے وسیلے سے حکم مافی کرتے ہیں اور میرے لوگ ایسی حالت کو پسند کرتے ہیں تم لوگ؟ خر میں کیا کرو گے۔“

”کیونکہ رب ملائچ اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ وہ نبی جو تمہارے درمیان ہیں اور تمہارے غیب والے تم کو گمراہ نہ کریں اور اپنے خواب جیوں کو جو تمہارے نبی کہنے سے خواب دیکھتے ہیں نہ مانو کیونکہ وہ میرا نام لے کر تم سے جھوٹی نبوت کرتے ہیں میں نے ان کو نہیں بھیجا۔“

یہودی تاریخچی مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ ان ”متنبیوں کا سلسلہ“ عہد نامہ قدیم کی تدوین کے بعد بھی جاری رہا اور خاص طور پر اس کی کثرت اس معشرے میں ہوئی جس میں یہودی مظلومیت اور جبر و تعدی کا شکار رہے چنانچہ یہودی معاشرہ ایسے ”نجات دہندہ“ کے انتظار میں رہے لگا جواسے اس شرمناک حالت سے نکالے اس کے دشمن سے بدلہ لے اور اس کا کھویا ہوا وقار و اعتبار بحال کرنے معاشرہ کے زخمی اور ٹوٹے ہوئے دل اور غم و غصہ کے جذبات سے ذہین و نامہ آترس اور بے چین لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنے ذاتی مفاد اور سیاسی و فرائض کو حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا وہ اپنی ملت کے سامنے بظاہر توں اور غیب وانی کے دعوؤں کے ساتھ آگئے اور نبی نبوت کا جھنڈا بلند کیا اس نے ان مایوس طبیعتوں پر جادو کا کام کیا جو ایک طویل عرصہ سے قائم رہنے والے حالات سے شک آچکی تھیں اور اس طرح جن کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہوئی عقائد کا اختلاف بڑھ گیا بدعتوں کی کثرت ہو گئی اور نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے اس صورت حال نے اصل یہودی تعلیمات کیلئے ایک بڑا خطرہ پیدا کر دیا اور غیرت و حیثیت رکھنے والوں کو چونکا دیا اہل برٹ ایم کاہن اسرائیلی برطانی چپوش

”میرے بھائی سوسنی کا مرنے والا رنگا و پیرا مذہب، اخلاق، عقیدہ نکستے ہیں۔“

”میرے بھائی خصوصاً کسی آزادی طلب ہو جانے کے بعد پچھلی چند سطروں تک برکت سے نہ رہا کرتے، یہاں تک کہ ان کے یہودی تارک میں مارتے پھراؤ غصے کے تاریک ترین ارضوں میں اسیے وار شوشنی کے یہ چھابڑ خور سونے کا لکڑی کی حیثیت سے یہودیوں ان کے وطن پر ہمال سے ان کے آپا واجدہ، قال باہ سے لے کے تھے، انہیں لے جانے سے انہیں پریشان کرتے رہتے تھے، مگر اوقات اور خصوصاً قدیم زمانہ میں ایسے کسان مقامات پر اور یہ کسان نہیں پیدا ہو جاتے تھے، اس قسم کی غریبیں قوم سے تو نصیحت کی حامل دوسری تھیں، نصیب سے بعد سے زمانہ میں وقت پر یہ تحریر کا یہی ٹھیک تھا، اگرچہ یہ تین صدیوں سے اسے نہیں ماری ہو رہی تھیں، لیکن اسٹالان کے ہائی بدعت کو فروغ دینے، اپنی سیاست کا دائرہ اور اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، جس کے نتیجے میں یہودیوں کی اسٹالین عیسیت کو بہت نقصان پہنچا، تو اسے نئے نئے فرقے، فرقے، فرقے اور پھر پکا شرعیت، عیسیت و اسلام میں ضم ہو جاتے تھے۔“

بعد کی ہندوؤں کا یہ مذہب شخصی، انتہائی انحصاری اور پاپی مسیح اور مڑکات کے ماحول میں رہتا ہے، بعد تک ہادی وہ یہودیوں کے نامہ جدید کی بدلتا ہوا قسم پیش کی جاتی ہیں جو یہودیاں ہوتے کی طرح ان کے مفاسد کی نشاندہی کرتی ہیں۔

”نئی نئی انہوں میں چند نیا مروجہ علم سے اظہار میں آئے، انہیں ایک نے جس کا نام آج بھی تھا، ان کے ہاتھوں میں آتی مدافعت سے ظاہر کیا کہ قیامت میں ہر اکال پر ہے، اور نگاہیں نے بعد میں واضح ہو گیا۔“

”اب ہم یہاں بہت روز رہے تو انہیں مائی ایک کی یہودیہ سے آیا، اس نے ہمارے پاس آکر چائیں کا کمر بند لیا، اس پر ہے، تمہارے باغیہ کے ہاں اللہ یوں فرماتا ہے کہ جس شخص کا یہ کمر بند ہے، اس کو یہودی یہ انہیں اس طرح ہاتھ دینے کے، انہیں قوموں کے ہاتھ میں حوالہ کریں گے۔“

”جمعہ کے نہیں سے خبردار اور جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیجیں، اس آج ہیں، انہیں ہاتھ میں بھیڑنے والے بھیجے۔“

”نیکان جو کہیں ہوں وہی کہتا ہوں ناس کا موقع ڈھونڈنے والوں کا موقع زیروں بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم بھی جیسے نکلیں کیونکہ ایسے لوگ جموں نے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہم شکل بتا لیتے ہیں۔“

”اے عزیز واپس ایک روح کا یقین نہ کرنا بلکہ روحوں کو آزاد کرنا کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے بھو۔ نے بنی اپنی اس شکل کھڑے ہوئے ہیں۔“

”اس سے پہلے شمعوں نام کا ایک شخص شہر میں جاؤ مرنے کو لے تھ اور سہ ماہیہ کے لوگوں کو تھے ان دکھاتا اور یہ کہتا تھا کہ میں بھی کوئی بڑا شخص ہوں اور مجھ کو نے سے بڑے تک سب اس کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ شخص خدا کی وہ قدرت ہے جسے بڑی کہتے ہیں۔“

”اور اگر تمام ناپو میں ہوتے ہونے چاہیں تب پہنچے وہاں انہیں ایک بیہوشی جاؤ اور اور جونہی بریسوں نام ملا۔“

”خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کرو نہ کیونکہ بہت سے نام ملے آئیں گے اور انہیں کے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔“

باب ۷ کے نو کورہ اور شاؤ کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔

”کیونکہ جیسے لوگ جموں نے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہم شکل بتا لیتے ہیں اور کچھ جب نہیں کیونکہ شیطان بھی اپنے آپ کو اور انی فرشتہ کا ہم شکل بتا لیتا ہے۔“

عہد نوح میں۔ عیان نبوت کا جنوں اور ہدایت ربانی کے برابر راستہ سامعین ہونے کے بعد اور ان کے بارے میں ہماریاں اور موضوع کے ایک ہر خصوصیت کی فاضل کی شہادت نقل کر رہے تھے جس سے سبکی نماء کی (آخر دور میں ان مدعیان نبوت کی کثرت پر) تشویش اور ملاتی عقیدہ وحدت دین اور پر امن زندگی کی خاطر قمر متدی غایہ ہوتی ہے۔

ایندوں ناس مشکلی ہدیت خود کے مدد سے بینات میں یونانی زہنی اور مشرقی کلیسا کی جہت کے پرہیزگر لکھتے ہیں۔

الحصر

اور ان کی رو میں چھاننا اور دیکھنا کہ جہاں ان کے باطن نے ان کے قلوب کو گمراہ کیا ہے اور وہ چاہیں ان کی کسی بات میں کسی شک کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے اعتبار سے آپ امرائے علیہ السلام کو دیکھیں (چند کیا کرتی تھیں) پہلے (یعنی انہی لوگوں میں) ان کا تہذیب و تمدن تھا اور ان کو آپ میں بھی (یعنی نامور رہے تھے تو یہ ان کا کہنا کہ انھیں تہذیب و تمدن سے ہرگز نہیں جانتے تھے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں شہید زاد اور ان کے بڑے خواہوں کو قہر و درغہ کے (دین کی) شاہ کو چیلنے سے جو ہمیں سمجھا رہا ہے، سب سے زیادہ خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔

پھر خود اس زمین میں جو مخالفت دین حق کے خلاف ہمارے والی ایک محراب قوت و شہدہ بنا کر ہے اور وہی اور انسانیت اور باطنی غنہ و فخر و مسائل و ضارح اور تکلف کرنے والی قوت کے خلاف بغاوت ہے پارتی ہے باطن کے چیلنے کا جواب دینے مرثیہ و لہجہ دینی قوتوں اور قہار و لہجہ کے داعیوں سے لڑنے والی بیرونی برتری اور غنہ و غلو کی بجائے کو کھٹے والی کے لئے جہاں یا شہدوں کے سامنے جان کا خضر و مومن سے برتری ہے مختلف مومن اور لہجہ قوت کے ہر رنگہ زمین واسطے نیچے بہ عبادت و رفعت و فقر و غنہ اور مہربانوں پر علیہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور لوگوں میں جان و مومن کا کھٹے ہی کہہ دو اور اس میں کھلیت و اذیت کا کیا مان لکھ جائے ان کے اپنے پیچھے ان کے اسلحہ فوس کو اور جہاں پر تو کم رہتے اور اپنے اور اپنے والدین و اقرباء کے خلاف کھٹے کہہ دیتے اور انھیں غنی و فقیر سے قہار اور نہ دوسرے کسی سے مدد و تعاون یا بہادری فیصلہ اللہ سامت کر کے کی راست سے ہے یہ والی معصوم کا عصا دینے اور منکر سے روکنے اللہ اور اللہ والوں کا دوست ہے شیعہ ان دوران کے اسرار و فلسفہ سے لڑنے والی کو اپنا ہے اور دین و اذیت کرنے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والی تہذیب کوئی رہی ہے اسی معصوم صانع کھٹے اور غلطی حد میں کسی کو چھوڑ دینے کا ہر دہائی ہے وہ کہے اور سب معصومیت و تہذیب و ایمان اور قہار سے جہاد و احباب قہار اور حق ہیں، ہر کسی کا عصا یہ ملو اور یہی سے روکنے کو ترک کر کے جہاد کے اسلحہ کے دشمنوں کو زمین میں قہر و غنہ کرنے والوں اور یہ حق ہے۔ اسے مواضع اور معصومیت کرنے والوں کو وسیع بناتی ہیں اور اس قہر کی حد میں تو آخرت اور شہادت و مومن کو پہنچانے والی ہیں اللہ کی کتاب دنیا کے ہر معصوم اور تاریخ کے ہر معصوم پر ایسے لوگ پیدا کرتی رہی ہے جو جہاد و احباب کے قہر و غنہ کے

ایسا ہی سلسل ہے، جیسی مسلمانوں کی زندگی۔

احساسِ ذمہ داری اور باطل کا مقابلہ کرنے کے عزم و قوت پر
عقیدہٴ بقائے نبوت کا اثر

اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخِ اسلام میں جہاد و تجدید و اجتہاد صحیح ائمہ اور معیار کو بازیافت کرنے، دین کو اس کے صحیح رخ پر ڈالنے، ظلم کا ہاتھ پکڑنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کی روایت کے تسلسل میں امت اور خاص طور پر علما کا اپنے آپ کو امت و انصاف کی بھولی کا زمرہ نہ دیکھنے، بدلے کے معیاروں کو برقرار رکھنے، معروف کا حکم دینے اور منکر سے روکنے اور ابنِ خالص کی دعوت دینے کو بڑا فضل ہے، امت اس کام میں ملنے لگی تھی نئے نبی کے مبعوث ہونے اور آسمان سے براہ راست رابطہ رکھنے والی کسی نبی قوت کی نہ کبھی متحیر رہی اور نہ اس سلسلہ میں اس نے کمی پر اسرارِ شخصیت کے ظہور پایا اور نہ عقل و قیاس و ائمہ کے انتظار میں سعی و عمل کو ترک کیا۔

لیکن جن اسلامی اور غیر اسلامی قوموں اور جماعتوں کا عقیدہ و سرائق انہوں نے اپنے آپ کو باطل اور شرعی طاقتوں سے نڑے حق و انصاف کو قائم کرنے کا ذمہ دار اور مظلوم کی نہیں سمجھا اور وہ صدیوں تک خواب و خیال اور آرزوؤں اور تمنائوں کی دنیا میں پڑی رہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی تاریخ میں تجدید و اصلاح کی تحریک بہت کمزور پڑ گئی اور انکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی آواز میں بہت پست ہو گئیں ان اقوام کی تاریخ کا جاننے والا اس خلا کو نزکو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے (جو شخص کوئی اتفاقی واقعہ نہیں) لیکن اس کی وجہ اس عقیدے کے کسی پر اسرار اور مقدس شخصیت پر اس حد سے بڑھے ہوئے اعتماد میں مضمر ہے جو ان کے خیال میں علم اسرار و ہجو کسی پوشیدہ ہمانت کی حامل اور خالق کائنات و جناب رسالت مآب ﷺ سے رابطہ نہیں رکھتی ہے جو کوئی دوسرا نہیں رکھتا، وہ شخصیت ایک مناسب وقت پر اور بجلی کی سیارات میں دنیا کے سامنے آجائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک نئے نبی یا متعدد جدید انبیاء کا قیام اٹھائے نبوت نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی و مخاطبت کے باقی رہتے با عقیدہ جس پر بعض مدعیانِ نبوت نے اپنی نبوت کی بنیاد رکھی اور اپنے دعویٰ کی جہالت کے سلسلہ میں انہوں نے جس سے استدلال کیا بڑی باتیں اور نزوئوں کا حامل ہے اس کا عقل و ایمان کی انتہا نہ قدرتی ہے، یہ عقیدہ اور

شریعت کی دائمی صلاحیت اور اس کی ابدیت پر سے اعتماد المٹا دیتا ہے اور اپنی ذاتی صلاحیت و طاقت اور محنت و جانفشانی سے کام لیتے کے جذبہ کو کثرت کر دیتا ہے اس کے ماسوا اس عقیدہ سے یہ عقیدہ بابت پیدا ہوتا ہے کہ امت و قوموں، نسل سازوں اور شعبہ ہائوں کا تعلق مشرق اور ان سے باقیہ میں مخلوقات کے گروہ بناتی ہے۔

”ختم نبوت“ ملت اسلامیہ کے لئے اللہ کی رحمت

اور احسان و عنایت ہے

اس امت پر اللہ کا عظیم، احسان و انعام، نور اس کی خصوصیت رسول اللہ ﷺ کے لئے دیا ہے رحلت فرمانے سے پہلے ہی یہ پہلا اور پہلا احسان کر دیتا تھا کہ نبوت محمد ﷺ پر اختتام ہو گیا اور دین اور خدا کی نعمت عظیم کو یہ تکمیل تک پہنچا دیا گیا اب محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ ملت اسلامیہ کے بعد کوئی ملت ہوگی یہ وہ نعمت تھی جس پر یہود کے علماء و حلقہ کو رشک ہوا تھا جو یہودیوں میں ایمان نبوت کی لالی ہوئی مصیبت فطری و اعتقادی علامہ کے اختلاف مذہبی تکلف اور جماعتی افتراق کی تاریخ سے بخوبی واقف تھے چنانچہ حدیث صحیح یہ ہے کہ:

”ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ لوگ اپنی کتاب میں ایسا ایسی آیت پڑھتے ہیں جو انہیں یہودیوں پر نازل ہوئی ہوئی تو ہم اس دن کو ایک مستقل جمہور اور جشن کا دن بنالیتے“ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا ”الیوم اکملت لکم دینکم و رضعت علیکم معنی“ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ”بجھو وہ دن بھی خوب معلوم ہے اور وہ گمراہی بھی اچھی طرح یاد ہے“ جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو وہ جمہور کا دن اور یوم عرفہ کی شام تھی۔

یہ روایت اس نعمت کی عظمت و جلالت کو بتاتی ہے جس پر یہود کے علماء کو بھی رشک آیا اور مسلمانوں کو انہوں نے حسد کی نگاہ سے دیکھا اسی کے ساتھ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ادیان سابقہ اس اعلان و شہادت سے خالی ہیں اور ان کو اس اعزاز و اعتماد کی وہ دولت حاصل نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ کو سرفراز کیا جو ایک فطری امر تھا اس لئے کہ وہ مذہب نشہ دہا کرنے والی مراحل سے گزر رہے تھے اور اس کے ساتھ نسل انسانی بھی انقلاب و تغیر کی منزلوں کو طے کر رہی تھی اور آخری رسالت کی خلعت فاخرہ (جو کسی بلند و بالا شخصیت کے لئے

غریب، نہام، بھگنا اور ان کی بنا پر دعوے اور دعوت کی بنیاد رکھنا ہمیشہ سے ادھام و مخالفہ اور امتیاز، تمسک و کاررواز و کھوتوں کا رہا ہے جس کے زاریوں آزادی پر نصیب ہوا وہی علوم پر بڑی ہوشی اور ہچکچاہٹ اور پائی دہی ہیں ان آزادیوں کا سرچشمہ بھی نفس انسانی کی بھی وسوسہ شیطانی ہوتا ہے ان میں بھی خود کو اپنی غریبیت سے نکھینا، اپنے بھی عادت و مادہ سے تعلیم و تربیت از مہر و راز و انوار و شیش میں پھیلنے والے مشہور بات و سلسلے اور عقائد و خیالات کی کج فہمی اور بطلان و بے ہوشی ہے جن کے مراحل میں اولین کے زیر اثر ہیں صاحب لہو یا صاحب شعلہ کا نشو و نما ہوا تھا اور وہ ان کے تحت نشو و نما میں پائیز ہیں ہونے لگے تھے جو لوگ اس ربوے کے شیبہ و فراز سے واقف ہیں اور جن کو اس کا عملی تجربہ ہے ان کا کہنا ہے کہ الہام و وحی کے مسائل و مسائل کے اثر سے بالکلیہ آزاد ہوتا انسان کا اثر اٹھتا ہے تو ان کے مرنا اور ان میں بھی چیزوں کے اخذ کے وقت دلوں سے متاثر نہ ہونا کمتر جہاں ممکن ہے۔

جو شخص بھی ہدایت و نبی سے و کمال و یزید بنیے ان کی صورت میں ہے اور مخاطب رہا تو ہدایت و نبی و شریعت کا نام اس پر کسی نبوت یا صحت کی قیود رکھتا ہے، کیسے قیود لازم ہیں کہ وہ ضروریات اور اس دین پر ہو (قوم الہامیوں کیلئے عام ہے) بڑا علم رکھتا اور دین کی حیثیت و مہمانی اور ماضی کی واقفیت و بخیر و شر اور فساد و شکست اور ان کی توفیق یا عدم توفیق ویت ہے نہیں، اگر نہ امام احمد ربانی نے کہا ہے کہ ”مکالمات منہ بہت از یہ“ کو نہ سب ہی صدقہ کی شہادہ و ارجاع و مجاہدات کا قدرتی نتیجہ قرار دیا، اور یہ کہا کہ جس نے سب میں مکالمات و مخاطبات قیود کا سلسلہ جاری کیا تو وہ نہ سب سے اور باطل سے بلکہ شیطانی مذہب سے اور انسانی مخالف سے ہوتا ہے اور ان مذہب نے یہ دہرہ و مہاجد و گئے باوجود اس بات سے بے نیازت ہیں تو نہ دیکھ رہا ہم اور نہ دیکھ رہا۔

یہ دینی میں اور عقلی حیثیت سے اتنا کمزور ہے جتنا کہ اس پر یہ وہ شریعت اور حکم کے کام کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی تاہم عربین کے لئے یہی کافی ہے کہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کی توبہ کا سامنا اور قرآن کے فیض و تربیت کا شہادہ و راز و رنج انسانی کی مثالی عمل تھا۔ عربین کی کوششوں سے اسلام عرب میں پھیل گیا اور انہوں نے ان تمام مکالمات میں حیات و نہایت و نہایت و نہایت ہادی کا مہی ہوئی تھیں کیا اور نہ رنج نے ان کی طرف سے ہی ایسے دینی کا مناسب

میں جہالت انہی کی تلقین کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترویج نہ کی اور ان کی شرعی مشیت پر ہی جو آج تمام عالم اسلام میں رائج ہے اور پیغمبر کو لیلۃ القدر کے بارے میں پیش آویس کے بارے میں شیخیوں نے اصرار ہے بعد ازاں راجح ہے اور اصرار ہے "چاندھیہ" "نورانی" کی حد میں جس حاسنہ جو "نورانی" میں خواب میں زینۃ القدر کو ملائی اس لیے کہ اس کی رات سات راتوں میں بچاؤ کیا تھا تو اس میں اندازہ ہے فرمایا کہ میں نے اسے دیکھا ہوں کہ وہ سات رات آفریقہ کی راتوں کے بارے میں کیساں ہیں تو جو اسے تلاش کرنا چاہتے تھے وہ انہی سات راتوں میں تلاش کرتے تھے۔

اور اس کے قریب مصلوٰۃ توحید کا معاملہ ہے جس کی انہی نے بھی جہالت سے اجتناب کیا ہے تو پھر کھینچنے میں ان کے بعد اس خیال سے چھوڑ دیا تھا کہ یہ مدت پر فرض نہ ہو جاتے اور اس طرح مشقت کا عیب نہ جائے مسلمان سے انکے پہلے پڑھتے تھے اور مدت مقرر نہ کی یہ اس وقت کا زمانہ تھی حضرت عمرؓ کو یہ فعل الہام میں پہنچی اور آفریقہ کی راتوں کی قریب تھا کہ اس میں بڑا ہی غور پڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے اس کو راجح اور اصرار سے نہ لکھنے کا خیال اور اس میں شہد قرآن کا شوق پیدا کر دیا جو حفظ و تفسیر قرآن کا ایک بڑا اور عمدہ عادت جو اس کی عید سے مسابقت اور مضامین کی راتوں میں میرا دہن کا بڑا اور عمدہ پیدا ہو گیا اس مسئلہ میں بھی سخت دشواریوں نے اسے توحید کو پڑا یا اور ان تمام باتوں کے درمیان میں انہوں نے اس کا انکار کیا اس کھنچنے کو دیکھ کر یہ مسئلہ جیسے جو کھانا قرآن کی نظر سے اس کے ساتھ اور تمام کے مسئلہ میں پایا جاتا ہے۔

اور بھی یہ الہام مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اور ہم غیر کو دہا ہے جس کا کسی اور پر مشفق یا کسی ضرورت کی طرف متوجہ ہو جائے کھنچنے اللہ تعالیٰ کا واقعہ یا کسی سازش کا نتیجہ نہیں کہا جاسکتا اس کی سرکشتی سے اسلام اور مسلمانوں کو کٹھن و عظیم پہنچتا ہے یا اس سے مسلمانوں کی زندگی کا کوئی ضابطہ ہوتا ہے یا کسی سبب قوت یا رخصت کا سد باب ہوتا ہے یا دین کے عظیم مقاصد میں سے کوئی مقصد پورا ہوتا ہے۔

اس طرح کے مسائل اجتماعی لہجہ کی مثال (جو بڑے راسخ بعصر علماء اور فاضل و محقق لوگوں کو دہا) حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں قرآن کی مصحف میں جمع کرنا اور قرن اولیٰ و ثانی اور اس

اور ہم عقیدہ یہ ہے کہ ہرگز میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت مشرف اور مرفوزہ بنی اور جرات
است پر حج آخری است اور انسانییت کا مرکز امید ہے خدا کی عزت اور اللہ کے نزدیک اس کے
بلندی مرتبہ کی دلیل ہے اور یہ غیر منقطع ہدایہ ہم پر مسلسل ہے۔ اسی اور ختم نبوت اور محمد ﷺ کے بعد
اس کے منقطع ہونے کی راہیں لگائی گئی ہیں جس کی بھی باتوں میں کوئی واضح اور مسلسل نظریہ نہیں ملتا
اس کے ان میں اس کی صورت ہی نہیں ملتی۔ یہاں یہ ہے قائم و دائم رہے۔ حق تعالیٰ

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اندازی

دو فکری انتشار اور بے چینی ان فکری باتوں سے پیدا ہوا ہے۔ ان سے اس طرح مسلمانوں
میں تفریق پیدا ہوئی اور وحدت اسلامی پارہ ہوئی ہے اور ہر مسلمان کے لئے بات تقابلی
بظاہر اب ہے اس بار میں جو روایت - امام کا وہاں ہے کہ "بافق" ہے کے مادی
عقیدے رہے لیکن اگر ہم اسے لہذا مذہب میں مرزا احمد قادیانی اور ان کے پرہیزگاروں کے فرق
کے یہ کہ شوق پیدا ہو جائے اور عام اسلام کے مختلف حصوں میں "مذہبوت" کے یہ نہ کرنے
والے افراد پیدا ہوں گے نہیں اور وہ اپنی بات کے معجزوں کی تفسیر کرتے ہیں تو اس کا
نتیجہ ہوائے فخری انحراف و انتشار کی راہ کی اور خیالات کے فکروں اور عام کے مختلف
پہلوؤں اور دلوں میں تقسیم کے مادی نظریہ کا اور یہ بات جو روایت و مذہب اور مذہب و ملین
ہر عقیدے میں اگر اسلامی اخلاق کو زندہ کر کے کہتے آئی تھی تفریق و تکلیف اور چھوٹی چھوٹی و بڑی
عصیانوں کا نتیجہ نہیں ہونا چاہیے۔

تاریخیت کے اس خلاف و کومذہبی محمد بن عبد الوہاب نے امت اسلامیہ کی شہادت عامہ اور بڑی
نے بھی محسوس کیا اور پوری شدت و حدت کے ساتھ اپنے ایک مضمون میں اس کا حکم دیا بھی
کیا تھا لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس دور وازد کو دھونے والے ان کے ماسر و نظام احمد بن حنبلہ
ہیں کہ وہ دہرہ و مصلح و مہدی کی صورت تسلیم کرتے ہیں اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے بتائے
ہوت کے خیال پر تحریر و دعوت کی جس پر محمد بن عبد الوہاب کی بصیرت و انصاف کو قور
دینے کو نہ بچتے ہیں۔

"خدا را خدای تو کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہو سکتا ہے کہ راست ہے کہ نبی آئے ہیں گئے۔"

وہ کہ اس نبی آگئی کے بعد یا کہ نہیں ہے بالہر حال اسے "آخر اوقات" میں کہو یا ہے

تو یہ بھائیوں! یہ دیکھو کہ وہ کون کون سے گناہ کرتے ہیں؟ یہ نہیں؟ اور اسلامی وحدت کہاں ہوگی؟ یہ بھی لو کہ دوسرے نبی آمدنی سماعت جس ہی ہوں گے پھر احمدی سماعت نے کتنے گناہوں کے "آخر مزید سنو" کے تحت ان کو وقف نہیں کیا؟ غرض نبی کے آتے پر ایکہ "ادھان" کے ساتھ اور ایک خلاف: وہاں ہے وہ خدا جو ہم نے اپنے ہاتھوں پر نہیں کیا کی قوم کو ایک لڑنے کا اور خطاب لڑیکا ہے کیا اب وہ مسلمانوں میں اس طرح مڑے گئے کہ ایک دوسرے کو کفر کہہ رہے ہیں اور آیتوں میں وہ اطلاق تہ اوقات اسلامی کے نہ دیکھتے ہیں یا دیکھ کر آرا سامہ لیں اور ان میں مانع ہوں؟ وہ دوسرا ہے تو یہ مصیبت کا وہ اسلام پر کبھی نہیں آئے گا کہ بڑوں کی اپنی بنائیاں دیکھ کر ملکہ لے پھرتے ہوں اور بڑا بڑا کھانڈ لے مسجد میں ہوں جن کے پیر میں اپنی اپنے جہاد ایمان و نجات کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہوں اور وہ سے تمام مسلمانوں کو لڑا اور بنایا جاتے قرار دے رہے ہوں۔"

حاصل یہ ہے کہ سلسلہ نبوت اور انسان کی بنا پر یہ بھی حائدہ چہ نہیں انسانوں کو عقائد و شرائع کی تعلیم کے سلسلہ میں محمد ﷺ پر اتمام اور آپ کے خاتم المرسلین کے سلسلے اور مواضع کل ہونے کا یقین اللہ تعالیٰ کی اس امت پر بڑی نعمتوں و عطیوں میں سے ایک نعمت اور دنیا خانوں میں سے بڑی انساہیت سے لے آئیہ دست ہے جس کے رعبہ اس کی کوشش اور ملوثت کو حق صرفہ میں اکالنے کا انتظام بنایا ہے اسی کے ساتھ یہ مسئلہ و امت محمدیہ کی خیر اور دنیا کرنے والا ہمارا اس کی وحدت و اسلمیت اور قوت کی ضمانت و توثیق الہیہ ہے اپنے اور اپنے ائین کی ابدیت و صالحیت پر اعتماد پیدا کرنے کے ساتھ کائنات کی دوئی: مہماری مانند کرنے کے لئے اس پر تجدد یہ اور ہر بنیاد اور ہر زمانہ میں اللہ کے راستہ میں جدوجہد جاری رکھنے کا عزم ہے اور کہیں ٹھوس بنایا ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔

اسلام کے بدترین دشمن

جو کسی نبی نبوت کا (اس کے کسی بھی مفہوم میں) ایمانی یا دینی اور مہم بڑا ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن اور اسلام کے بدخواہوں اور مخالفین کا بدترین معاون اور سال کار ہے۔ تاہم اسلام اس کے جرم کو کبھی معاف نہیں کرتی اللہ تعالیٰ کا ارشاد صحیح ہے۔

و من اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحى الى ولم يوح اليه
شي ومن قال سائر مثل ما نزل الله ولم يدرى اذا الظالمون في عمران
الموت والهلكة ما تنزلوا به من حمز حمر انفسكم اليوم تحزون عذاب
ابھون مما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن اية نستكبرون
ولقد جنتموه فراءى كما غفلكم اول مرة وما كنتم بمخولكم كما وراء
ظھوركم ' وما نرى معكم شفعاءكم الذين زعمتم انهم فيكم شركاء
- لقد تقطع بينكم وصل عنكم ما كنتم لظالمون

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ گنہگار کو تو کاہلہ اللہ نے جو اسے نہایت اگلا و پیوستہ ہے۔ جو
پروٹی آتی ہے وہ اللہ اس سے پاس کی بات کی بھی قی نہیں آتی اور جو شخص یوں کہے کہ میرا
کوہم اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کام میں لگن الہیوں اور آتی ہے اس وقت وہ بھی
جبکہ یہ ہم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور لڑتے ہیں یا تھک رہے ہیں یا بے ہوش ہو گئے ہوں یا اپنی
جہ نہیں نکالو آج قرآن و احکام کی سزا دی ہو گئی ہے اس وجہ کہ تم اللہ کے نام بھولی ہو گئے ہو
تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے کجی کرتے تھے اور تم ہمارے پاس تہا نذر آ گئے تھے اس طرح ہم
نے دل یا تم کو یہ دیکھا تھا اور جو یہ ہم سے تم کو دیکھا تھا اس نام اپنے پیچھے کی پچھو آ گئے اور ہم
تمہارے ہمہ مان شقاوت کرنے والوں کو کہیں دیکھتے ہیں کی بہت تم دہائی رکھتے تھے کہ وہ
تمہارے حاملہ میں شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گئے اور وہ تمہارا دعویٰ
سب سے کیا کر رہے ہیں

امت کی بقاء اور عقیدہ ختم نبوت

یہ عبارت سے انسانی دھڑکنے کے لیے ضروریات کا نظم و ضبط اور حدود کا تصور ۱۹۸۳ء کی تقریر -
نے جلیب عام میں لکھی تھی۔

الحمد لله حمده و مستعبه و مستغفوره و نو من به و نو كل عليه و يعود
بالله من شرور العتاة و من سببنا اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من
يضلله فلا هادي له. و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له.
و نشهد ان ميديا و نبيا مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه
و على آله و اصحابه و خرياته و اهل بيته اجمعين و من نعمهم يا حسن الى
يوم الدين و سلم تسليماً كثيراً كثيراً. اما بعد! اعوذ بالله من الشيطان
الرجيم. اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضى
نكم الا سلام دينا ما كان محمد ابداً احد من رجالكم و لكن رسول الله
و خاتم النبيين.

میرے عزیز بھائیو اور دوستو! اس موقع پر آپ نے بلا ضلالت، غلط فہمی اور تھکاوٹ کے ساتھ بہت سی تقریریں سنیں ہوں گے، میں ان تفصیلات میں نہیں جا سکتا، وقت کی کمی کی وجہ سے بھی اور عمر و صحت کے لحاظ سے بھی، اور اس سے بھی کہ بس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا، لیکن تاریخ کے یہ صرف ایک جانب علم بلکہ ایک مصنف اور تاریخ نام کے ایک واقعہ کار کی حیثیت سے بھی اور پھر اس کے ساتھ دنیا کے مختلف ممالک اور دنیا کے ایک چارے حصہ کی سیوریات کرنے والے ایک عالم کی حیثیت سے بھی آپ کے سامنے کچھ نسوسی باتیں رکھنا چاہتا ہوں، انہی باتیں جو اس موضوع پر فیصلہ کن ثابت ہوں گی۔

ایک تو یہ کہ ہم یہ آیتیں قرآن مجید میں پڑھتے ہیں، اور اللہ کی تعریف سے ایک روز ہمیں ان کے اجر ملے گا۔

۔ اور آیت ۱۰۰ کے تحت لکھا ہے کہ: "وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ إِلَّا بِخُفْيَةٍ مُنْمَوْنًا"۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔ اس آیت میں "وَلَا تَقْرَأُ" کے معنی ہیں "تلاوت نہ کرو"۔ "بِخُفْيَةٍ" کے معنی ہیں "چھپ کر"۔ "مُنْمَوْنًا" کے معنی ہیں "منہ ڈھانپ کر"۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔

اور آیت ۱۰۱ کے تحت لکھا ہے کہ: "وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ إِلَّا بِخُفْيَةٍ مُنْمَوْنًا"۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔ اس آیت میں "وَلَا تَقْرَأُ" کے معنی ہیں "تلاوت نہ کرو"۔ "بِخُفْيَةٍ" کے معنی ہیں "چھپ کر"۔ "مُنْمَوْنًا" کے معنی ہیں "منہ ڈھانپ کر"۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔

اس آیت سے اس صفت کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔ اس آیت میں "وَلَا تَقْرَأُ" کے معنی ہیں "تلاوت نہ کرو"۔ "بِخُفْيَةٍ" کے معنی ہیں "چھپ کر"۔ "مُنْمَوْنًا" کے معنی ہیں "منہ ڈھانپ کر"۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔

اس آیت سے اس صفت کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔ اس آیت میں "وَلَا تَقْرَأُ" کے معنی ہیں "تلاوت نہ کرو"۔ "بِخُفْيَةٍ" کے معنی ہیں "چھپ کر"۔ "مُنْمَوْنًا" کے معنی ہیں "منہ ڈھانپ کر"۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو اس کتاب کی تلاوت کرنی چاہیے کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے تم اپنے منہ کو ڈھانپ لو۔

رسالت و نبوت پر اس طرح ایمان کہ نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم ہے۔ نبوت کے ساتھ نبوت کی خاتمیت پر بھی ایمان، یہ وہی معمولی اور ملکی بات نہیں ہے دنیا میں کسی بھی امت کو یہ تشہید نہیں ملی۔

ہر مہذرت کے ساتھ آتے ہیں کہ کسی بھی نبی اور رسول ﷺ کی امت و (اور یہ ہم پر نبی و رسول کی رسالت و نبوت نے اقرار اور ان کے شرف و مراتب نے احاطہ فرما لیا ہے۔ ساتھ کہتے ہیں کہ وہ سب اللہ کے پیغمبر تھے اور رسول بنے تھے یا یہ شخصیت حاصل نہیں کہ یہ مدعی و مدعیات عقائد بھی ہو، وحدت الہی بھی ہو، انہیں علیٰ نبیوں، یہ امتیاز اللہ رب العالمین نے سرفراست فرمائی ہے۔ نبی و رسولی مطاعیا۔

آپ ﷺ کی کامطاعیاں ہیں، ہر مہذرت کا تاریخ کا فائدہ نہ خوب مطاعیاں ہیں، اور انہیں میں اپنے مہذرتی کاموں و تفصیلی کاموں میں زور و ضرورت تھی چنانچہ ذاتی بن، نام نے یہ صورت و حیثیت کی مستند تھا جس پر بھی آپ ﷺ نے انہیں کے کہ امت کی پوری تاریخ کا ہر ذریعہ تاریخ ہے، تفسیر و تفسیر کی تاریخ ہے، مشرق و مغرب کی تاریخ ہے، محبت و اختلاف کی تاریخ ہے۔ عقائد میں اختلاف، ارکان کے ادا کرنے میں اختلاف، یہ وہ ہیں آپ سے کہہ رہا ہوں، محض امت کے آپ فرما ہونے کے لئے نہیں، تاریخ و امت آپ کا مطالعہ رکھنے والے کی حیثیت سے، آپ بھی مطالعہ رکھنے اور تاریخ کی کتابیں پڑھئے۔ جہاں کتابیں پڑھئے انہیں کتابیں پڑھئے، انہیں آپ کی تاریخ کی ہے، تو ان مورخوں کو ان کا اثر اور اثر نہیں بلکہ اثر سے کوکالت پر، جو کہتے ہوئے ہمارے اسان مہذرتی کے ساتھ اس حقیقت کو پہچان کر رہے ہوئے آپ ﷺ میں نے، انہوں نے، آپ بھی اسلام سے پہلے کے مذاہب میں سے کوئی مذاہب نہیں ہے، ان میں سے واقف نہ ہوئے، انہیں تاریخ ایمان یہ ہو جائیں، انہیں وہ مذاہب ان کی کتابی دعویٰ تعلیمات کے مطابق صدیوں پہلے، ہزاروں صدیوں پہلے، انہیں مہذرتی تعلیمات صدیوں اور ہزاروں شعبہ پر نام لکھیں ہو گئے۔

ان مذاہب کی تاریخ ایمانی ہے کہ وہاں تمام نبوت کا اور تمام نبوت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا یہ کہیں نہیں ملتا کہ ان مذاہب و دینوں کا حق، مانتے ہیں اور ان پر وراہیقین رکھتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں، وہ بھی جہاں تک ہماری معلومات ہیں ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ نبی

دوسرے طبقے نے اپنی خالصیت کو تحریکوں سے محفوظ رکھا، انہوں نے کالونی نہیں دیا، کسی نے بھی یہاں نہیں جانا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منجانبہ نکال دیا۔

[illegible]

اس کی ذات کی وحدت کو پورے عالم کو چلانے والا وہی ہے، وہی ہے جو اس کائنات کو جو کائنات اس کے یقینہ اور است قدرت میں ہے، اور "انما امرہ اذا امرت بشئنا" ان يقول "لہ" کہن فیکون" ان سب کے باوجود یہی ایک چیز جو ابھی تک بنیادی اور اساسی عقائد پر، میں ان چیزوں کو نہیں کہتا جو کسی نے جیسے کہ ابھی آپ نے تقیم مئی اپنے کسی دنیاوی مفاد کے خاطر یا کسی رشوت کے نتیجہ میں یا کسی مفاد کے سلسلہ میں عزت و جاودہ کے سلسلہ میں پیدا کر دیا، دین میں وہ چیز بالکل نہیں چلنے پائی، مانتے تک وہیں بالکل صاف اور منطقی بھی موجود ہے، اور سب جانتے ہیں کہ گرنیت خراب نہیں ہے، اور خدا کا اگر خوف کسی بھی درجہ میں باقی ہے تو وہ بدعت و سنت کو سمجھتا ہے، کہ یہ سنت ہے اور یہ بدعت ہے، بدعت کو کوئی بھی سنت ثابت نہیں کر سکتا، معصیت کو کوئی بھی طاعت ثابت نہیں کر سکتا، شرک کو کوئی توحید ثابت نہیں کر سکتا، بولی اللہ کی رضا کا ایسا طریقہ جس میں رسم و رواج کی بڑائی ہو، دنیوی مفاد ہو، نہیں جانا، نہ سکتا، یہ کس بات کا نتیجہ ہے، یہ نتیجہ ہے تمام نبوت اور ختم نبوت کے احاطہ کا۔

آج آپ یورپ و امریکہ کے آخری سرے تک چلے جائیے، معذرت کے ساتھ کہتا ہوں، تم لوگوں کو اتنی سروسا جنت کا اتفاق ہوا ہوگا جتنا نہیں ہوگا اس میں ہماری قابلیت اور لیاقت کو غل نہیں، اللہ کا فضل و انعام ہے کہ تم سے کم عالم اسلام کو لے لیجئے، عالم غیر اسلامی کی بھی ہم نے خوب سیر کی ہے، یورپ و امریکہ اور افریقہ سب ہم نے دیکھتے ہیں، لیکن عالم اسلام کا کہہ سکتے ہیں، شاید ہی ہم سے سچ ہو، لیکن ہم یہاں سے مراکش تک جس کو عربی میں "مغرب اقصیٰ" کہتے ہیں (انچوائی مغربی کو نہ) اور صرف "مغرب اقصیٰ" مراکش تک ہی نہیں، وہاں کے آخری حصہ آخری سرانگ و جدہ تک میں گیا ہوں اور پھر اس کے بعد اور حجاز، شہرہ اور مصر قدر بھی چاہا ہے وہاں نمازیں بھی پڑھی ہیں، بزرگوں کے عزادات کی زیارت بھی کی ہے، وہاں خطابات بھی ہوئے ہیں، اس کے علاوہ عالم عربی کا کوئی ملک نہیں، جہاں میں نہیں گیا، عراق، شام، مصر، لیبیا، شرق اردن، ترکی، فلج کا علاقہ، اور صرف یہ ملک ہی نہیں شہر شہر گیا ہوں، لیکن کوئی جگہ ایسا نہ پائی جہاں دین کی بنیادی باتوں میں فرق ہے، یہاں دین کے ارکان کچھ ہوں وہاں کچھ ہوں نمازیں پڑھیں بھی، اور اللہ کی فضل سے پڑھائیں بھی، لیکن اس کے لئے ہمیں کوئی گناہ تک نہیں دی گئی کہ آپ نے نہ پڑھائے جا رہے ہیں، یہاں آپ کے ملک کی

اس کے بعد اب میں آپ سے ایک بات اور کہتا ہوں ایک مورخ کی حیثیت سے کہ اس مصلح کی این دور اس دنیوی و دینی ازمین کے خلاف دنیا میں خاص طور سے غیر اسلامی حلقوں میں، غیر اپنی مکتبہ میں، اور غیر اسلامی معاشرہ میں یہ بڑی تشویش رہی کہ اس دین میں اس طرح تبہ پھیل گیا جسے لوگوں کی آہائے اس کے لئے ان لوگوں نے جتن بھی کئے، نہ صرف اس سے کوئی قوم جو زیادہ بیدار و متحرک ہو رہی تھی، اور اسلام اور مسلمانوں سے اس کا واسطہ نہ تھا، نہ یہاں پر آپ اس کے لئے بڑی کوشش کی، کہ اس دین کی وحدت اور ہمسایہ سے اس کی ملکیت اور اہمیت کو ثابت کیا، تاہم بہت سے لوگوں میں بہت سی ایسی چیزیں رہی تھیں جن کی وجہ سے ان کی جان کا یہ نہیں سمجھا جاتا کہ یہ ثابت کر دیا جاتا کہ مسلمانوں کو اب کے پیچھے کچھ بھی، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، کام اور دینی بھی، سائنس سے پیچھے کوئی غیر اسلامی حدقت کام کر رہی تھی، جلیقہ اور حرج کے دھماکے نہ تھے، نہ پیچھے ایسا ہی تھا، اور یہ ثابت کر دینا کہ سب تو عالمی برطانیہ زیادہ ہے، میں اس کو سیدھے غلطوں میں کہوں گا کہ برطانیہ سائنس ہے، اور اسلام اب سے صاف سائنس کو جو جگہ ہے، میں اور میرا تمام حیرت برطانیہ کا "کوئی شک نہیں ہوا" ہے، یعنی سائنس میں خود کا شک نہیں ہوا، اس بات سے انکار یا تردید نہیں، اور وہ کہتے ہیں

"اس میں نے ہمارے خلاف اور اہمیت این نے خلاف اور برطانیہ کی مخالفت کے خلاف کوئی تردید اور دھماکے نہیں ہیں، اگر انہیں کوئی تردید جائے تو پھر اس امر میں پھر جائیں"

یہ سب بتا دی اور یہ سے ان بڑے کو اس میں ان کے شریک اور رفیق ہیں، ان کی زبانوں میں جو آپ کے اہل علم کے احترام میں دینی ہیں، اس میں آپ مدد دیتے ہیں سب سمجھتے ہیں۔

اور یہی تو یہاں تک تحقیق ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے پورا سامان نہیں مل سکا اور یہ کہ دس برس پہلے مرحوم نے جو کہ سنی القیدہ تھے، تہذیب کے قائل اور قادیان کے قائل تھے، ان کی والدہ حضرت سید احمد شہیدی، مرید تھے، اور ان کا نام سید احمد حضرت سید احمد شہیدی کے نام دینی ہی پر رکھا تھا، دس برس پہلے تھے کہ انہوں نے کہیں کہیں قادیانیت پر جرح کی، نتیجہ یہ تو اس پر ان کے پاس ہی وقت کے بعد ان کا خط آیا اور وہ یہ بہت دنوں تک سنی لڑاکہ کے

مرزا کا دم احمد کو تار بان سے کھڑا کیا اور ان کی پوچھ پر پستی حمایت کی۔

تو ایف بات تو یہ یاد رکھئے! کہ یہ جو دین صحیح شکل میں آج تک موجود ہے کہ آج آپ نے عشاء کی نماز پڑھ کر آئیں ہیں اس پر یہ ہے کل بھی اسی وقت نماز پڑھیں گے۔ آج جو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی ہے جو سجا کر امام نے مدینہ حیدر میں پڑھی ہے پھر مدینہ معظمہ میں پڑھی اور آج پڑھی جا رہی ہے یہ کس بات کا نتیجہ ہے یہ کسی ذہانت کا یہ کسی منسو یہ ہند کی کا یہ کسی اجتہاد کا اور کسی حق پرست؟ اور مافوق البشر اور مافوق الفطرت لیاقتوں و صدائیتوں کا نتیجہ نہیں، یہ نتیجہ ہے اور احسان ہے اور صرف اعلان حق نبوت کا اور تمام نبوت کا وہ نبوت ختم ہوئی۔ اب کسی نہ ضرورت نہیں کہ کہے کہ اب بہت دن ہو گئے ایک زمانہ بیت غیا۔ ان لئے اب عشاء کا وقت تبدیل ہو، کسی اور وقت نماز ہونی چاہئے۔ اور چار رکعت زیادہ ہیں۔ کیونکہ یہ اور بڑی معصروفت کا دور ہے۔ اور لوگوں کے اعتقاد و جوارح بھی اب ویسے نہیں رہے، ویسے پہلے لوگوں کے تھے۔ اب وہ رکعت پڑھی جانی چاہئے۔ کوئی کہے کہ اب وہ رکعت نہیں ہے کیونکہ یہ تو پیدراخ کرنے کے لئے تھی اب یہ کام ہو چکا یاد رکھئے۔ عالم اسلام کا بز سے بڑا مجتہد اور عالم مصلح اور رہنما مرکوی نہیں کہہ سکتا کہ ایسا ہونا چاہئے۔ یہ سب نتیجہ ہے ختم نبوت کا اس لئے ہم کو اس کو مضبوطی سے پکڑنا اور دانتوں سے دابنا چاہئے "عردۃ الوحی" بنا کر کے ہم اس پر قائم ہی نہ رہیں بلکہ ہمارے اندر اس سلسلے میں شدید غیرت پائی جاتی ہے، ختم نبوت کا دعویٰ کرنے کا کسی کو موقع نہ دیا جائے کسی کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس سلسلے میں دیکھو اور عمل اور ری ایکشن ہو تو پھر کسی کی جرأت میں نہ ہو، افسوس ہے کہ جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تو اس وقت دینی حیثیت و غیرت ہمارے اندر ایسی تھی جیسی ہوتی چاہئے تھی۔ ایسے لوگ بھی اٹھتے جا رہے تھے جو اس وقت اس کی زبان منہ سے کھینچ لیتے۔ بنیادی بات یہ کہ انگریزوں کی انہیں سرپرستی حاصل تھی۔ ہمارے جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے وہ سب انگریزوں کے سایہ تھے۔

اب میں زیادہ آپ کا وقت لیتا نہیں چاہتا۔ اور بات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کو اسلام کے لئے پھر سے سب سے بڑا خطرہ سمجھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ختم نبوت کے عقیدے میں ایک اطمینان ہے، ختم نبوت کا اعلان نہ ہونا تو آدمی آسمان کی طرف

و خیر، ہمارا کہ شاید پھر کوئی دینی آرمی ہو۔ کوئی روشنی طر پر ہو رہی ہو۔ پھر کوئی نئی آنے والا ہو۔ اور
جُز جلد لوگ بھی اسے ملاحظہ ہو گئے۔ اور لوگوں کو دعویٰ کرنے کا موقع ملا۔ لیکن ایسا اس لئے نہ
ہو گا کہ مسلمانوں کو جتنی بھی طور پر یہ نہ اور عقیدہ تھا۔

”اسووم اکملت لکم دینکم الخ“

خدا نے اقبال علیہ السلام سے اس سے پہلے ہی بات کہی ہے جو یہ کہ اسے یہ استفہام اور فلسفہ میں تو
اس نے رد کیا، بہت خوب بات ہی ایسی بات کہ اس کی شہرت میں ایک پوری کتاب لکھی
جاسکتی ہے۔ جب انہوں نے کہا ہے کہ دین و شریعت تو قائم ہے، آج اب مسلمانوں میں دین و شریعت کی
جو امرین و شریعت کا استمرار اور وجود ہے، وہ ہے کتاب و سنت، اس تک آج اب دین و سنت
کی دین باقی ہے، دین و شریعت باقی ہے۔ لیکن امت کی یہ نعم نبوت کے عقیدے سے ہے۔
امت امت اس وقت تک ہے جب تک کہ نعم نبوت کا عقیدہ موجود ہے۔ نعم نبوت کا عقیدہ
نہیں رہا تو یہ امت امت نہیں۔ پھر امت نہیں انہیں نہیں ہے۔ انہیں بھی کیا کروہ جانتیں
نہیں تھی۔ اور عیسائی تہاشہ یہ بات کہ آج کوئی اس کو نہ میں نعمت کا دعویٰ کر رہا ہے، کوئی یہ کہہ رہا
ہے کہ میرے پاس برادری کی قرین ہے، کوئی بارگزار ہے، میرے پاس ہندی اور گھڑ پڑی
میں بارہی داری کی قوت ہے، میرے پاس تم کہ ایک شہر سے لگتی ہو، کے مجموعہ اربو سکتے ہیں۔ اس
میں مناسبت چل جائے گی، کسی کا دعویٰ زیادہ بڑھتا ہے کسی کے دعویٰ پر نکتے آئیہ لوگ
ہیکے کہتے ہیں اس کے نتیجے میں ہماری تو مائیاں، ہماری طاقت اور۔۔۔ مارا امن و راسخ،
ہماری ذہنی نصرت و بریت، ہمارا اپنی فکر و عمل، بچے تھیں، کے بچے دین کی نعمت و دین کے
اور دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں نکلنے کے وہی خود سائنس تعلیمات کی اشاعت اور اپنے
جائے ہوئے دین کی محبت میں نہیں تھی۔

امت محمدیہ کی بقا ختم نبوت پر ہے

الحمد لله وحده وسبحه ونستعينه ونستعينه ونستعينه ونستعينه
 بالله من شرور انفسنا ومن سبائنا انفسنا من بعده الله فلا مضل له ومن
 يصنله فلا هادي له. وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له
 ونشهد ان سيدنا وسيدنا مولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه
 وعلى آله وصحبه وذراريه واهل بيته اجمعين ومن تبعهم باحسان تلي
 يوم الدين وسلم تسليماً كثيراً. اما بعد!

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا، یہ جگہ جس میں اسے مختلف قسم کے
 مذاہب اور ایسی عقلمند شخصیتیں اور مختلف عالم اسلام کی نمائندگی شریک ہوئے ہیں، یہ جگہ
 بروقت مکی، مدینہ اور یروشلم مکی اور ہائے حقیقت میں رہیں گے، اے دوست مسلمانو! ا
 طریقہ پر سنا ہے وہ دعوے ثابت ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے بحمل هذا العلم من كل
 حبل عدو له بفحون عنه امتها من المصلين وناويل النجاسين، و تحريف الغالين
 یہ مجازاً الفاظ ایک ہی سنی کہہ سکتا تھا، خدا تعالیٰ اس میں کوئی شک نہیں چاہئے، انجیل اور انجیلیوں
 باطل کے دعوے سننے کے ہم نبی ہیں، ہم یہودی ہیں، ہم مسیحی ہیں اور تاویل کیا میں اور جہاں
 کی تاویل سے امر از تعریف الغالین، مخلوق نہ وہی تعریف سے یہ الفاظ نبی کے، کوئی نہیں کہہ
 سکتا، نہ وہی بڑے سے بڑا اور رخ کبر نہ سکتا ہے نہ کوئی بڑے سے بڑے دین کا سربراہ نہ سکتا ہے، کسی
 پورے مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس مذاہب کو اپنے فتنے پیش آئے اور ایسی، زور نشین پیش آئی
 ہیں، یہ تو انجیل اور انجیلیوں کے دعوے کی کیا کہہ سکتی ہیں، ہم مسیحی ہیں، ہم
 خدا کی طرف سے، ہماریس، ہم پھر جہاں کی کاویں اور مخلوق مسلمانوں کی تعریف ہے۔

اس موقع پر مولانا نے علامہ اقبال کا ایک مقولہ سنایا جو جرت ہوئی ہے کہ ان کی زبان
 سے کیسے بگھا، یہ تو بڑے سے بڑا، شکستہ، اسلمانی زبان سے نکلنے والی چیز تھی، اما، اما، اسلمانی

یہ ایک مندرجہ ذیل ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بیان ہے کہ کوئی قلوب نہ ہو کہ اس نے یہ دیکھ لیا کہ دین کی بظاہر میں کچھ عقل پر کام دینا دین و شریعت کا باقی رہتا ہے۔ کتاب و سنت کے ساتھ جو خطا ہے مگر امت کی ہر ذرا اور ہر ذرا سے ہے۔ اسے نبوت کا عقیدہ نہیں آتا۔ امت باقی نہیں اورین تو باقی رہے گا۔ کتاب و سنت میں اب کوئی تحریف نہیں ہو سکتی۔ کتاب و سنت الہی ہے اور انہیں ہے۔ ان کے لئے اسلام کے لئے اب کوئی خطا و باقی نہیں اور انہیں ہر ذرا و العباد کا یہ کتاب کا ہے۔ کتاب کا وہی ہے۔ اس کو دیکھ لیتے اس میں ایک ایک کوئی چیز اور انہیں میں اور کچھ مسائل کے بارے میں اس کے کتب کا یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب اور پھر استنبول کے اسلامی سب ناس کا یا بہت تو ہیں اب تک۔ ان کے اپنی انہی شکل میں باقی رہنے کا سوال ہے اس کے لئے کوئی خطا نہیں ہے اس لئے کہ کتاب و سنت کا خطا ہے۔ کوئی تاویل نہیں تحریف نہیں کتاب اللہ میں آج تک نہ تحریف ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس کی کامیابی میں کوئی اندیشہ ہے۔ وہ ان کی ہر ذرا سے سات کو دیکھ لیتے ہیں اس سے دیکھ لیتے ہیں حدیث کی کتابوں اور کچھ لیتے ہیں ایک پر انہیں صرف حدیث کا یہ ہے۔

لیکن جو خطہ و امت نے لئے بحیثیت امت کے ہے۔ امت کے صاحب پر عام امت کے اور نبوت اور حدیث کے ہے۔ یہ ختم نبوت، امت کی بحیثیت سے باقی رہتا ہے۔ امت کے لئے شریعتی ہے عقیدہ ختم نبوت ہے۔ ساتھ ساتھ نبوت کا عقیدہ موجود ہے۔ تو پھر یہ امت اپنی شکل میں وجود ہے۔ اپنی ملکیت کے ساتھ آفاقیت کے ساتھ اپنے دوام کے ساتھ اور اپنے عقیدہ کے ساتھ اور اپنے پیغام کے ساتھ۔ لیکن خدا ان کو اسے ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تو پھر ختم نبوت میں نبوت کھڑے ہوں گے جس نے براہ راست انہیں نبوت کی کتابیں پڑھی ہیں ان میں یا دوسری نے انہیں جس سبب سے ہے۔ فاضل نے اور دوسروں نے انہیں کہ قرآن و حدیث اور نبوت کے رسالت سے پہلے کے بھی ملے۔ پادری سر پیکر کر رہے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ ختم نبوت کے حقیقی یہ ہے کہ یہاں ایک کھڑا ہوتا ہے کہ ہم نے جس ایک وہاں کھڑا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جس کس کس کا مقابلہ کریں۔ کہیں کہیں دوسری اس طرح ہم اس عالم آتش فتنہ کا مقابلہ کریں۔

امت کا باقی رہتا ہے شریعت کا ہے ختم نبوت کے عقیدہ کے لئے یہ اذان۔ اذان نہ رہے

وہی طرف سے یہ موقع بھی دور ہوا ہے وقت کی ایک ضرورت بھی ہے میں نے ذہب" انقلابی واقعات یہ "نکھی تو اس وقت میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت مرزا صاحب موبوٹس تھے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے بیٹے۔ مرزا بشیر اندین محمود جو تھے ان میں نے یہ کتاب انور سے لکھی اور اس پر لکھا کہ "حقہ اللہ و حقہ" کے جواب میں، تاخیر فی معذرت کے ساتھ کہ وہ بہت پہلے کی بات ہے۔ مگر ان کے بعد میں جواب دے رہا ہوں، الحمد للہ وہ کتاب بہت مقبول ہوئی مگر حال میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، اپنے ساتھیوں کو کہ آج آپ نے ایک وقت میں ایک جگہ پر وقت مبارک نکلیں، لکھیں، جاننا، عام کے اسٹوڈنٹس دیکھیں اور میں سفائی سے عرض کرتا ہوں کہ جو کہ کلمہ بھی یہاں آئیں، آپ نے شہداء کو حرم کا تختہ آگیا، مگر بن شیخ احمد وہاں کے سب سے بڑے ماسٹر محمد بن عبداللہ اسسین، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں بڑے حلقہ بنائے، اور اس وقت تشریف لے گئے ہیں۔ اور ان وقت میں وہی سند، جس میں نے عرض کر دیا تھا کہ ان کی موجودگی میں کسی کو سند دینا کہ ہتھیار نہیں ملتا اس کا اعلان ہو گیا، یہ حال وہ معونی طور پر ہر قدر کی ضرورت اور حواس سے اس وقت ضروری ہیں۔

فی ظن منہم انہی (بیت نقہات) نے امام شیخ محمد اسحاقؑ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ یہی اس اجلاس کی ایک خصوصیت ہے کہ بیت امداد الحیاء اور مسجد انہی کے امام، انہوں نے آئندہ جہان میں و اللہ الحمد

ختم نبوت انعام خداوندی اور امت اسلامیہ کا امتیاز ہے

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين خاتم
النبيين محمد وآله وصحبه اجمعين

ختم نبوت انعام خداوندی اور ملت اسلامیہ کا امتیاز ہے:
یہ عقیدہ کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری پیغمبر اور خاتم النبیین
ہیں اور یہ کہ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے، ایک انعام خداوندی اور
مہبت الہی ہے، جس کو خدا نے اس امت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔
اس سلسلہ میں ایک واضح اور صریح اعلان قرآن مجید کی منسلک آیت ہے:
”ما کان محمد ابداً احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں اور
(سب) نبیوں کے ختم پر ہیں۔“

خاتم اور خاتمہ دونوں کے ہی الٹ میں آ کر آتے ہیں:
خاتمہم وخاتمهم ای آخرهم (لسان العرب)
خاتم النبیین ای آخرهم (ناج العروس فی شرح القاموس)
خاتم النبيين وخاتم النبيين لانه ختم النبوة ای تمہا بمعینہ (مفردات
راغب اصفہانی)

هو النبي ختم النبوة بمعينه	(ناج العروس)
خاتم النبيين ای آخر الانبياء	(کشاف)
والمعنى انه لا نبي احد بعده	(بحر)
خاتم النبيين بفتح التاء ای آخرهم	(معالم التنزيل)

هذه الآية نص في أنه لا نبي بعده وبذلك وردت الأحاديث العواترة

عن رسول اللہ عن جماعة من الصحابة (تفسیر ابن کثیر)

تہذیب نبویؐ یعنی اہل بیت علیہم السلام کا تہذیب کا ہونا کا اہمیت کا اظہار ہے۔ اور یہ
وجہ تہذیب کا اب بھی قابل ہے، اہل بیت علیہم السلام نے تہذیب نبویؐ سے گرجھا کر امت سے رشتہ
جدا کر دیا ہے۔

لفظ خاتم میں دو قرأتیں ہیں۔ امام حسن اور عاصم کی قرأت خاتم یقیناً ہے۔ بنا اور اسے
امت قرأت خاتم یکسر اللہ پڑھتے ہیں۔ حاصل معنی وہاں کا ایک ہی ہے یعنی انبیاء کو ختم
کرنے والے، کیونکہ خاتم خواہ جسے اللہ دیا یا اللہ دونوں نے معنی آخرت ہی ہے۔ اس میں اور
میرے معنی میں بھی یہ دونوں غلط استعمال ہوتے ہیں اور نتیجہ دور سے معنی کا بھی وہی آخرت
معنی ہوتا ہے۔ میرے کیونکہ کسی چیز پر بند کرنے کے لئے آخرت ہی میں آتی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ تم انہیں ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ ﷺ کے بعد کسی
نبی کا دنیا میں نہ ہونا اور برحق نبوت کا کافر و کاذب ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرام
سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع اتفاق رہا ہے۔

ایک یوہودی عالم نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس پر بڑے رشک حسرت کا اظہار کیا اور کہا
کہ قرآن کی ایک آیت ہے جس کو آپ ﷺ لوٹ پڑھتے رہتے ہیں، اگر وہ ہم یہودیوں کی
کتاب میں نازل ہوتی، تو ہم اس سے متعلق ہوتی تو وہ ہم اس دن کو جس میں یہ آیت نازل
ہوتی ہے۔ اپنے قومی تہوار اور عید جشن بنائیتے اس کی مراد اور مانگو کی اس آیت:

اليوم اكملت لكم دينكم و رضيت لكم

الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور
تمہارے لئے دین صرف اسلام کو منظور فرما کر رضی ہو چکا ہوں۔

سے بھی جس میں ختم نبوت اور تکمیل نعمت کا اعلان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
اس نعمت کی جہالت و عظمت اور اس اعلان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ میں
نہیں سننے کو ہم مسرت اور تمہارے کی ضرورت نہیں۔ یہ آیت خود ایسے موقع پر نازل ہوئی ہے جو
اسلام میں ایک عظیم الشان اجتماع اور عبادت کا دن ہے۔ اس موقع پر دو عیدیں جمع تھیں۔ عید

جملہ سادوں کی سادشوں کا چکر ہوتے۔ یہ چاہیے۔

بلکہ نے۔ یہی روشنی میں یہودیت و مسیحیت کی تاریخ پر، راستہ پر چمکی شروعات کی تو اس نے دیکھا کہ یہودی اور مسیحی علماء و پڑکڑ (اور اسی میں مبالغہ و غلط بیانی نہیں) کہہ رہے ہیں اور اس پر یحییٰ کا اظہار ضرور ہے ہیں، کہ ہم کیا کریں؟ عجیب مصیبت ہے روزِ قیامت یہودی نبوت پر، اور یہ ہے امرِ موسیقی و کاذب نبوت کرنے کے لئے کوئی پیمانہ چاہئے اور وہ بھی ایسا ہو چاہئے کہ یہودیوں کی سمجھ میں آئے، اور ان کی طاقت اور بانہتوں میں صرف یہودی ہے کہ ہم یہ نبوت کریں کہ فلاں یعنی یہودی نبوت ہے، فلاں وہاں و کذب ہے، صدیقیوں تک یہودی اور مسیحی دنیا میں آڑاں میں مبتلا رہے ہیں۔

یہاں مسیحی یہودی و مسیحی مآخذ کے صرف دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔ امریکی برطانوی میونسپل ہسپتالک موسائیک کا ایک فاضل رکن (ALBERT M. SAYMONSON) ایبرٹ ایم سیمسن انسٹیٹیوٹ میں مذہب و تعلق "میں لکھتے ہیں۔

"یہودی قومیت کی آزادی سب سے پہلے کے بعد پہلی چند صدیوں تک بہت سے خود ساختہ مسیحیوں کا ذکر یہودی تاریخ میں ملتا ہے، اور ان کی کہیں، ایک قرینہ، انہوں میں اسید اور خوشخبری کے یہ پیغام پر خود ساختہ قاعدہ بنی مہیبت سے یہود کو ان کے دُشمنوں اور جہوں سے ان کے آباء و جد، نکال باہر کئے گئے تھے، اور پھر لے جانے کی امیدیں دلاتے رہتے تھے، اکثر اوقات وہ خصوصاً قدیم زمانہ میں اپنے "مسیح" ان مقامات پر اور ایسے زمانہ میں پیدا ہوتے تھے، جہاں یہودی پر ظلم، ستم اور کینچ جاتا تھا، اور اس کے خلاف بغاوت کے آنا، پیدا ہوتے تھے، اس قسم کی تحریکیں موناکیاں قومیت کی نام نہاد اسرائیلی تھیں، خصوصاً بعد کے زمانہ میں تو شریکِ تحریر ایک کامیاب رہ گیا تھا، اگرچہ یہ تحریکیں مزید ترقی نہ کر سکیں، اور اسرائیلی تھیں، لیکن اکثر ان کے پانی یہ عات کو فروغ دے کر اپنی یہ دت کا دائرہ اور اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، انہیں نے قیامت میں یہودیت کی اصل تعلیمات کو بہت نقصان پہنچا تھا، انہیں نے غرقِ غم مینے اور پھر با آ خر یہ مہیبت یا اسلام میں ضم ہو جاتے تھے۔"

"ان جھوٹے نبیوں کے ظہور نے یہود اور ان کی تعلیمات (SUPERIOR WISDOM) کے مدعی ہوتے تھے بہت بعد سے ان کی پیروی اور کلیسوں اور ان کے رہنماؤں کو اس

خطرہ کا احساس دل یا جوان کی فطرت و تہذیب کے گرومنڈ لارہا تھا۔ تاہم ابھی کوئی ایسا سادہ جی طریقہ وجود میں نہیں آیا تھا جو ہونا چاہیے تھا۔ اور ان مباحثوں کا زور بھی کمتر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ انہیں یہ دعویٰ تھا کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے اور ان پر ہر چیز کی اپنی وارہائے مہربانیت مختلف کرتا ہے۔ ابھی تک ایسا کوئی معیار نہیں دریافت ہو پایا تھا جس نے ذرا جوان کے میان روں نیت کی صداقت کا امتحان کیا یا سکا۔

والو المذات عموماً فی صائر الامہات مطلقہ کس او عبور
معلقات وال کات حلقہ صفہ الرضاع اخص مستحقہ بضاهر الایۃ ۱۰
شریعت اسلامی کے یہ قوانین کوئی دفعہ چھپے نہیں ہیں، بلکہ قوانین شریعت سے تعموری اور واقفیت رکھنے والا ابھی انہیں جانتا ہے۔ پھر معصوم نہیں کیوں ورنہ اسباب و مصائب کیا بنا رہے۔ عدالت کے موجود فیصلے و شریعت کی بنیادست "نار" یاں مول کوہ کے نفاذ کی طرف ایک قدم آگیا۔ دیہ پر رہا۔ اب کہنے کی بجائے اس کی شریعت سے جہالت یہ عدالت کا شریعت سے اپنے کے مایوس اور چھپے بھی کر رہے ہیں۔

یہ کہنا یہ بھی نہیں ہے کہ یہ قوانین صرف فطری حقیقتوں میں سے ہیں، اور وہ بدلتی یا متغیر ہیں اور علاقائی و گھرانہ بنائوں میں بدلتی ہیں، کیونکہ مسلم پریش اور بنائے قیام کے بعد سے وہ بدلتی بدلتی میں نہیں مختلف مسم صقوں والا ہے۔ تاہم طور سے پورے کی طرف سے مختلف بنائے ان کے انھوں میں شریعت کو نہیں نے بعد پریش (اسلام کے عالمی نظام) اپنا حق تعالیٰ کے شریعت سے چکا ہے کہ ہم ان کے کسی جوہر کے حقیقت کے لئے ناواقف رہنے کا کوئی معقولہ عذر ہائی نہیں رہا ہے۔ اور بعد کے قسم سے ان کے میں ایک شخص کتاب "و شری مسائل" (جس نے تصنیف و ترجمہ سے زیادہ اپنے میں شائع کیے تھے) میں (پہلے) اور (پہلے) میں "مسم پریش" (۱۱) اور عدالت کے حقوق بھی ہے۔ نیز تقریباً تصنیف و ترجمہ میں ان کے مختلف مؤقر برائے رسائل میں اس موضوع پر شائع ہو چکے ہیں جن میں فقہانہ مشہورہ و مؤقر اخبار قومی و دار بھی شامل ہے۔ قومی و دار ۱۱ جولائی ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں ایڈیٹر کے والے صفحہ پر بدلتی یا یورقارہ مول کوہ و مسم پریش کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اس کا

ایک آفتاب سے ملاحظہ ہو۔

”شوہر سے ملاحدتی کے بعد بھی، اگر وہ طلاق کے ذریعہ ہوتی ہے تو جو مرد سنگ (عدت کے دور میں) مفقود شوہر پر ہی رہتا ہے، اگر طلاق دینے والے شوہر سے ملحقہ کے بیٹے بھی ہیں تو جب تک وہ وہاں رہے، پچھلے شوہر کی وارثی دیکھائی کے لئے وہیں کے تھانہ رہیں گے۔ اس وقت تک یہ صرف ان بچوں کا بلکہ انہیں دودھ پلانے (اور نگرانی کی طرف سے پندرہ سہ ماہی) اس مطلقہ کا پورا خرچہ بھی اسی (طلاق دینے والے) پر رہے گا۔ یہیں سے اس پر وہ پکندہ کی تردید ہی نکل آتی ہے کہ ”مطلقہ عورت بچوں کو لئے ماری ماری چرتی ہے۔ ہاں قانون شریعت سے ناواقفیت یا بے فہمی کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہو جائے تو اس میں قانون شریعت کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔“

یہ مضمون انسانہ کے ساتھ ”تقسیم بیعت“ میں بھی شائع ہوا اور ملک کے ائمہ، ماسک و انبساط میں نقل ہوا۔ (مثلاً ”مال“ ”بانی“ ”نئی دہلی میں“ اور ”مال“ ”بھوپال“ ”غریب“ ”پھلواری“ ”ٹریف“ ”پنہ“ ”ہمال“ ”ان“ ”آ“ ”مرد وغیرہ میں شائع ہوا اور اس پمفلٹ کی شکل میں شائع کر کے مختلف مجالس و اجتماعات میں تقسیم کیا گیا (جن میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اندرون والے بعض اہم اجتماعات خصوصاً دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ”مجلس مشعل“ ”پرنسپل“ کی ”مجلس عالمہ“ وغیرہ بھی شامل ہیں۔) نیز بیعت سے لوگوں کو ڈانٹ سے بھیج دیا۔

ماہہ انہیں آخر یہاں رہی حالت۔ (جس میں امارت شریعہ بہار، اڑیسہ کاٹھیاواں حصہ)۔ (مسلم پرنسپل، یعنی شریعت کے عائلی قوانین کے خلاف پروجیکٹڈ کے بازار گرم ہونے کے بعد سے۔) اسلامی عائلی قوانین کے تعارف اور اس پروجیکٹڈ کے توڑنے کے لئے بہادر خیری، قمری، خوشامیں، نور علی، جن کے ان کے باوجود علماء کو یہ مایوس رہا کہ ”انہوں نے عموماً کوہ اوقاف رکھا“ یا تو نہ واقفیت پڑتی ہے یا پھر علم کو الزام دینے کے ”فیشن“ کی پیروی ہے، جو آج کل۔ ونچسپ مشغلہ کے طور پر۔ بعض حلقوں میں رہا ہے۔

”قادیانیت“ کا وجود اور اس کا اصل محرک و سرپرست

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين. املأ بعد.

علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے نظریوں سے وجود میں آئی ہے صورت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے دہائیوں میں ہندوستان کے مشہور و معروف مجاہد حضرت سید احمد شہید (۱۲۳۶ھ تا ۱۸۳۰ء) نے جہاد کی تحریک چلائی اس سے مسلمانوں میں جہاد اور قربانی کی آگ بھڑک اٹھی، ان کے پیروں میں اسلامی شجاعت و حوصلہ مندی موجزن ہو گئی اور وہ ہزاروں کی تعداد میں سرخسلیوں پر لئے ہوئے اس تحریک کے بھندے کے نیچے نچے ہو گئے، جس کی سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پریشانی اور تشویش کا باعث بنیں۔

معتمد تاریخی روایات اور معاصر باخبر شخصیتوں کی شہادت ہے کہ سید احمد شہید کے ہاتھ بخت و توبہ کرنے والوں کی تعداد ۳۰ لاکھ تھی اور ان کے ہاتھ پر سہم قبول کرنے والوں کی تعداد ۴۰ ہزار تک پہنچتی ہے، یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم ہونے کے خطرہ کا سب سے پہلے احساس (سلطان ٹیپو شہید ۱۲۱۳ھ تا ۱۷۹۹ء کے بعد) انہیں کو اور ان کی جماعت کو ہوا ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ سے (جس کو غور سے تعبیر کیا جاتا ہے) بہت پہلے ان کو اس خطرہ کا مدد ملنے کرنے اور ملک کو اس سے بچانے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ انہوں نے اس وقت کے جہاد لہجہ کو ایسا دہشت راؤ سندھیا اور ان کی وزیر ہندو راؤ کو جو خط لکھا اس میں صاف طور پر تحریر فرمایا۔

”یہ بیگانگان، بعید الوطن و تاجران متاع فردوس“ ہمارے ملک پر قابض ہیں۔ ہمارے اپنے ہیں، آئیے ہم آپ مل کر ان کا مقابلہ کریں اور ملک کو اس خطرہ سے محفوظ کریں پھر بعد میں دیکھا جائے گا کہ وہ ان ہی دہشت رازیوں کے سپرد ہو جائے اور کس کو کیا اختیار دیا جائے۔“

انگریز ہی اقتدار کا مقابلہ کرنے میں بھی بہت بڑا ہاتھ ان کی جاسمت کے بچہ پر جی ہا تھا۔
واقفین جانتے ہیں کہ اس ہیئت سے عقیدہ کی صحیح، توحید خالص، اتباع سنت عمل
پائش دیت اور تہذیب نفس کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ اور غرض تھی واضح و باریک و طاقت و طریقہ
پر پیدا ہوتا تھا۔

ان کے ذہنی مثالی اور ثبوت یہ ہے کہ بہادر شاہ ظفر کے افواج نے کئی نذر جہل بخت خانی
جن نے سپر انساس طور پر انگریز کی افواج سے ہٹل اور مقابلہ کی آواز داری تھی، نتیجے میں کہ میں
دب سید صاحب کے مشہور اور مجلس اللہ و خلیفہ سادو کا کرمست علی جو پوری سے بیعت دوات
انہوں نے بیعت کے دوران بھگت یہ وعدہ بھی کیا کہ میں افواج سے جنگ بھی نہ کروں گا۔

بندوستان میں توفیق انگریز ہی اقتدار کے اس جماعت کے مجاہدین سے خوف و اضطراب
انہ انہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۸۵۷-۵۸ء کو اپنا بلعدت میں انگریز جج ایڈورڈ اس نے موانع
علی تعلیم، باوقی، دانا احمد اللہ عظیم آبادی، دلوکی محمد ظفر تھاکر می اور مولانا مہدی الرحمن سادو
پوری کو حکومت انگریز کے خلاف سازش اور جدوجہد کی بنا پر پھانسی دے دیے جانے کا حکم سنایا۔
میں یہ حکم سن کر ان کے پیروں پر لہجہ سرت ظاہر ہوئی۔ مجمع دیکھ کر تہان، دہلیا، جب آپ
انگریز افسر نے اس کی پیوریانٹ کی اور چاکہ "میں نے آج تک ایسے مظفر نہیں دیکھے کہ چہائی
کا حکم سنایا جانے اور پھانسی پانے والے ایسے خوش اور مطمئن ہوں۔" اس پر مولوی محمد ظفر
صاحب نے جواب دیا کہ ہمیں اس کی خوشی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شہادت کی نعمت
نصیب فرمائی، ہم بے چاروں کو اس کا مزہ کیوں مضمون "اور سے زوڑوں ملزموں نے بھی اسی سرت
کا اظہار کیا پھانسی گھر میں بھی ان چاروں ملزموں کے سرت و بیانات کا بھی بیان تھا۔

انگریز ان قیدیوں نے سرور و نشاط کو دیکھ کر خیریت میں چڑھاتے، داران سے پوچھتے کہ تم
موت کے دروازہ پہنچے ہو اور پھر ان میں تم کو پھانسی ہونے والی ہے لیکن تمہارے اوپر اس کا کوئی
اثر نہ ہو نہیں دوتا، وہ جواب دیتے ہیں کہ اس شہادت فی حدیث جس کے نہ کوئی فوت،
سعادت نہیں، یہ حضرات کچھ عرصہ پھانسی گھر میں رہے اور انگریز حکام کے لئے یہ مسئلہ ایک
معدنہ بن گیا، بلکہ تحریک ان انباء کا مرکز و نقطہ (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) ہٹل میں آیا اور اس نے
ان جیوں کو خطاب کر کے کہا:-

”اے یہ خیوا جو نیکو نام چھانسی کے خواہش مند ہوا اور اس کو راؤ خدا میں شہادت دیتے ہو اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنی دلی مراد کو پسینہ اور خوشی سے ہم کنار ہو، اس لئے ہم چھانسی کا حکم تہذیبی کر کے تم کو جزائر اٹلانٹک میں عرقید (جس دوام بعد رو یاے شور) کی سزا دیتے ہیں۔“

مولانا یحییٰ علی نے چار سال کے بعد جزائر انڈمان کے پورٹ طبر میں وفات پائی۔

مولوی محمد یحضر تھانی سری ۱۸ سال قید با مشقت کے بعد رہا ہوئے مولانا احمد اللہ صاحب رہا ہو کر ہندوستان آئے۔

اور کچھ عرصہ کے بعد سوڈان میں شیخ محمد احمد سوانہ افی نے جہاد اور مبداءیت کا نعرہ بلند کیا جس سے سوڈان میں برطانیہ کا اقتدار لرزن میں آیا۔ اس کو معلوم تھا کہ یہ جنگاری اگر بزرگ اٹھی تو قابو میں نہیں آئے گی اور پھر سید جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد اسلامی کو اس نے پھیلانے اور مسلمانوں میں قبول ہوتے دیکھا، اگر بڑی حکومت نے اس سب خطرات کو محسوس کیا، اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے، دین ہی ان کا کما ہے اور دین ہی ان کا نہیں ختم کر سکتا ہے لہذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد پر اور ان کی دینی سیادت پر ترقی پورا جائے۔ مسلمانوں کے مزاج میں دُخو حاصل کرنے کے لئے دین کے سوا کوئی ذریعہ نہیں۔

اس مقصد کے لئے برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے ذریعہ سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ ان کی حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا ستون بن جائے کہ پھر دیگر بڑوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے یہ حربہ تھا جو برطانوی حکومت نے اختیار کیا کیوں کہ مسلمانوں کا مزاج بدلنے کے لئے کوئی حربہ اس سے زیادہ کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔

مرزا احماد احمد تودینا، جو دینی انتشار کے مریض تھے اور بڑی شدت سے اپنے دل

(۱) اس شخص میں چنانچہ ایسی چیزیں ایک وقت میں جمع ہوئیں کہ ان کی بنا پر یہ فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ ان میں اہم ترین اور حقیقی سبب کس پر دریا جائے جس نے ان سے یہ ساری رکات مڑ کر وائیں (۲) ان کی دینداری کے منصب پر پہنچانے اور ان کے ذہن سے جو سہ و سہم صاف پائی پھیلا جائے (۳) ان کے لیے ایسے ایسے بار بار تذکرے ان کی ہمت میں سے تھکن ان کے سامنے دلوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں (۴) ہم دینی و دینی کے سیاسی و فرائض و مفادات اور مرکار و گریز کی خدمت کر رہی تھیں۔

میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کے بانی بنیں، ان کے ہاتھ چھین اور وہ فتنیں بوس
 و تاراج میں نہ کاویں۔ اسی نام پر مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگریزوں کو اس کام
 کے لئے سبوتاژ ٹھیکس نظر آئے اور کوہ انہیں ان کی شخصیت میں ایک اہمیت ملے گی۔ انہوں نے
 انگریزوں کے لئے مسئلہ نور میں کام کرے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی تیزی سے کام لینا شروع
 کیا۔ پہلے منصف تھپہ پکا، یعنی کیا پھر ترقی کر کے امام مہدی بن گئے کچھ دنوں بعد انہوں نے
 سوچا۔ جو ان کی شہادت دی جائے، انہوں نے خرابا، نبوت کا تخت چھوڑ دیا، اور انگریزوں نے جو چاہا وہ ہو گیا۔
 ہو گیا۔

ان بزرگ نے پانچ سو بڑی ٹولیاں سے ڈاکو اور بنگلہ خانیوں میں خرید کر پڑائی
 میں کوئی کمی نہیں تھی، اس کی حفاظت بھی تھی اور ہر طرف کی سہولتیں اس کا ہتھکنڈا بن چکی تھیں۔ مرزا
 صاحب نے بھی کچھ غصہ کیا، ان اسباب کو فراموش نہیں کیا، اور بیٹھ دو اس بات کے
 اعتراض کرتے کہ ان کا نمودیر حانیہ مطلقاً ہر بین منت ہے، چنانچہ اپنی ایک تحریر میں خود کو صوبہ
 برطانیہ کا "خودکاش" قرار دیا ہے۔ اس در خواست میں جو لکھتے "اور پانچ سو" ۱۸۹۸ء میں پیش کی گئی تھی۔

"یہ اتنا ہے کہ سرکار دولت دار یہ خاندان کی نسبت جس کو پانچ سو سال کے
 متواتر تجربہ سے ایک دفعہ اور ہاتھ خاندان ملائے کر چکی اور ان کی نسبت کو خدمت مایہ نے
 معزز خانہ نے بیحد مستخدم رائے سے اپنی حیثیت میں یہ کوئی دلی ہے کہ یہ قدر بھر
 انگریزوں کی خیر خواہ اور خدمت گزار ہے۔ اس خودکاش پر جوئی نسبت نہایت حیرت انگیز اور
 تحقیق و قیاس سے کام لے۔ اور سچے سچے حکام کو شہداء فرمائیے کہ وہ بھی اس خاندان کی خدمت
 شدہ و فادہ دہی اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر شک و شبہ اور میری ہمت و حمایت اور مصروفی کی نظر سے
 بے جا ہیں۔"

اور ایک جگہ اپنی نگاہوں اور خدمت گزاروں کو جانتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میری عمر کا اکثر حصہ میں اس خدمت گریز کی تھی تاہم اور ہمت میں گزارا ہے اور میں نے
 ممانعت نہ کیا اور انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں میں قدر سناؤں تکمیلی ہیں اور اشتہار شائع کئے
 ہیں۔ اگر وہ مسائل اور کتابیں سمجھا کی باتیں تو چھپیں ممانعت ان سے بھر سکتی ہیں میں نے

ایک کتابوں کو تمام حربہ پورے طور پر شرمندہ کر کے مل اور وہ صفت کے پختہ کر کے۔"

ایک دوسری چیز تھکتے ہیں۔

”میں ابتدائی عمر میں اس وقت تک بڑا خیر پالنا نہ ہو سکی کہ چار بیویاں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں۔ یہ کہ سہاراؤں کے ہاں یہ تو رہنمائی کی پہلی عہدہ اور خیر خواہی اور تہذیب کی طرف پھیر دیوں اور ان کے انہیں ہم قوموں کے ہاں سے نہ خیراں ”بہار“ وغیرہ کو دور کر دوں، جو ان کی دین سنائی اور ان کے حقائق سے روکتے ہیں۔“

اور اسی وقت سے میرے آگے چل کر تھکتے ہیں کہ۔

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھتے جائیں گے، اُن کے لئے خدا جہاد کے معنی سمجھ لے دوئے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیحی اور ہندو ماننے والی جہاد کا اندازہ نہیں ہے۔“

"میں نے بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں اس غرض سے تصنیف کی ہیں کہ اس کو نورِ منست محمد سے جوڑ دیا جائے اور سب سے پہلے دل سے احاطہ کر لے ہر ایک مسلمان کا غرض ہے کہ چنانچہ میں نے یہ کتابیں، صرف درگزر چھاپ کر بار بار اسلام میں پھینکی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت ماحول اس ملک (ہندوستان) میں بھی پڑے گا اور ہر لوگ میرے ساتھ مریدی کا حق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائی ہے کہ جن کے دل اس نورِ منست کی نئی خبر (وہی سے) سبب ہیں۔ ان کی عقلی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام ملک سے اُٹھ کر جی برکت ہیں۔ اور نورِ منست کے اپنے ہی ہاں غار۔"

مرزا غلام احمد صاحب کی اس تحریک ان کی س جماعت نے انگریزی حکومت نے سے
بھترین چاہیں اور بنے کچے دوست اور جاسا نادر فرما رہے تھے اس شروع کے بغض چیدہ و اشخاص
نے ہند اور بیرون ہند میں انگریزی حکومت کی بیش قیمت خدمات انجام دیں اور اس سلسلہ میں
جائی قربانی سے بھر پور ایجنسیاں پیسے بہتہ العظیم سے دی گئیں اور افغانستان میں نہ بے
تو دیانی کی تبلیغ اور جہاں کی مخالفت نہ رہتی تھی ان کو صورت افغانستان کے نقل کیا کیونکہ ان کی
دوست سے اس بات کا منظرہ تھا کہ افغان تو سرکا وہ جہاں وہ جہاں اور موصول جنگ نما ہو جانے جس سے
رہنے دو دنیا بھر میں مشہور ہے، ایسی ہی علامہ عبدالحق قدویانی اور ملا نور علی قدویانی اسی انگریزی
حکومت کے لئے افغانستان میں فساد کے ٹھکانے تھے، کیونکہ ان نے پان سے حکومت

افغانستان کو کچھ ایسے خطوط اور کاغذات دستیاب ہوئے جن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں برطانوی حکومت کے وکالت ہیں، اور حکومت افغانستان کے خلاف سازش میں مشغول ہیں جیسا کہ افغانستان کے وزیر داخلہ کے ۱۹۲۵ء کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے اور قادیانیوں کے سرکاری اخبار "الغسل" نے اپنی ۳ مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں اس بیان کو نقل کیا اور اس قربانی پر بڑے فخریہ انداز میں تبصرہ کیا۔

علی بن ابی قادیانی جماعت اپنے دور آغاز سے اب تک برابر تمام قوم پروردگاروں سے تحریکات سے کٹ رہا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں نہ مرزا احمد احمد قادیانی کی زندگی میں اس نے کوئی حصہ لیا نہ ان کے بعد، اور صرف یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی پٹوہراہت میں پوری قوتوں کی بنی (مستعین) کے ہاتھوں عالم اسلام پر جو صاحب نوبت ہے تھے۔ یہ ان کے لئے موجب غم نہیں، باعث مسرت تھے، انہیں کبھی عام زندگی سے اسلامی مسائل سے یا ان اسلامی تحریکات سے جو اسلامی حیثیت یا سیاسی شعور کا نتیجہ تھیں اور ان کی دلچسپیوں کا دائرہ صرف وفات مسیح، حیات مسیح، نزول مسیح اور نبوت مرزا احمد احمد پر مباحثوں اور مناظروں تک محدود نہ تھا۔

مرزا صاحب کا خاندان، انگریزی حکومت سے جو بظاہر میں نئی نئی قائم ہوئی تھی، شروع سے فرما ہوا ارادہ و خلعتاں تعین رکھتا تھا۔ اس خاندان کے متعدد افراد نے اس نئی حکومت کی ترقی اور اس کے استحکام میں جانبازی اور جاں نثاری سے کام لیا تھا۔ اور بعض بزرگ سوتھوں پر اس کی مدد کی تھی، مرزا صاحب کتاب البریہ کے شروع میں "اشتبہ رواۃ باب الالہیہ" میں لکھتے ہیں۔

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا نچا خیر خواہ ہے، میرا والد مرزا محمد تقی گورنمنٹ کی نظر میں وفادار و خیر خواہ رہا تھا، جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی، اور جن کا ذکر مسٹر ٹرانس صاحب کی تاریخ ریسمان پنجاب میں ہے، اور ۱۸۷۷ء میں انہوں نے اپنی ملاقات سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی، یعنی پچاس سوا اور گھوڑے، ہم پہنچا کر کچھ زمانہ بعد کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دینے تھے، ان خدمات کی وجہ سے جو چھٹیاں خوشنودی حکامان کو ملی تھی، مجھے فہموس ہے کہ بہت سی ان میں۔" سے ہم ہو گئیں، مگر تین چھٹیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں، ان کی تفصیل حاشیہ میں درج کی گئی ہیں، میرے والد صاحب کی وفات کے بعد پر میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تمہوں کے گزر پر منعقد ہونے کا سرکار

انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔

وفات:

مرزا قلام احمد صاحب نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا تو علمائے اسلام نے ان کی تردید اور مخالفت شروع کی، تردید اور مخالفت کرنے والوں میں مشہور عالم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مدنی "اہل حدیث" پیش پیش اور نمایاں تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار جاری کیا جس میں سوائے ۱۱ نکات کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"آخر میں ایسا ہی کذاب و مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی بلاک ہو جاؤں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا بلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔

اور اگر میں کذاب و مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے شرف ہوں اور مسیح موعود ہو تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ کذبین کی سزائے نہیں پھیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے معنی ظالمون، بیخدا وغیرہ بلکہ یہ ریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

اس اشتہار کے ایک سال بعد ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب بمقام ناہور بعد عشا واسپال میں مبتلا ہوئے۔ اسپال کے ساتھ اسٹیشن بھی تھا۔ رات ہی کو علاج کی تدبیر کی گئی لیکن ضعف بڑھتا گیا اور حالت دگرگوں ہو گئی ۲۶ فروری ۱۹۰۸ء میں شب کو دن چڑھے آپ نے انتقال کیا، مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کا بیان ہے:-

حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سوچکا تھا، جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا، جب میں حضرت عباس صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا:-

یہ صاحب مجھے وہابی ٹیٹہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ سے کوئی ایسی صاحب بات
 ہے۔ دنیاں میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے دن وہ اپنے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔
 آپ کے والد صاحب و امجد صاحب کے مرزا صاحب کی وفات نے یوروپ چائیں میں یہ سہا کرے
 مارچی ۱۹۵۸ء میں ۸۰ برس کی عمر میں فوت ہوئی۔

پر تو میری بڑائی و آبا کی سب
حسن چون تھی لشہر بندہ و آزاد علیست

اس نعمت سے عظیم تر کوئی نعمت نہیں، یہاں تک کہ زندگی بھی جو بہ مدت سرور کا سرچشمہ
ہے، اور اسلام تو حید خالص اور ایمان کی نعمت نہ ہوتی تو یہ زندگی ایک عذابِ مسلسل ہوتی اور اس
کی حیثیت چارمکدہ ہونے کے لئے ایکہ پل سے زیادہ نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے سلامتی نعمت
سے ہمیں نوازا، اس کا لالچہ لالچہ شکر ہے اور اس نعمت کے حصوں میں ہمیں بھی چھٹی ذلت رومی
اور آپ کی بعثت اور رسالت اور دعوتِ ایمان کا ناقابلِ فراموش اسباب ہے۔

قبائل کا یہ کہنا کسی طرح بے جا نہیں ہے کہ ساری عیسا (علیہ السلام) نے وہ زمین و آبی اور اس
نہایت نکرہ آپ کے اصحاب اور اہل بیت نہ ہوئے، دعوتِ سماوی نے وہ زمین و آبی اور اس
کے راہ میں جان فی باغی لگا دینے والے عیساہین نہ ہوئے تو نہ اسلامی ایران، نہ اسلامی ہند
نہ اسلامی مصر نہ اسلامی شام کسی بھی اسلامی ملک کا وجود نہ ہوتا، یہاں تک کہ جزیرۃ العرب بھی نہ
بہار کی محبت و عقیدت کا مرکز ہے اور اس کی طرف ہم سب آتے ہیں، یہود نہ ہوتا، عیسائی اور
آپ کے درمیان بھی کوئی رشتہ نہ ہوتا، محض ایک ہم مشرق اقصیٰ کی بادشاہت سے ہیں اور آپ
ایران کے حضور میں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا موقع بھیجے ہوا افکار و خیالات کا اختلاف مہمانت ملنے
طلوع و معارف کے جتنی ایام کمال کے شہر ہندوستان میں بہار، قاف و اور ایران میں دونوں میں
ایک طویل فاصلہ تھا اسی طرح اور بھی نہ جانے کتنے شہر، ریاستیں، پہلے اپنی تنگ راہوں
میں رواں تھے اسلام آیا تو اس نے ان ٹکڑے ہوئے، یہ شہر، ریاستیں و ایک عظیم شہر صافی
میں بدل دیا، اسے ایک بلند اور مشرق کی خاطر استقامت کی اور انہیں نیت کے لئے مقرر اور
نتیجہ فیروز یا اس طرح ہندوستانی و ایرانی اور عربی و عجمی افکار کا ایسا نفع بخش اور نیر و برکت سے
معمور مسکن بنادیا، اس کی بظہر تمدن و ثقافت کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے، ایرانیوں کے
ذوقِ جہاں وسعت خیال، ثقافتِ احسان اور عرب کی مسرتی طبع و بلند حوصلی حقیقت پرندی اور
اسلامی عقائد و اعمال کا ایسا کمال و شہرِ قلب نے گاہے گاہے دکھا ہوا۔

ایران اپنے خوب گراں سے بیدار ہوا اس کی صابیتوں کو ابھرنے کا موقع ملا اس کی دہلی
ہوئی چنگار پیاں بھڑکنے لگیں تو ایسا معلوم ہوا تو یہ سرزمین جنتیں گور تیاں سے روزِ محشر غلغلیہ

یہ نئے پیرہ کی ٹٹی ہے تو یہ ہم و ادب اس کے ضمیر میں داخل ہے ذوقِ جمال اس کی آپ وہاں ہوا میں ہوا زوایا ہے گویا اس میں عالمِ ادیب شاعرین کا ریا صوفی عربی بدریں اور مصنف کے کوئی پیرہ ہی نہیں ہوتا اگر کوئی نقد و حدیث شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے میدان میں پوئی کی شمعیت سے کو بھی ہمارا کرنا ہے تو شمار نہیں کر سکتا نہ کہ وہ تاریخ کی کتاب میں ان کے حالات اور کارناموں سے ہماری پڑی ہیں خدا معصوم کتنے مساکین نے ہندوستان کی طرے ایران کے دس عسکی وادی خونِ یمن سے خوش چینی کی ہے ہم سب ان کے علم و فضل کے بحرِ بحرین سے اپنی عقلی بجھاتے ہیں ان کے شعر و ادب سے خلف اندوز ہو رہے ہیں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہرہ کرتے ہیں اور ان کی تقلید و اتباع پر فخر کرتے ہیں۔

لیکن یہ تمام عجزی اور یکتا کے روزگار و شخصیات جن کے ذریعہ دستِ علمی کمالات و ادبی معجزات از یوں نے سری دنیا کو جو حیرت گرد یا اسلام ہی کے نو نہال اور دعوتِ اسلام ہی کے پیدا ور تھے ان سب کو اس نے دین نے جہنم و جہنم کیا جس کو لے کر حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ اسلام اور اخوتِ اسلامی کے سایہ میں آپ سے اس مبارک ملاقات کا شرف حاصل ہوا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مشرق و مغرب کے سارے مسلمان اسی عالمگیر اسلامی خوت کے لئے بے قرار ہیں لیکن یاد رکھئے دنیا و آخرت کی ہر سعادت کا سرچشمہ اسلام اور محمد ﷺ کی ذاتِ نرانی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہی کے جہنم ہدایتِ ذلت کے بعد سعادت اور نیک رستی کے بعد وسعت سے نوازا اور جہنم کے بعد علم اور اختلاف و اختلاف کے بعد اتحاد کی دولت سے مالا مال کیا اسلامی تہذیب کے سوا کوئی بیماری تہذیب نہیں اسلامی تاریخ کے سوا کوئی تاریخ نہیں اسلام نے عطا کردہ عزت و سر بلندی کے علاوہ ہمارے لئے کوئی عزت و سر بلندی نہیں ہم تمام محمد ﷺ کے طفیل ہی رہے ہیں۔

آپ کی نبوت ایک نئے دور کا آغاز تھی جن آدم میں سے جس کو بھی سعادت و خیر کا کوئی ذرہ ملا وہ خواہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ہی کے مرتبہ کا کوئی شخص کیوں نہ ہو سیدنا محمد بن عبد اللہ ﷺ کے واسطے ہی سے نصیب ہوا۔

مگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کسی و نہ دین میں کوئی فضیلت حاصل ہوتی نہ ایمان و یقین کا

انجمن کے جن میں سے ایک صاحب

کوئی حسرتی کیفیت نہ ہوگا اور کسی نے یہ چیز نہیں کھائی۔ اسے سامنے آتے ہوئے اس کے لئے یہ یہ فکر کریں اور جن پر مسلمانوں کو بھانپنا پڑا ہے۔
اور آج بھی کسی شخص کو اس لحاظ کا کوئی حسرت نہ ہو کہ وہ بھی سی ذات کسی کے نہیں۔

حکمران۔ یہ طرفہ نہ بدی ہے ماری، اچھے مسلمان اور سادہ دہلیہ بند ہیں
سوائے اسلام کا راستہ ہے اور صرف ایک درجہ ہے۔ ان کے لئے توئی نے لی کریم ظہور کیا ہے۔ یہ
انہوں نے کیا ہے۔

ان اللہین عند اللہ الا سلام، ان عمرو ۱۵

ہاں یہ ہیں (حق اور قصور) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم
عرب و عجم سب سید محمد ﷺ کے وہاں کا انتخاب کرتے ہیں اور اپنا مٹی مٹھلی لگائی تہذیبی اور
ادنیٰ اسلئے آپ ﷺ ہی سے جڑتے ہیں جو شخص نے آپ ﷺ کی دشمنی کی ہے اس سے
کسی کو کیا ہے اور جو شخص آپ ﷺ کی دشمنی کا وہاں کی برکت نہ ملے گا وہاں سے خوب کیا ہے۔

جیکے چرخچست دریں بزم کہ از پر تو آن

ہر کجای گرم آئینے سمانندہ

امت اسلام کے اندر سب شے کی حقیقت کا ارکان ربیع اور سب ملک اس مومن و دو

میں ہوئی۔ سے تھا مگر ہے کی راؤ میں دو کئی اور نہ مصائب و مشکلات کا شکار نہ تھی ہے۔

آخر میں آپ کے پر خصوصی عزت اور آپ کی عنایتوں کا شکر یہ اور اگر یہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے
دعا کرتے ہوں کہ وہ ہمارے لئے ایمان کی تشکیل ہو اس کی حفاظت فرمائے تاخیر ہوا اور قیامت
کے روز جو رہا سن خوشی قسمت لوگوں کا لہر سے تھیں: وہاں سے چرے دانتے ہوں گے۔

وما علیہ الا اصلاح النہیین

نبوت

انسانیت کو اس کی ضرورت اور تمدن پر اس کا احسان

الحمد لله حميد ونسبحه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا
ومن بينات أعماقنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له
وسبحه ان لا اله الا الله وسبحه ان محمد عبد ورسوله الذي ارسله
الله تعالى الى العالمين مبشرا ونذيرا واعيا الى الله بآياته وسر اجاميرها ○

مقام کی میزوست:

[illegible]

چنانچہ اسی شخص کو یہاں پہنچا جو حضرت عقیلوؑ ملے اور کہنے لگے: "میرا زور خط و بیان و لسانی میں ہے۔" اور تازہ ذمہ داری کا وعدہ اس کو دیا کہ جس کو اس مقام سے خوب تر و بہتر کیا کر کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مقام پر وہ کہے فلاں شخص سے صرف نظر کر کے اپنی گفتگو کے لئے کسی اور موضوع کا انتخاب کرے؟ یہاں پر اور شعور و حسن و احسان کا بھی تذکرہ ہے۔

اسی موقع کے لئے کہا تھا:

ولھا نزلا منزلا طله الندى
انفھا و ہستا نھن البور حانیا
اجھد لنا طبب المکان وحسنه
منی، فتمینا، فکنت الامانیا

(اور جب ہم آیت عظیم سے شاداب اور خوش منظر مقام اور کیوں سے آراستہ باغ میں اترے تو مقام کے حسن و پاکیزگی نے ہمارے دل میں کچھ ترستا میں پیدا کر دیں۔ نکارے ان تمناؤں کی جہان تمہیں تھے)۔

چامدہ کی پہلی ذمہ داری:

عالم اسلام میں کسی بھی درس گاہ کی خواہ وہ عربیہ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی میں کیوں نہ قائم ہو، یہ پہلی ذمہ داری ہے کہ سب سے پہلے وہ نعمت نبوت کے بھگنے کی طرف توجہ کرے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت نہیں اتاری، اور اس نعمت کی قدر و نور شکر کے ساتھ اس کے سرگرم حامیوں اور قاصدوں میں ہو، اور وہ زندگی کی رزم گاہ میں جہاں جاہلیت، ارتداد اور انقلاب کے پرتھک پرتھک لہر رہے ہیں وہ لوگ محمدی اور خیمہ مصطفوی کے سایہ میں آ جائے، اور زندگی کے ہر محاذ پر خواہ وہ فکری و اعتقادی ہو، یا عملی و انتظامی، اخلاقی و اجتماعی ہو یا تمدنی و سیاسی، اسلام کی سر بلندی کے لئے اپنے کو وقف کر دے۔

کسی بھی اسلامی دانش گاہ کے فارغین و مستطین کا دائمی شعار اور ان کا سب سے گر اندر مقصد، نبوت اور اس کے طریقہ کار کا ہر فکر و فلسفہ، مذہب و مسلک، فکر کے ہر ذرہ تک، زندگی کے ہر رنگ اور انسانیت و تمدن کے ہر آجگ پر ترجیح دینا اور اسے تر سمجھنا چاہئے۔

جن کی طرف مسلم دانش گاہیں، اور جامعات توجہ کرتی ہیں، اور جن اقتیارات و خصوصیات کا وہ دم بھرتی ہیں، کیونکہ اگر کوئی نہ ختم ہونے والی اور حقیقی فیصلہ کن جنگ ہے تو وہ نبوت و جاہلیت کی جنگ ہے وہ جاہلیت جس کی نمائندگی مغرب کر رہا ہے اور وہ اسلام (دین حق) جس کا علمبردار تھا مسلمان رہ گیا ہے، اس جنگ کے سوا تمام جنگیں نعلی اور خاکہ جتیاں ہیں جن میں

ایک نیا سماں کے لوگ کسی مہم کو جیتا کرتے ہیں، مابقیہ کے اپنی مہم تھی۔
واقعہ میں انہیں فکر و تفریق کا ہی بہت جاہلیت صورت کے درمیان تھی۔

ان پہلوؤں نے بھی دنیا کی مقرر نفسوں کا آلہ (نفس کا آلہ پیدا کرتا ہے) اسی مسئلہ سے مراد ہے، جو ذرا دل لہو سے اندر جیسے تعلیم کا شہر، معاش کا گہوارہ، ایمان کا منبع و جی بھڑپا، مانی اور نبوت کے حرمین، شہر اور عظیم راسخ کی آخری منزل ہے۔

زمانہ کو اس موضوع کی ضرورت:

آج ہر ملکی اور ہر مذہبی واقعہ اور ہر سیاسی و اقتصادی مسئلہ انہیں ملحق ہوتا ہے۔ ان کے سامنے ملکی اور بین الاقوامی امور اور ہر جہاں کی صورت حال ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کی خوش پیشانی کی تمام ضرورتوں کے باوجود انسانیت کی بدقسمتی اور وجود تمدن کی تباہی سے یہ کہ اس کے سربراہان ہوتے وہ مبادی تعلیمات کے باقی ہیں اور زندگی و تمدن کی تاریخ تکلیف بخیر ہوئی ہے۔ ان کے ذہن پر الے ہیں اور ان کے خداوندی سے بے نیازی و بے پرواہی برت رہے ہیں۔ یہ بھی ان کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ان کا حال، مثال سے کھینچا جانی تو ان کے اس متکبرانہ قول کو دہرا رہے ہیں۔ جو قرآن مجید نے اس لیے کہا ہے کہ تم لوگو! (ایمان نہ رکھو)۔ تم لوگو! تم لوگو! (ایمان نہ رکھو)۔ ایک ایسی ہیسی علم کھانا ہے کہ ایک فقیر بے گناہ میں خوشحال کر رہا ہے اور ایک بے گناہ میں فقیر بن گیا ہے۔

لیکن اسباب بد قسمت سے یا ناسازگار حالات نے سبب انرا کہ جو بد قسمی پورچہ امر تھے اور شایائی پر شکوہ و غور و تامل میں نہیں آ سکتے تو یہ کسی حدت جو انہیں کہ ہم حدیث کی مساوی کی توفیق میں آتے وہ غور و تامل نہ بنائیں اور کیوں نہ ہو ایہ حدیث منور و حق تھا، جو ہمیشہ منطوقی و برتر اندر قدر کی تخم پر پڑی تھی زمین اور دوام پاک خطہ بابے، جو اس کے خلق میں ہمیشہ زرخیز، خیرات ہوئے، اور جو اس فرمان خداوندی کا کچھ مصداق بنے۔

الملة الطيب يخرج منه ماذن ومه

ہر (ریٹو) اچھی زمین اپنے پروردگار کے حصہ سے اچھی پیداوار ہی نکالتا ہے یہاں جو بات سچائی ہے، پوری دنیا اس کی مدائے بازداشت تھی کیا ہے۔

نبوت اور انبیاء قرآن کی روشنی میں :

”تکلمت کی روش سے دعائی چاہیے ہوئے میں انہوں کا کہ ہم کا اسم و کتب مقدس کی نذر نبوت و انبیاء کے یہ وہ ہیں جو داور معہ و انہی میں نے نبوت و ایک طرح سے ایسا جادہ و معجزہ و عقیدہ، لیکن اس کا عقیدہ کہ معجزہ و داور کے کا وہ انہوں سے کوئی تحقق و حق، میں معجزہ و نبوت و انہی میں داور، ایک نمائندگی ہے اور نبوت بھی حق، اس سے انہیں نبوت و انبیاء و قرآن کی روشنی میں و قرآن کی نذر سے یہ جان چاہیے۔“

اور اس آیت حکیم کے لئے سے نبوت کے کلام سے مضمرات میں نے وسیع افق اس میں کہ انہیں اور انہوں کے اندر اس میں انہی کوئی چیز میں قلب و نظر و باطن میں، نبوت پر اس سے شریعت، ماری، و شریاں اور انہوں کی تخلیق و کیا، حلقہ و لہذا یہ محسوس و بہت اور نبوت سے متعلق و انہوں کی تہذیب و انہی کے ساتھ میں اس سے نبوت کی کردار پر گواہی ہے۔“

شوق التعلیم اور محبہ و مشورہ :

”ہم یہاں انہوں سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم سے ساتھ ساتھ و محبت اور شوق و محبت اور تعلیمات کی محبت و مشورہ میں اور یہ شاید اس تلاوت میں انہوں کی۔“

”ہم یہ کہ انہوں سے قرآن کا اسلوب و انداز سے مزین و بشارت و مسرت سے پھر اور محبت سے مزین و شوق و محبت کی، انہوں شوق اور انہوں کی ہے، اس میں بشارت بھی صحت و مسرت و شوق و شوق کی ہے۔“

”ہم یہ کہ انہوں سے قرآن کا اسلوب و انداز سے مزین و بشارت و مسرت سے پھر اور محبت سے مزین و شوق و محبت کی، انہوں شوق اور انہوں کی ہے، اس میں بشارت بھی صحت و مسرت و شوق و شوق کی ہے۔“

”ہم یہ کہ انہوں سے قرآن کا اسلوب و انداز سے مزین و بشارت و مسرت سے پھر اور محبت سے مزین و شوق و محبت کی، انہوں شوق اور انہوں کی ہے، اس میں بشارت بھی صحت و مسرت و شوق و شوق کی ہے۔“

”ہم یہ کہ انہوں سے قرآن کا اسلوب و انداز سے مزین و بشارت و مسرت سے پھر اور محبت سے مزین و شوق و محبت کی، انہوں شوق اور انہوں کی ہے، اس میں بشارت بھی صحت و مسرت و شوق و شوق کی ہے۔“

بعض شخصوں نے جیسا کہ اوپر اور درج نہیں میں سے بھی اور ان کو بڑے دیکھی گئی تھیں اور
 یہیں رہتے تھے۔ یہ خدا کی برکات ہے کہ مجھے خدا میں سے شے ہے چاہے
 اور وہ جو کہ شک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتا یہ وہ وقت تھے میں کہ ہم نے
 کتاب اور خدمت پر امت اور نبوت عطا فرمائی تھی کہ یہ ان باتوں سے انکار کریں تو ہم
 سے ان باتوں کے لئے اپنے لئے کہ ہم نے ان کو دیا ہے کہ وہ ان سے بھی انکار کریں
 وہ نہیں۔

برگزیدہ مخلوق اور انسانیت کے کامل نمونے:

قرآن ہی انبیاء کا ذریعہ تھوڑا سا ملاحظہ فرمائیے اور محبت ہر شے کے اخلاقی سے گزرتی ہے اور انہی بھائی بھائیوں اور اخلاقی اور ملی سماجیتوں کا انہیں حاصل تھا۔ اور آپ یہ سب تمام لڑائی جیت کر چھوڑ دی۔ یہ حقوق اور انہی کے کام ہونے اور نہ کسی چیز کی اور انہی کے دین کے لئے سب سے زیادہ سلامیت اور دعوت فرماتے ہیں۔

اللہ! تمہے جیٹ پیجوں، سالہ

اس لوحہ میں خوب بیان کیا ہے کہ رسالت کا وہ منہ جس نے اور دنیا کی خبروں کی کئی طرح سے

[illegible]

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ ذِكْرَهُ مِنْ قَبْلُ وَمَا كُنَّا مِنْ عَالَمِينَ

مہتمم نے ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بننے سے ہدایت دی تھی اور ہم ان کے حوالے سے واقف تھے۔

— Dr. V. V. V. V.

و اتحدوا لله وبرحمته خديلا

اور ختم نے ہیرا ندم کو ایسا ہست بن دیا تھا۔

$$u = \sqrt{2} \sin \theta$$

وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ فِي الْأَخْيَارِ سَلَامٌ عَنِ إِبْرَاهِيمَ كَلْدَانِكِ نَجْرِي

المحسينين انه عن عبدنا ابو عبيد.

اور پیچھے آئے والوں میں ابرہہ بھی تھا کہ فتح ملی تھی چھوڑ دو یہ کہہ کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس

تجربہ ایہ بھی سر کیا جا رہا ہے کہ جس وقت کہ ایک شخص کو انداز میں تھکاتے ہوئے

اور گفت: ای زکریا! ما را پادشاه فرستاد۔

ان 'نواشیہ' نحلیمہ اے نہ نعیب

بے شک یہ سچ ہے۔ لیکن وہ اس کے لیے اور بھاری ہے اور اسے اس کے لیے ہے۔

اور حضرت اعلیٰ علیہ السلام نے اسے ایسا ہی دیا

وكان عليه زعم من عجب

انے پر درگاہ نے بڑا جھپکے خبر یہ وہ بڑا ٹوٹہ تھی۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھ کر فرما دیا۔

و امپطعنک لتعسی

میریوں نے قمیضات کا مسہ لے لیا ہے۔

— *—*

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا عَلَّمْتَنِي مِنْ هَذِهِ الدِّينِ الْمُسْتَقِيمِ

اور مہنگی مہر نے تم پر اپنی طرف سے محبت (اس لئے) تم پر مہر پائی گئی ہے)

اور ان کے کہنے پر میرے سامنے یہ درخشید۔

$$= 97.1 \text{ } \mu\text{m}^2/\mu\text{m}^2$$

امامی، مصطفیٰ بنک عمی النامہ بر سلسلہ ویک لامی.

میں نے تقریباً پچیس سال اور اپنے کلام کے لیے ان لوگوں نے ہمتا کر لیا ہے۔

نظر سے اور دیکھ کر سے کیا گیا۔

والله أكبر عبدنا داود دالاً على انه واجب

اور تمام کے بعد کو پانچ سو سو سال بعد قوت میں آئے۔ یہ ایک دور جو غارت

22

وہ ان کے صاحبزادے اور اے طبعان حبیبہ علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمادے۔

محرم العبد المذنب

بہت خوب بندے تھے، وہ بڑے بڑے لڑنے والے تھے۔

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام اور انہماکی آن و منہ جماعت کا قصہ بھی امتدازِ محبت و انکرام اور صفاتِ حمید کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

وذكر عبادة ابراهيم واسحاق ويعقوب اولى الايدي والاصابع
مخلصا هم بحالصة ذكرى الدار ونهج عبادة ليس المستطيف الاخير

اور ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام و انبیاء علیہم السلام کو یاد کرو، جو حاکمت و بصیرت والے تھے ہم ان کو ایسے صفات خاص آفریت کے مددگار بنیاد سے ممتاز کیا تھے اور وہ ہم سے زیادہ شکر اور شکر و کمال میں تھے۔

میں نے اس حزیہ دہندہ پینے فاشنو میں (میں علم کے باوجود کہ آپ حضرات قرآن کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں اور میری مہر و خفا آپ کے لئے تھی اور انوکھی چیز نہیں) اور انہیں سب سے لئے کامایا تاکہ آپ کے ذہنوں میں اللہ کے نزدیک انبیاء کی بلند مقامی اور تہرہ و عزت اور ان کے سلسلہ میں قرآن کی اہل ترین تعریف و توصیف کو مستحضر کروں۔ جس میں قرآن نے انہیں کامیاب و خلاق، بحسن و فضائل اور بھترین صا اہیتوں کا سامان بنایا ہے۔

قدیمی سوائے۔

اس دنیا کی زندگی میں، جہاں معلومات حاصل کرنے اور اعزازات اور ضروریات کو پورا کرنے کا دوسرا مدار انسان کے خارجی مواصلات اور فنی صلاحیتوں پر ہے، اور جو زندگی اسی پر انحصار کرتی ہے، اس لئے موت اور انہی نے مر کا کیا مقام ہے؟ اور دوسرے تمام عقائد انہی کا کس بڑا پرچم زندہ کرتے ہیں اور کیوں صرف انہیں توکل چھوڑ دینے کے لئے کہہ دیتے ہیں؟ یہ عقائد مخلوق ہیں اور انہی چیزیں انسانیں جن تک نہ تھیں ترین انسانیات پہنچ سکتے ہیں، نہ ان کی ترین عقول کی رسائی ہے حالانکہ سب ایک ہی ماحول میں پلے پڑ گئے ہیں، اور ایک ہی سر زمین پر زندگی گزارتے ہیں، کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ایسی چیزیں دیکھ لیتے ہیں جو ان کے زمانے کے جہت کی اور نوعیت اور ہمت سے انہیں توکل نہیں دیکھ سکتے اور یہ ان کو کبھی چیزیں بھیج کے اچانک کی طرح واضح اور روشن ہو جاتی ہیں اور ان کی فہمیں کوئی پوری بات بتاتی ہے؟

آزاد بنی قریظہ کی دشمنی سے زیادہ وحشت تھی۔ ان کی زندگی کے ہر لمحہ رت و تپاؤ والے گندے آتش غضب و بھڑکانے والے تھے، بڑوں اپنے بندوں کے سے گھر کو چاند دیتے، اور بڑے زمین پر فساد مچاتا ہے۔

کوہ صفایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح کو کوہ صفایا پہنچے۔ انہوں نے جو ملہ کی قریشی یہاں تھی اور بلند آواز سے ندا دی: ”یا صبا نہ! یا صبا نہ!“ اس ندا کی سنتے والوں نے ہلوں میں یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ یہاں نبیؐ اور خدا ناک موقع میں ہے۔ یہ آواز بلند کی جاتی ہے اور ہر مہلک اس میں غلط بیانی، فریب دہی یا فتنہ سے کام نہیں لیا جاتا۔ اللہ واہوں نے یہ مشہور و معروف آواز سنی، بڑوں کے شیر کے سب سے چھ آدنی کے منہ سے نکل رہی تھی، جس کا انہوں نے ”صادق“ اور ”امین“ نام ہی رکھ دیا تھا۔ وہ اس آواز کا مطلب خوب سمجھتے تھے، ان کے سامنے تجربات اور علامات کا خول مسلسل تھا، انہوں نے اس آواز کی طرف بڑھتے میں ڈرا بھی نہ خیر نہیں کی اور لوگ جمع ہو گئے، کچھ خود آئے، کچھ نہ دیئے نہ کاندے بھی دیئے۔ (۱)

بہت لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب فرمایا: ”اے نبیؐ! کعب بن لؤی! کیا خیال ہے، اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں سواروں کا ایک لشکر چھپا ہوا ہے، اور تم پر بے خبری پر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم میری اس بات کو یاد کرو گے؟“

رسول عربی ﷺ نے جن لوگوں کو مخاطب کیا تھا، اور جن سے یہ سوال کیا تھا، وہ ”نافراندہ“ اور ”غیر متحرک“ تھے، انہوں نے فتنہ و منہل نہیں پڑھا تھا، نہ بال کی کھانٹ نکالنے کے مادی تھے، بلکہ جیسا کہ میں پہلے کہ چکا ہوں، حقیقت پسند و عقلی لوگ تھے، ان کو اللہ نے ملامت فہم اور عقل عام کا دوا فر حصہ عنایت فرمایا تھا، انہوں نے موقع و محل کا جائزہ لیا اور جس مقام پر یہ خطیب کھڑا تھا، اس کی جہی ساخت کو دیکھ۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بس کی چالی، لہانت، اخلاص اور خیر خواہی کا رہا تجربہ

کر چکے تھے، ایک پہاڑی پر کھڑا ہے، وہ سامنے بھی دیکھ رہا ہے، جس میں اس کے مخالفین بھی اس کے ساتھ ہیں، اور ساتھ ہی وہ پہاڑ کے عقب کی جانب دوسری طرف بھی دیکھ رہا ہے۔ جہاں سامنے پہاڑ کے دامن میں کھڑے، اونے والوں کی نظر نہیں پہنچتی، لوگ بغیر شک اور ادنیٰ تاثر کے سمجھ گئے کہ جو شخص اس پر، نیشن میں ہے، اس کو حق حاصل ہے کہ پہاڑ کے دوسری طرف پیچھے ہوئے دشمن پر خطہ کی خبر لے۔ اور جن لوگوں کے سامنے پہاڑ جاں ہے، ان کو یہ حق نہیں کہ اسے جھلک دیں اور اس کی خبر بوسف اس غیاب پر نہ لے دیں کہ اس مشاہدہ میں وہ لولہ خلیب کے ساتھ شامل نہیں ہیں، کیونکہ بیچ میں داخل ہونے والے پہاڑ نے ان کی حالت اور خطیب کی حالت میں فرق کر لیا ہے، اور پہاڑ کی پوٹی پر کھڑے ہوئے خطیب کو دوسری طرف دیکھنے اور کواسی دینے کا موقع دیا ہے۔ جو ان لوگوں کو مطمئن نہیں۔

عرب منصف تھے، بہادر اور سچے تھے، انہوں نے کہہ دیا: "ہاں ہم اتنی اسلام کی تریا یہ نہیں کر سکتے، ہمیں اس کو باور نہ ہو سکتا۔"

نبوت کی حکیمانہ تمثیل:

نبوت کی اس عرصہ اشغال وہی مدت کے ذریعہ اور اس طریق نصرت و بلاغت کی مدد سے جس کا آپ کو قصہ، افرہ، ظاہر ہوا تھا۔ آپ پہنچنے کے ان کے سامنے نبوت اور انبیاء کے بے مثل اور نازک مقام کی تصویر کھینچ دی اور ان کی ممتاز حیثیت کو واضح کر دیا، جس پر وہ ایسے عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں، جس کا مشاہدہ ان کی زمانہ کے ان ہی جیسے دوسرے انسان نہیں کر سکتے، اور ایسے امور و حوادث کی خبر دیتے ہیں، جس کی شدت اور مسلمانین اور علماء نہیں دے سکتے، کیونکہ وہ نبوت کے بلند پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوتے ہیں، انسان ہونے کی حیثیت سے اور احساسات کو پاکیزگی اور عظمت کی سلامتی کی وجہ سے وہ محسوس دنیا کو اسی طرح دیکھتے ہیں، جیسے سب صحیح (کواسی، صحیح، اللہ ماں انسان) لیکن اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر وہ اللہ کی عطا کی ہوئی نبوت (اور اللہ کی مرضی کی مطابقت)، عالم غیب سے تعلقات کی وجہ سے عالم نبوت اور نبی خدا کی کامیابی کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

قَالَ الْعَازِلُ بَشَرٌ مُلْكُكُمْ يَوْحَىٰ إِلَيْنِ

کہا کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، البتہ میری طرف وہی آتی ہے۔

کئی چین سے چین انسانیت پر اسے علم و بہت پر اسے قہم کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کو بھنڈا دے، وہ ان کے مشاہدات کو الکار کر دے۔ یہ ملک و انبیاء کے ساتھ ان نے اس مشاہدات میں شریک نہیں بنیں یہ ان کو بھنڈا دیتے ہیں، وہ ان کے ساتھ اس طرح پہنارتے ہیں کہ ان کے لئے انسان کے لئے ہی صورت میں یہ وہ نہیں ہوا کرتا کہ پہنارتی چین یا جڑ دے، دے انسان کو بھنڈا دے اور یہ نہ کہ پیچھے کی شے الہ اور یوحنا کے اوٹ کے لئے نہ کہ انکار کر دے۔

یہی ہے کہ جب کوئی موس کاہن کی حلاوت کا رفقہاں ہے، حضرت اور جنت ہرگز نہ کہ جب وہ قہم کو بھنڈا کرتے ہیں اور یہی قوت و اعتماد ہے کہ ہے۔

تعالیٰ فی الخ وفقد ہمدان

قرآن مجید کے بارے میں کیا بحث کرتے ہو اس نے تو مجھے سیدھا سدا بھلا ہے۔ عرب کے بارے میں اس ابتدائی مرحلہ میں غلامیہ اور غلامیہ کے زیادہ قہم و بہت دے انہوں نے صرف اس بارے میں انہی اور علی بن خیروں کو کہنا ہے، اور ان کے کلام کا کہہ کر وہ انہوں نے ان کے کام میں نہ نہیں کیا تھا اور ان کو یہ باتیں معلوم نہیں تھیں۔

مل کذبوا عما بینہم یحیطر بعصمہ ولعنا بانہم نارجلہ

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم یہ قہم نہیں پائے ان کو ان کی سے بھنڈا دیا اور انہی اس کی حقیقت میں پر غلطی ہی نہیں۔

اور جب یہ فطری عقل اور ضروری مرحلہ طے ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہر عزم و نفس کے ساتھ قدم آگے بڑھایا اور دوسرے اور آئندہ شری مرحلہ میں داخل ہوئے اور وہ یہ کہ فی نذیر لکم ہیں بدی عذاب تعدیل (میں تم کو ایک آئے دے تخت کا اب سے اور رہا ہوں) آپ نے ان کو اس حقیقی مرتبہ سے خطہ سے راہ جو ان کے حقیقی حیات کا جس کے مطابق وہ زندگی گزار رہے تھے ان مقام کا جس کا وہ اتنا قدر رکھتے تھے ان دنوں کا جس کے اور شہید بن گئے جو ان اور ظاہر حقیقی و مادیات کا، ان کو وہ انہوں نے بھنڈا دیا تھا، اور انہوں نے ان کا جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے، یہی جو خدا تھا، جس میں نہایت

تھا کہ ہم نے انسان کو خدا ترسی اور اس زندگی کا قدرتی اختیار سے معذور نہیں بنایا۔ زندگی میں نیک اور پریشانی قلبی، اضطراب اور داخلی عذاب۔

ظہور الفساد فی البر والبحر بما کسبت ابدی الناس لبدیقہم بعض الذنوب عملوا لعلہم يرجعون

نیکئی اور برائی میں لوگوں کے اعمال سے سبب فساد بھل گیا ہے تاکہ خدا ان لوگوں کے بعض خطیوں کا سزا دینے کے لیے توبہ قبول کرے۔

ولنذیقہم من العذاب الادنی ذل العذاب الاکبر لعلہم يرجعون اور ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب کے مواضع دنیا کا بھی مزہ چکھائیں گے، شاید ہماری طرف توبہ آئیں۔

اور اس زندگی کے بعد ہمیشہ کا عذاب ہے جس کے سامنے سارے عذاب اور ہر قسم کی تکلیف تیرا وسیع قیمت ہیں۔

والعذاب الاخیرۃ اشق

اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے۔

والعذاب الاخیرۃ اشد والبقی

اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے اور بہت دیر ہونے والا ہے۔

والعذاب الاخیرۃ اخزى

اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے۔

علماء اور محققین نے دواؤں کے خواص و ریاضت کئے ہیں مختلف اشیاء کی طبائع اور ہر چیز میں جیسی ہوگی قوت کو معلوم کر کے معلومات کا قیمتی خزانہ جمع کر دیا ہے، لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور جمع کرنے والوں کی محنت و سعی اور فضل و کمال کا اعتراف کیا اور ان کو خراج تحسین ادا کیا، لیکن اللہ کی قیامت اس کی صفات، اس کے احکام، اس کی مرضیات اور عقائد و اعمال کی خصوصیات اور صحیح و غلط، اچھے اور برے اخلاق کے نتائج کا علم، آخرت میں نیک و بد ثواب و عذاب اور جنت و جہنم کی معرفت کا انبیاء کے کرام و احسن ہر چشمہ اور واحد ذریعہ علم ہیں، اس زندگی کے بعد کے حالات اور اس عالم میں ہونے والے حشر و نشر، انی م و عذاب اور نعمت و نعمت کے

مہارت یا مہارت کا کوئی گزرتا نہیں۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله
خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا اور فریاد ہم کو راستہ نہ آجائے تا کہ ہم
راستہ نہ پائیں۔

اور اس اعتبار سے اگر ہمارے ساتھ ہی دوا نہیں آتا تو کہہ سکتے ہیں کہ یہی معجزہ کتب کی
دوا ہے اور اس راستہ کے نام سے کہتے ہیں کہ جو اس منزل تک پہنچتا ہے۔

لقد جاءنا رسول ونازلنا

یہ شب بھر ہے پروردگار نے رسول کی بات لے کر آئے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء نے تمام (تکبر اصطلاحاً جو اسلام) کی بعثت ہی کی وجہ سے
ان سے ملنے پر نہیں آئے۔ وہ اللہ کی معرفت حاصل کریں اور ان کی مرضی اور اس کے اقامہ
معلوم کریں اور ان پر جس سے انہوں اور ان کے عقیدے میں جنت میں داخلہ ممکن ہو۔

بلکہ ان عقیدوں کو اس حقائق کی دریافت کے بارے میں انہوں کی عقلی و باطنی قوتیں
جتنی ہے جس کی اور اور نہ وہ اور ناقابل اعتماد ہیں، ان میں سب سے ہوگا کہ اس مسئلے میں ہم ان
عارفین و محققین کی شہادتیں اور تجربات بھی سنتے ہیں، انہیں عقل و قلب دونوں کو چوں سے نہ
سرف آئے بلکہ دونوں نے مقرر فرما دیے تھے

حضرت شیخ محمد ربندی معروف بہ مجد الفی ثانی (متوفی ۱۳۵۰ھ) نے اپنے مستفاد
کہ جب میں اس مضمون کو بار بار پڑھا تو یہ کہ عقل انہی انبیاء علیہم السلام کی مدد پر ہستی کے بغیر
حاصل مانع کا اثبات تو کر سکتی ہے، اور ان کے وجود کو نہ وہی قرار دے سکتی ہے لیکن اس کی
ذات معانی کی صحیح معرفت اور تفہیم مندرجہ بالا تو یہ صحیح کے مقام تک نہیں پہنچ سکتی وہ ایک
مستوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ عقل اس دولت غنی کے ثابت کرنے سے قاصر اور ان حضرات
انبیاء کی ہدایت کے بغیر اس دولت سرا کا راستہ پونے سے بے جز ہے۔

فلفظہ اشراق اور خدا سب کی سمجھ بھی اس کی پوری طور پر عاجز کرتی ہے کہ عقل
عقل و مشہد دل یہ فلفظہ یا اشراق دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی معرفت اور اس کے لئے صحیح

صفات ثابت کرنے اور صحیح افعال کی نسبت کرنے میں کیسی کیسی ٹھوکریں کھائی ہیں، اور کثرت کثرتوں اور نادانیوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔ (۱) مجدد و صاحب اپنے مکتوبات میں ثابت کرتے ہیں کہ جس طرح عقل کا مرتبہ جو اس سے بالا ہے، اسی طرح نبوت کا مرتبہ عقل سے بالا ہے، اور کسی چیز کے مخالف عقل اور ماورائے عقل ہونے میں بڑا فرق ہے۔ خدا کی تشریح کا طریقہ معلوم کرنا نبوت پر منحصر اور انبیاء کی اطلاع و تعلیم پر مقفوف ہے، انہوں نے معرفت الہی میں عقلاء یونانی کے عقلمیوں کے نمونے پیش کئے ہیں، جن پر عقل بھی شکست بردار ہے، اسی طرح اہل اثنا عشر اور صفائی نفس کے مہمیوں کی پوچھو، ان کا بھی میر تکاف نقشہ چھپتا ہے۔ (۲)

اسی طرح انہوں نے دوسرے مکتوب ۳۲۶: احکام خولید عبداللہ اور خولید عبداللہ فرزند ان حضرت خولید باقی باللہ میں بڑی تفصیل سے وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ پیغمبروں کی بعثت اللہ کی ذات و صفات اور احکام کی معرفت کا واحد ذریعہ ہے، اور یہ کہ عقل و کشف دونوں کا خالص اور بے آمیز ہونا ممکن نہیں، وہ جسم غسری کے اثرات، قوت و ہوس کے تخیلات، ردائل اخلاق اور بشری کمزوریاں سے کھینچے ہوئے اور ذرا نہیں ہوتے، اس کے فیصلے اور اس کے اخذ کئے ہوئے نتائج و احکام اور "علوم و معارف" ان کمزوریوں کے رنگ میں رنگ کر اور ان کا اثر قبول کرنے کے ظاہر ہوتے ہیں، ان میں اکثر ان مقدمات کی کار فرمائی ہوتی ہے، جو اس کے نزدیک مسلم اور بدیہی اور حقیقتاً خلاف واقعہ اور فرضی ہوتے ہیں، ان صحیح اور غیر صحیح مقدمات میں تمیز کرنا، اس کے اپنے ذوقی رجحان کی بناء پر ممکن ہوتا ہے، اس کے مکاتیب اس طرح کے معارف و حقائق سے چھپتا ہے اور اس سلسلہ میں ان کا مطالعہ نہایت مفید اور ایمان و فرد ہے۔

اللہ نے قرآن کی ایک عظیم الشان سورہ "سورہ الشفعت" (کو) جس میں مشرکین کی گمراہی کی بد اعتقادی اور اللہ کی طرف ان امور کی نسبت کی تردید کی ہے، جو ذات باری کے شایان شان نہیں ہیں، ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "مہربان و مہربان"

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ان کا طویل مکتوب ۳۲۶: احکام خولید عبداللہ فرزند ان حضرت خولید باقی باللہ

ہے اور تب بعد خلق تو یہ حق میں مائل ہوئی ہے۔ (۱)

مخدوم صاحب فرماتے ہیں کہ ”انبیاء کی ایک سائنس قائم ہو گیا وہ کی پوری زندگی سے اٹھل
ہے، انبیاء کا جسم نہ کسی اپنی صفائی و پاکیزگی اور قرب خداوندی میں اور نہ کسی کرام کے دل اور ان
کے سر اور ان کوئی دے برابر ہے، ان کے جسم وہاں لے جاتے ہیں وہاں اور بے کار اور وہی
پہنچ سکتا ہے۔“ (۲)

فلسفہ یونان کی ناکامی کا راز:

یہی وجہ ہے کہ ابھی انبیاء کے لئے جو علم بطریقوں کے ملاوا اللہ کی اہانت و صفات اور
اس کے معنی کی معرفت حاصل نہ ہوتا ہی رہتا ہے، اور اس دنیا کے اہل کے تعلق اور ذاتی تعلق کی
کیفیت، انتہائی قدرت اس کے انجام دہ اور اس دنیا میں، ان کا کام کے شرائط کے مسائل کو حل
کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے اپنی عقل اپنے جسم، اپنی ذہانت و ذکاوت، اسی علم و
ہمت، واقفیت بعض کوششوں میں کامیابی اور علمی میدان میں، مسمولی یا تنظیم، انسان کارناموں پر
اتحاد کرتے ہیں، ان کی ساری محنت نتائج نہ جاتی ہے، اور سوائے سرگودانی اور گراہی کے کچھ نہ تھا
نہیں تو اس اور ان پر اللہ کا یہ فرمان صادق آتا ہے۔

ہانسم ہولاء حاججنہ فیما لکم بہ علم فمحتاجون فیما لیس لکم

ہا علم و اللہ بعلم و انتہ لا تعلمون

ترجمہ: مجھے چھپے جس میں تم کو کچھ نہیں تھا اب کیوں پھلنے لگے جو وہ مسائل میں تم کو کچھ
نہیں تھے۔ اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ہو۔

یونان کے لوگ مجاہدین فی فلسفہ اور اس کے مفکرین اور ماہرین کی ناکامی اور گراہی کا یہی راز
ہے، ان کی بے نظیر ذکاوت و عظمت، ان کے علمی و ادبی شاہکار، ان کی پاکال اور تحریک
شرعی بڑے بڑے رزم ناموں اور ریاضی، ہندسہ، اقلیدس، طبیعیات، نجوم اور فلکیات کی
مہارت نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا، اور انہوں نے سمجھا کہ ما بعد اظہیات اور اہیات میں کچھ

وہ اسی طرح کامیاب رہیں۔ چنانچہ انہوں نے اہلیات کے مسئلے اور نہ ان ذات اور ان کے مفادات کے موضوع پر بھی طبع آزمائی کی۔

لیکن اہل رمانغ سوڑی کا جو نتیجہ انہوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، وہ بالخصوص ایک مرقع، دائروں کی بنیادوں کا ایک شاہکار اور باہم متضاد و مختلف اقوال و آراء اور قیاسات اور دعویٰ کا مجموعہ ہے، جیسا کہ اسلام نامہ غزالی نے اس پر بالکل صحیح تبصرہ فرمایا ہے۔

”تہ بہ تہ تاریکیاں ہی تاریکیاں، ڈنڈ کوئی انسان اس طرح کا اپنا خواب بیان کرے تو اس کو سوداگران کا نتیجہ قرار دینا چاہئے۔“ (۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح کی چیزوں سے ایک دیوانہ بھی کیسے مطمئن ہو سکتا ہے بلکہ کہاں یہ عقلا، جو بر علم خود پائی کی کھال نکال لیتے ہیں۔“ (۲)

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ فلاسفہ اور حکماء کے اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اہل باب عقل و ان لوگوں کے کلام پر غور کریں، جن کو اپنی عقل اور تحقیق کا اتنا غرہ ہے کہ انہیں کرام کی بتائی ہوئی باتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں، اپنی حکمت کی افادیت، فلسفہ کے اعلیٰ معیار پہ بھی دیوانوں جیسی باتیں کرتے ہیں، اور ثابت شدہ و متعین حق کو اپنی پرفریب اور شکوک میں جتا کرنے والی باتوں سے روک دیتے ہیں اور واضح اور مشہور ہاتھ لکھ کر قبول کر لیتے ہیں۔“ (۳)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اہلیات کے بارے میں جب معلم اول (ارسطو) کے کلام پر نظر ڈالی جاتی ہے اور ایک پڑھا لکھا آدمی اس کو غور سے دیکھتا ہے تو وہ اضطراب اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ان فلاسفہ یونان سے بڑھ کر رب العالمین کی معرفت سے کوئی بے بہرہ اور ناشائستہ نہیں تھا، وہ دریائے حیرت میں غرق ہو جاتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ، یونان کی اہلیات کا پیغمبروں کے علوم و تعلیمات سے مقابلہ کرنے لگتے ہیں، اس کو یہ بات اس کی نظر آتی ہے، جیسے کوئی لوہاروں کا فرشتوں سے یا گاؤں کے زمینداروں کا شاہان عالم سے مقابلہ کرنے لگے۔“ (۴)

(۱) اہلیات و اہل مذہب، ص ۳۰ (۲) اہلیات و اہل مذہب، ص ۳۰ (۳) فلسفہ و فلسفیان، ص ۴۰ (۴) اہل مذہب، ص ۳۰

ملاح نے جواب دیا۔ ”میاں میں کچھ پڑھا کھا نہیں۔“

صاحبزادہ نے غصہ کی سانس بھر کر کہا۔ ”اگر آپ نے سائنس نہیں پڑھی۔“

ملاح نے کہہ دیا۔ ”میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا۔“

دوسرے صاحبزادے بولے۔ ”اقلیدس اور الجبرا تو آپ ضرور جانے ہوں گے؟“

ملاح نے کہا۔ ”حضور ینام میرے لئے بالکل نئے ہیں۔“

اب قیسرے صاحبزادہ نے خوش ہنوز۔ ”مگر آپ نے جغرافیہ اور تاریخ تو پڑھیں ہی

ہوگی؟“

ملاح نے جواب دیا۔ ”سرکار یہ شیر کئے ہیں یا آدمی کے؟“

ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی اپنی نہ ضبط کر سکے اور انہوں نے قہقہہ لگایا۔

پھر انہوں نے پوچھا۔ ”چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟“

ملاح نے بتلایا۔ ”میں کوئی چالیس سال۔“

لڑکوں نے کہا۔ ”آپ نے اپنی آدمی عمر پر باؤ کی اور کچھ پڑھا کھا نہیں۔“ ملاح بے چارہ

خفیہ ہو کر رو گیا اور چپ سا دھلی۔

قدرت کا تماشا دیکھنے کے کشش کچھ ہی دور جتنی تھی کہ دریا میں طوفان آ گیا، مریض من

پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشش جھک لے لے رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی جب

ڈوبی۔ یا کے مفرک لڑکوں کا پہلا تجربہ تھا، ان کے لوہاں خطا ہو گئے۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑنے

لگیں۔ اب چائل ملاح کی باری آئی، اس نے بڑی شجیدگی سے من بنا کر پوچھا۔ ”بھیا تم نے

کون کون سے علم پڑھے ہیں؟“

لڑکے اس بھولے بھالے چائل ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے اور کالج پابدر سے میں پڑھے

ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنتی شروع کر دی اور جب بھاری بھر کم اور مرعوب کن نام گنا چکے تو

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ”خفیک ہے یہ سب تو پڑھا لیکن کیا پیرا کی بھی سیکھی ہے؟“ اگر

خدا نخواستہ کشش الٹ جائے تو کنارہ کیسے پہنچ سکو گے؟“

لڑکوں میں کوئی بھی حیرتا نہیں جانتا تھا، انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا۔

”چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رو گیا ہے، ہم اسے نہیں دیکھ سکے۔“

لوگوں کا جواب سن کر طراح زور سے ہنسا اور کہا: ”میں نے تو اپنی آدمی عمر کھوئی مگر تم نے تو پوری عمر ڈبوئی، اس لئے کہ اس طوفان میں تمہارا پن ہالکھا کچھ کا سہ آئے گا۔ آج میری ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے ہی نہیں۔“

ترقی کے اعلیٰ مدھرج طے کرنے اور تہذیب و تمدن کے بلند معیار پر پہنچنے والی تمام قوموں کی یہی حالت ہے، خواہ وہ علم و ادب کے دائرہ المعارف (انسیکلو پیڈیا) ہی کیوں نہ بنی ہوں، یا انسانوں کے تمام علوم، حکمتوں، ایجادات اور وسیع دنیا میں چھپے ہوئے خزانوں کے انکشافات میں پوری دنیا کی امام بنی کیوں نہ بنی ہوں، لیکن وہ علم سے ناواقف تھیں، جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جس کے ذریعہ حقائق تک پہنچا جاسکتا ہے، جس کے سہارے ماحصل مقصود تک رسائی اور طوفان سے نجات پکے حصول ممکن ہے، جو اعمال اور بیانات کو درست رکھتا، خوبشات اور شہوات کو قابو کرتا ہے، اخلاق کو صالح اور نفس کو مہذب بناتا ہے، برائیوں سے روکتا اور بھلائیوں پر ابھارتا ہے، مول میں اللہ کا خوف اور شیشیت پیدا کرتا ہے، اور جس کے بغیر نہ معاشرہ کی اصلاح ہو سکتی ہے، تہذیب و تمدن کی حفاظت، جو انسان کو انجام کی لکڑ اور آخرت کے لئے تیاری پر آمادہ کرتا ہے، اقامت اور خود پرستی کے جذبات فرو کرتا ہے، دنیا کی حقیر چیزوں کی حرص و ہوس سے آزادی دلاتا ہے، احتیاط اور توازن کا راستہ دکھاتا ہے اور غیر مفید اور بے نتیجہ کوششوں سے باز رکھتا ہے۔

اللہ نے ان قوموں کا قصد قرآن میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، جو غرور و تکبر کے نشہ میں مست تھیں اور انہوں نے اپنے اپنے معاصر دنیا، کرام کو ذلیل و تنقیر سمجھا جو اس زمانہ کی رائج علوم میں امتیازی شہرت نہیں رکھتے تھے۔

فلما جاء نهم رسول بالنبیۃ طر حوا بما عندهم من العلم وحاق بهم

ما کانوا به يستهزؤن

اور جب ان کے بغیر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم ان کے خیال میں ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے، اس نے ان کو آن گھیرا۔

اہل علم و فن کی یہ ساری یہ محفیں انتہائی ضروری اور قابلِ قدر ہیں۔ ان میں سے کسی کی تکلیف کسی کی جانب سے ہے تو کبھی محفیں کی جو کشتی، جو فیکہ کا ایثار، کبھی کبھی ہذا میں کے مضمونہ و مضمونہ رہتا ہے۔ وہی کے مطابق اس کی صلاحیتیں اپنا عمل کرتی ہیں۔ لیکن یہ تمام جتنے پہلے قدر و قیمت اور اپنے اہمیت کے باوجود اس وقت تک ضرور سے کسی اہل علم میں واجب تک کہ اس میں شہرہ کے محقق چند انتہائی ضروری سوار معصوم ہیں کہ اس کا جو کون ہے، اس کا نظام حکومت کیسے ہے، وہ تو تو ان میں نہیں ہے۔ ان میں سے سب سے کم کم کو اس کا نظام ہے اور صدر محفوں کے اختلاف نے، جو وہ تکلیف کو اس کا ہے۔ اس میں ہر ایک کی شہریت حاصل کرنے کے لیے اصول ہیں، اس کے لئے اس میں پائے گئے ہیں و واجب اور اس پر آباد ہونے کے قواعد ہیں، یہاں کیا کیا چیزیں منع اور خلاف قانون ہیں، ان کا اور کتاب ان کو نصیرت میں چلا کر لکھا ہے اور اس طرح کی ضرورت ہے کہ ان کو اس مقررہ اور ترقی یافتہ میں باعزت اور پرستار زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہیں۔

مقامی شہر میں انبیاء کا خاص فریضہ

اس مقامی اور ترقی یافتہ شہر میں ایک اور خاص اور قابلِ ذکر ہے، بعد محفوں میں کس طرح منع و منع بخش تو اس کی مانگ، ہر ایک اس میں اور ایضاً پانچ ہذا میں سے مزین۔ ان مقامی خودیوں میں سے کسی چیز کی نہیں لیکن اس کے واسطے ہر ایک ایک میں اس کی دعوت اور اس کا طریقہ کار ان کو اس کی دعوت اور طریقہ کار سے باہل جدا ہے۔ اور اور اس میں اس مقررہ شہر کے مرکز اور اس کی قوم، زندگی اور تنظیم کے مسئلہ پر چارے تک پہنچتی ہے۔ اور اس شہر کو ہر ایک کو اس دعا میں ان کی اپنی چیزیں اس مرکز تک لے جاتا ہے۔ اور یہ مقدس مذمت اور اس میں اس کے نظام اور میں حاصل کرتی ہے اور اس میں سے ہر ایک کو اس تک پہنچتی ہے۔ اور اس شہر کی تنظیمی قوت یا تنظیمی ادارہ اور اس کے شہر میں اس کی وسیع اور اس کی کڑی ہوتا چاہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر کے تمام لوگ اور علم و انصاف کے قدم طبقہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں اور ان کو سکون کے ساتھ ملکی و تحقیقی مشائخ کے انہماک میں اس مقدس مذمت کے سامنے ہند ہیں، کیونکہ یہ سارے علوم و فنون اس خاص قسم و معرفت کے زیرِ سایہ پرورش

الجہار المتکبر، سبحان اللہ عما یشرکون ﴿ ہونے والے مخلوق الباری المصور، لہ
الاسماء الحسی لہ ما فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم ﴾

وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ بڑا مہربان،
نہایت رحم والا ہے، وہی خدا ہے جس سے کوئی ذات عبادت نہیں، پادشاہ حقیقی، پاک ذات،
غائب سے سالم، امن دینے والا تعالیٰ، مالک، بڑا ہر دست، بڑا ہی والا خدا ان لوگوں کے
شریک قرار کرنے سے پاک ہے، وہی خدا تمام مخلوقات کا خالق، پیدا و مخرج کرنے والا،
موجود بنانے والا اور اس کے سب اعضاء سے اپنے نام میں برحقیت چیزیں آسمانوں اور زمین
میں ہیں، سب اس کی تسبیح کرتی ہیں، اور وہ غائب ملکوت والا ہے۔

لہذا انسان کو معرفت کی کوئی عقل کی ماری صلاحیتیں صرف کر کے اس کی معرفت کی
تحصیل، دل کی تہذیبوں میں اس کی محبت، تمام اعضاء و جوارح سے اس کی اطاعت اور اس کی
رضا مندی، اس کا قرب اور اس کی رحمت و قرب کی تحصیل میں انتہائی محنت و مشقت، ہی سب سے
اہم فریضہ ہے، سب سے مقدس کام، انسانیت اور شرافت کا تقاضا ہے، عقل سلیم اور صانع
فطرت کا صحیح مطالبہ ہے۔

انسانوں کو مختلف طبقات، ان کی سر زمینوں اور ان کی حکومتوں کے مقابلہ میں، یہ ہے انبیائے
کرام علیہم السلام، ان کی سر زمینوں اور ان کی حکومت کا مقام بلند، یہ مقدس طبقہ انسانیت کے
لئے اتنی ہی ضروری ہے، جس قدر جسم کے لئے دماغ، کامرے کے لئے عین اور انسان کے لئے
روح آنکھیں اور زبان کے بغیر (اپنے تمام علوم، ادبیات، تہذیب، ثقافت، مسکنات اور حرکت
کے باوجود) کھینچ تیر و تار اور مکمل برخلط ہے۔

ظلمت بعضها فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکن یراہا ومن لم یجعل
اقد لہ موداً فمالہ من مود

غرض اندیشہ سے ہی اندیشہ سے، ایک پر ایک چھایا ہوا جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ
دیکھتا ہے اور جس کو خدا اور شیخ نے اس کو کبھی بھی روشنی نہیں مل سکتی۔

انسانیت کی خیر و برکت اور تمدن کے ارتقاء کا بنیادی سبب:

انبیائے کرام صرف معرفت صحیحہ اور علم یقین ہی کے مرکز و منبع نہیں ہیں، بلکہ اس کے

ساتھ ہی وہ انسانی معاشرہ کو یکہ اور بے بہا دولت بھی عطا کرتے ہیں۔ جس پر انسانیت کی خیر و برکت اور تمدن کی تعمیر و ترقی کا پورا پورا دار و مدار ہے اور وہ قیمتی سرمایہ ہے، بھلائی سے محبت اور برائی سے نفرت کا مقدس ترین جذبہ اور شرک کی قوتوں اور اس کے مہربز و پاش پاش کرنے اور خیر کی وسعت و ترقی کے لئے قربانیاں دینے کا مبارک عزم اور انسان کی تمام تر قیادت سر بلند یوں اور ناقابل فراموش کارناموں کا اصل اور اساسی سبب یہی مقدس جذبہ یہ مبارک عزم ہی ہے، کیونکہ تمام اسباب و وسوسوں، ساز و سامان اور تجربہ و تحقیق کے ذریعے انسان کے عزم و ارادہ کے تابع ہیں، جسم کا کارناموں کی اساس یہ ہے کہ انسان ارادہ کرتے اور اس بھلائی کا حاصل حاصل و منع پیش آئیے کہ وہ ہمیشہ اسلام کی تعلیمات رہی ہیں۔ انہوں نے اپنی بعثت کے زمانہ میں اپنی قوم و امت اور اپنے پورے معاشرہ میں خیر کی محبت اور شر سے نفرت کے جذبہ کو پروان چڑھایا، حق کی حدیث اور باطل کی مخالفت اس کی طبیعت اور نصرت میں داخل کرنے کی کوشش کی اور طویل انسانی تاریخ میں جب بھی یہ جذبہ کمزور پڑا، انسانوں کی فطرت میں تغیر رونما ہوا اور ان میں بے حریت اور درہنگی کے آثار دکھائی دیے، جیسا کہ ہم قرآن میں بیان کئے ہوئے مختلف قوموں کے حالات میں مشاہدہ کرتے ہیں، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے فوراً اس کا علاج کیا، اور قسوت و بے حریت کو رحمت و درگزر و شفقت و انانیت میں بدل دیا، انہوں نے اپنی اسی تعلیمات کی اشاعت کی، اس کے لئے مسلسل و متواتر جدوجہد کی، پیش و آہرام کی پروانہ کی، عزت و وقار کا خیال نہیں کیا، حتیٰ کہ اپنے جسم و جان کی قربانی کی اور اسی مسلسل و جان ناک و محنت و مشقت کے نتیجہ میں انسانیت سے جاری حیوانوں اور پھانسی کھانے والے درندوں میں ایسے نیک نفس اور یکہ ہوئے جن کے انفس سے دنیا معطر ہوگئی، جن کے حسن و جمال سے انسانیت کی تاریخ میں دلی کشی و رعنائی آگئی، جو رحمت و مہربانی میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے، اور انہیں برگزیدہ مثالی اور قابل تعظیم نفس کی برکت سے تہ و بہرہ و بار دہانے والی انسانیت کو نئی زندگی ملی گئی، انہوں نے انصاف کا درد دور ہو گیا، کمزوروں میں حاجت والوں سے اپنا حق وصول کرنے کی ہمت و طاقت پیدا ہوئی، بھیڑیوں نے بکریوں کی کھد بانی کی، افسانوں میں مرد و مرہ کی ننگلی چھا گئی، اعلیٰ و محبت کی خوشبو پھیل گئی، سعادت کا بازار گرم ہو گیا، دنیا میں جنت کی دکانیں چلنے لگیں، ایمان و یقین کی عطر پڑھوائیں چلنے لگیں، زمینی نفوس بجا و ہوس کی مرضت

سے آواز ہو گئے، دلوں بھلائیوں کی طرف ایسے کھینچنے لگے جیسے عورتوں کی طرف لوہے کے کھمبے، فتنوں کی تہذیب و تمدن اور ان کی ارتقا پر اس مبارک و مقدس طبقہ کے جس قدر وسعت ہیں، اسی قدر طبقہ کے ان میں لطافت و عنایت کا خشک سایہ انسانوں کی عزت، ان کی شرافت، ان کے اصول و ان کے قوانین ان کی پوری زندگی پر چھایا ہوا ہے، انکی لطافت و عنایت کی زیر سایہ حیاتِ انسانی کے جوا کا ارکان ہے، اگر انکی گرام علیہم سلامت ہوتے تو عیسائیت کا سینہ اپنے علم، فلسفہ، حکمت اور تہذیب و تمدن سمیت طوفان کی نذر ہو جاتا، اور دوسرے زمین پر انسانوں کے بجائے جنگلی جانوروں اور درندوں کے ریور کھلیں کرتے ہوئے نکل آتے، جسے اپنے خالق پر کسی کو پہنچنے سے دشمن و اخلاق سے آشنا ہوتے، نہ صحت و صحت کا حساس نہ کتے بھرتا، نہ دنیا گھاسی چارہ سے بلند کوئی بات ان کے ذہن میں آتی۔

آج دنیا میں جتنے بھی بلند فنی و تمدنی و فکری و فاضل احساسات، بہترین و بلند اخلاقی تعلیمات، صحیح و قطع غلط علم، پایا ہوا علم سے نکلنے کے عزائم پائے جاتے ہیں، ان تمام کی تاریخ کا سلسلہ، دینی و انبیاء کی تعلیمات، ان کی دعوت و تبلیغ، ان کے مجاہدات اور ان کے پر خلوص و محبت و عین حق پر ختم و کتاب ہے، اور دنیا (ازل سے اب تک) ان کے دستِ خوان کی ریاضت پر چمک رہی ہے، انکی پیچیدگی ہوئی روشنی میں قدم پر حقائق رہی ہے، اور انکی تفسیر کی ہوئی عقلمندیت کے سایہ میں سر چھپاتی اور زندگی گزارتی رہی ہے، اور رہے گی، ان مقدس شخصوں پر بیحدوں بڑھانے کا یہ حال ہے۔

بہارِ اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے

یہ سب پورا انیس کی لگائی ہوئی ہے

انبیائے کرام کی امتیازی خصوصیات مزاج و منہاج

الحمد لله نعمته ونسبته ونصفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن
سينات اعمالنا من بعد هـ ا لله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له
ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله الذي ارسله
الله تعالى من الحق النبي الخلق بشيرا ونذيرا وداعية الى الله باذنه
ومصر اجا منيرا

۶۔ یزمن گرامی! پہلے خطبہ میں میری گفتگو کا موضوع تھا: نبوت کی ضرورت اور اس کی
قدردانیت، کہ دنیا کے انسانیت کو اس کی کتنی شدید ضرورت ہے، تہذیب و تمدن پر اس کے
احسانات کس قدر ہیں، انبیائے کرام کی سرگرمیوں کی نوعیت کی ہیں اور دنیا میں ان کا پیغام کیا
ہے؟ اور آج کے اس عہد و مکہ موقع پر میں نبوت کے طبعی خصائص اس کے خاص مزاج اور انبیاء
کی بنیادی خصوصیات اور امتیازات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں، نیز یہ کہ انبیائے کرام کا یہ مقدس طبقہ
کن امور میں انسانی حقیقت کے دوسرے مفکرین اور مصلحین سے ممتاز ہوتا ہے۔

مقام نبوت کو سمجھنے پر خود ساختہ اصطلاحات کا نظم:

مہذب و اور خود ساختہ انداز و اسلوب، سیاسی طور طریقوں، قیادت و تنظیمی برہمنوں اور تعلیم
درہیت کے جدید اصولوں نے مقام نبوت کے فہم و ادراک پر بہت بڑا ظلم کیا ہے، یہ انداز فکر اور
طریق کار بجائے خود قہر تلہ رہے انہوں نے جاہوں میں حلیم کی اشاعت معیار زندگی کو بلند
کرنے، مفاسد کا مقابلہ کرنے اور تمام ملوک کو آزادی کی دولت عطا کرنے میں گراں ہوا
خدا مات انجام دی ہیں، اور یہ تمام کے تمام لائق ساس و ستائش ہیں، لیکن یہ اسالیب و انداز فکر
لوگوں کے دل و دماغ پر اس طرح چھا گئے ہیں، ان کی طبیعت اور ان کی سیرت و نمردار میں اس
حد تک رنج بس گئے ہیں، اور ان کے عزم و ہر دم اور طاقت و قوت کے سرچشموں و اعمال اور
محنت و مشقت پر ابھرنے والے جذبات، نور و فکر اور کامیابی و کامرانی کے یہ نیا نیا کی صورت

میں اس طرح دھچک گئے ہیں کہ وہ لوگ اس پہلو کے علاوہ منصب نبوت اور انجیاء کے کرامت پر اسلام کا تصور ہی نہیں کرتے۔ نہ اس میں ایک کے بغیر ان کی طرف دیکھتے ہیں، اس زمانہ میں بعض اسلام پسند مصنفین، اہل قلم اور مسلمانوں کی ثقافت ثانیہ کے داعی اور مدیر دار بھی انہیں خیالات و اثرات کے سامنے سپر انداز ہو گئے ہیں، اور انہوں نے انجیاء کے کرامت علیہم السلام کی دعوت اور ان کی سیرت کی تفسیر و تفسیر، جدید سیاسی اور معاشرتی اصطلاحات کی زبان میں شروع کر دی ہے، جو اہل زمانہ کے لئے نبوت کا حقیقی منصب، انجیاء کے کرامت کے حجاج، ان کے پیغامات کی حقیقت اور ان کے اعمال کے صحیح روح کو سمجھنے میں رکاوٹ بن رہی ہے، اور ان کی اتباع اور ان کی صحیح حکمت و مقام پہچاننے میں مانع ہو رہی ہے، اور ذہن کو ایسے راستے کی جانب موڑ رہی ہے، جو نبوت کے حجاج و منہاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

سیاسی طرز فکر، جدید سیاسی اصطلاحات، اور موجودہ زمانہ میں سیاست و ریاست کی اہمیت کا ذہن و فکر، طرز ہوا، اور قریب و تحریر پر ایسا گہرا اثر چڑا ہے، کہ دعوت اسلامی کے بعض داعی اور قائد و مور باندہ پایہ اہل قلم بھی اپنی تحریروں میں بے تکلف وہ سیاسی اصطلاحات اور تعبیرات استعمال کرنے لگے ہیں، جن کے ساتھ خاص مفاد و انتکار اپبوست، اور ایک خاص تاریخ وابستہ ہے، اور جن کا ایک خاص پس منظر ہے، مزید برآں وہ اپنا ایک مخصوص دعوہ و مفہم رکھتی ہیں، اور انجیاء علیہم السلام کی دعوت کی روح اور مزاج کی صحیح ترجمانی کرنے سے نہ صرف قاصر ہیں، بلکہ مختلف قسم کی غلط فہمیاں شکل و بد گمانیاں پیدا ہونے کی بھی باعث ہوتی ہیں، مثلاً "انقلاب"، "بغاوت"، "جمہوریت"، "اشتراکیت"، اور "نظام" کے الفاظ کراں میں سے ہر ایک کا خاص مفہوم ہے، جس نے خاص حالات، حوالہ اور حوادث و واقعات کی سایہ میں نشو و نما حاصل کیا ہے، اور ارتقاء کی منزلتیں طے کی ہیں، اور ان سے ایک خاص طرح کے تجربات و تاثرات وابستہ ہیں، جن کو ان سے جدا نہیں کیا جاسکتا، واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی دعوت بدعت نبوی اور اس کے اثرات و برکات کے ذکر کے سلسلے میں قرآن مجید اور شریعت دین کی زبان نے جو تعبیر اور طرز ادا اختیار کیا ہے، اسی کا اختیار کرنا مناسب ہے، اس لئے کہ وہ ہر طرح کی غلط فہمیوں اور کوہا و اندیشیوں سے سب سے بڑا ہے، اور اسی سے دین کی صحیح روح اور اس کے اصل مزاج سے آشنائی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کے محمدیہ و عمیق معانی کی ضرورت:

اس بات کی مدد یہ ضرورت ہے کہ اس موضوع پر قرآن کا خلاصہ نامہ مہر اسٹوڈیو لکھا جائے۔
 دوسرے دینی و دنیوی امور خیروں کے تصورات سے بالکل آزاد ہو۔ اسی طرح اس پر ہمارے ذاتی
 رجحانات اور خواہشات سے بے تعلقی ہو۔ لیکن یہ کہ ہماری خواہشات معیوب نہ ہوں، بلکہ
 مستحسن ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فطری اور طبعی ہوں، لیکن یہ قطع ضروری نہیں کہ قرآن سے
 برہمگشتی چیز کے لئے دلچسپی و متعلقہ کام لیا جائے، یا انہی کے کرامت جھنڈ کی سرچش میں بھی دعوت
 اور جہد و جدوجہد کا۔ انہی میں قرآن کے مفاد اور تعلیم کو زمانہ کے محدود چیلنوں کا پابند نہیں بنانا
 یہ بننا کیونکہ زمانے آتے جاتے رہتے ہیں، مگر وہ فکر کے انداز بھی بدلتے رہتے ہیں، انسانی کی
 قدر و قیمت کو بھی سمجھ کر نہیں، یہ چاہتی اترتی رہتی ہے، ایک زمانہ میں جو نظریہ پیدا ہوا وہ
 اسحاق وضع کی جائے، یا انہی کو اسی نظریہ یا اصطلاح کو نگاہ نہ دیکھنا ماحول پر بھی
 جو کاتوں منطبق کر دیا جائے قرآن ایک آسانی کتاب ہے، مستقل ہے، اپنی منفرد شخصیت
 رکھتی ہے، مومن انسان کی کاپورا اثر اندازوں کے ساتھ نہ تخریب نہ تخریب کے پھیلنے کوئے تینے کی
 مانند ہیں، جو نکھر رہا بھی ہے، اور پھیلتا بھی، سنتا بھی ہے اور بڑھتا بھی، اس پر کسی چیز کی
 بنیاد رکھنا درست نہیں، پھر یہ کہ یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ قرآن اپنے بلند آسمانی مقام اور اپنی مستقل
 مضبوطی اور ابدی بنیادوں سے گر کر ریت کے اس بے ثبات نیلے پڑ رہے ہیں۔^{۹۹}

انبیاء اور دوسرے رہنماؤں کا بنیادی فرق:

یعنی اور اہم ترین خصوصیت، جس میں انبیاء کرام علیہم السلام دوسروں سے ممتاز
 ہوتے ہیں، یہ ہے کہ جس ہم کی وہ لائوں میں شروعات کرتے ہیں، جس عقیدہ کی طرف
 لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، اور جس پیغام کی تبلیغ کی ذمہ داری ان کے سپرد کی جاتی ہے، وہ تو
 ان کی ذہانت کی پیداوار ہے، اس فاسد اور تکلیف دہ صورت حال کا رد عمل ہے، جس میں وہ
 زندگی گزارتے ہیں، نہ ان کے لطیف و نازک شعور، نہ ان کی حساسیت کا ساتھ پرانہ انداز
 کے ذہن اور حکیمانہ تجربات کا نتیجہ، بلکہ اس کا فنی و مبالغہ و جی آسمانی اور انسانی فیضات ہیں، جن
 کے لئے وہ منتخب کئے گئے ہیں، اور جس کا ان کو شرف بخشا گیا ہے، نہ انہی بھی دوسرے علماء،

زعماء، مصلحتین اور ان تمام سرچشموں پر ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، جن کا انسانیت اور اصلاح و عزیمت کی طویل تاریخ نے تجربہ کیا ہے، جو یا تو معاشرہ کی پیداوار ہوتے ہیں یا اپنی حکمت و ذہانت کا نتیجہ یا ماحول کی صدائے بازگشت یا اپنے ارد گرد اچلتے ہوئے فساد اور تاریکی کے لادو کا رد عمل اور اس کے خلاف ایک صدائے احتجاج۔

اس رد عمل کی اثرات (جو بعض اوقات خود بین کے بغیر نہیں دیکھے جاسکتے) بہت سے ان اسلام پسند معترضین اور داعیوں کی تحریروں میں نظر آتے ہیں، جن کو سو جوہ مادی فلسفوں مغربی سیاست و اقتدار کی کامیابی، اور اپنے ملک کے مسلمانوں کی غیر متکرم زندگی یا غلامی نے اسلام کے مفاد اور صورت حال کا مقابلہ کرنے، اور ان فلسفوں اور نظامہائے حیات کے حتمی اسلامی فلسفہ اور نظامہ حیات کے پیش کرنے پر آمادہ کیا، ان کی تحریروں اور تعبیریں اور ان کے طریق فکر میں اس "مردخشی" کے عکس اور سائے اس شخص کو آسانی کے ساتھ نظر آسکتے ہیں، جس کو "دول کے اثرات اور عمل و رد عمل کی سلسلہ سے آزاد ہو کر کتابہ و سنت کے برادر امت مصلحہ کا موجد ملا ہے، پھر وہ ان جدید فلسفوں اور نظامہائے حیات کی بھٹی ریزیت اور جسم و جان میں جوہریت ہو جانے والے اثرات سے بھی واقف ہے۔

ان جدید تحریروں اور اسلام و مسلمانوں کی جدید نشاۃ ثانیہ کی کوششوں میں اور انہیں انبیاء اور مجددین و مصلحین کی دعوت و فکر میں جن کو علمی و دینی و روحی کی دولت یا ایمانی صحبت و تربیت کی سعادت حاصل ہوئی تھی، ایک واضح فرق و حرکات عمل اور مقاصد کا ہے۔ پہلے کردہ کی کوشش و فکر کا بڑا محرک حصول قوت و اقتدار یا ظلیہ عزت، اسلامی ریاست کا قیام اور حیات انسانی کا نظم و سکون اور ثانی لہذا کر کے اصل محرک رضائے الہی کا حصول، آخرت کی کامیابی، ایمان و احسان کا جز بہار و نشاط نبوی و ملائکہ کا شوق ہے، ملوث انہیں جیسے لوگوں کے لئے کہا گیا ہے۔

تلك القاد الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الارض ولا

فساداً وعلية للمتقين ﴿٥٠﴾ المص ۸۳

وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے، جو ملک میں فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور انجام (نیک) تو پر بیز گاروں ہی کا ہے۔ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات قرآن کی ہے، جو سید المرسلین علیہ السلام کی زبان سے ادا کی گئی ہے۔

قل لو شاء الله ما تلوتہ علیکم ولا ادرکم به لقد لہنت فیکم عمراً

من قبلہ لا تظنون O

یہ بھی کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو نہ میں اس پر کتاب تم کو پڑھ کرنا نہ ہوتا تمہیں اس سے واقف نہ تھا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر باہوں بھلا کر گئے تھے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کافران ہے۔

وکلک او حبنا الیک روحاً من امرنا ما کنت تدعی ملکک ولا الایمان ولكن جعلنا نورا لہدی من نشاء من عبادنا وکک کھدی علی صراط مستقیم O

اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح اللہ کی کھدی دینے سے قرآن بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو چانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور عطا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

اور اسی طرح ارشاد ہے۔

وما کنت ترجوا ان تلقی الیک ملکک الا وحنن ربک فلا تکونن ظہوراً للکفورین O

اور تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل ہوئی تو تم پر گمراہوں کے دھوکے گارتے ہیں۔

اور اسی طرح اس مقام سے آپ ﷺ کی مدد موجودی کے ذکر کے بعد جب اس حادثات و واقعات کا ظہور ہوا تھا جن کو آپ اپنی قوم کی سامنے بیان فرمادے تھے غرض میرا۔
وما کنت بجانب الظور الا تافقا ولكن رحمة من ربک لتطو قوماً

ما الہم من ظہر من قبلک لعلہم یندکرون O

اور نہ تم اس وقت جب کہ ہم نے سوی کو آواز دی طور کے ستارے سے بھٹکے تھے، ابھی جانا تمہارے پروردگار کی رحمت ہے تاکہ تم ان لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا ہدایت کر دیا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

قرآن و رسالت و نبوت کے مزاج اور اس کے اصول اور اس کے منبع و مصدر کو ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

يَتَرَكُ الْمَلِكُ بِالرَّوْحِ مِنْ أَمْرِ عَلَى مِنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ يَقْرَأُوا لَهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَتَقُونَ ۝

وہی فرشتوں کو یہ سزا دے گا کہ اپنے غم سے بندہ میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتے ہے کہ ان کو کون کوئی ادھر سے سزا کوئی مہربان نہیں تو تجھی سے دے دو۔

ایک جہت سے رسولِ نبوتؐ، اعلیٰ انسانی عوامل کے سامنے جھکا ہے، نہ مادی، نہ وقتی، نہ حادث کے سامنے، اور اپنی رسالت کو اس رشت پر موقوف ہے، جدو جہوں یا حالات مڑتے ہیں، یا معاشرہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو ہم کے درمیں لٹاتا ہے۔

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى ○
اور نہ تو انہیں نفس سے منہ سے بات نکلتی تھی یہ قرآن تو قسم خدا ہے و جو ان کی طرف
نکلتا رہتا ہے۔

ان ضرورتوں پر بھی اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ اپنے پیغامات اور اللہ کے احکام میں تھیمے یا تبدیلی پیدا کر سکے یا پیش کی دیا وافی کر سکے اللہ اپنے رسول کی طرف سے کہتا ہے۔

قُلْ مَا يَكُن لِي اَنْ اَدْعَاكَ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ اِنْ شِئْتَ اِلَّا مَا يَوْحِيَ اِلَيَّ اَمْي
خَوْفَ اَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ عَظِيمٌ

کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدلہ دوں میں تو اسی قہر کا تاراج
آؤں جو میری طرف آتا ہے اگر میں اپنے پروردگار کو نا فرمانی کر دوں تو مجھے بڑے سخت دہانے کے
عذاب سے خوف آتا ہے۔

ہند نے آپ سے خدمت کی بھی انجلی کی ہے اور آپ کو اس سے محفوظ رہنا چاہیے۔

وہو انہر تلعن فیہہون ○

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرنا۔ یہ بھی غلط ہے۔

۱۸۔ اندکی طرف کسی غلط بات کی قیست نہ کرنے، ایسی باتیں بیان نہ کرنے، جن کو اللہ نے بے کہا ہو، یا

اس کی وحی و کلام میں کسی یا زیادتی رسول کو روایت اور دعوائے نزائے کی دشمنی دلی ہے۔

فنزیل من رب العلمین ○ ولو نقول عسیا بعض الا قلوب ○ لا خدا

مہ بالبعین ○ ثم لنظننا منہ الوتین ○ لعا عنکم من احد عندنا حریق ○

وہ یہ تو یہ دوکار عالم کو سارا سارا ہے اور یہ خلیج عالم کی نسبت کوئی بھٹائی بات نہ دے گا تو ہم

ان کا دین تم کو پکڑ لیتے پھر ان کی رگ نروان کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی تم میں اس سے

روکنے والا نہ دے گا۔

اور لفظ واقعی اور اعتبار سے رسالت کی کائنات میں کسی تبلیغ کا عظمیٰ درجہ نہیں ملتا ہے۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما لعک

رسالتہ ○ واللہ بعضکم من الناس ان لا یهدی القوم الکفرین ○

اے پیغمبر جو لو رسالت خدا کی طرف سے تم پر نازل ہونے ہیں، سب لوگوں کو پہنچا دو اور

اگر ایسا نہ ہو تو تم خدا کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبر کی کافر میں اور ان پر) اور خدا تم کو

لوگوں سے بچائے رکھے گا کہ شک خدا نہ کرے، اور اسے نہیں دیتا

یہی ہے انبیاء کے کرام میں ہم انسان اور دوسرے انسان اور ہماروں کے مابین

فرق و امتیاز کو واضح کرنے والا بنیادی وصف جو ہر نبی و ان کے پیغامات اور ان کی ہمدردیہ و ان

کے ماحول، شہدایہ و تمدن اور ان کے احساس و شعور کی پیداوار و توفیق ہے اور پھر اسے ماحول یا

باشعور یا بخل پر مبنی ہوئی بنیادیں مانی، واضع اب کا راجع ہے، رہنمائی ہمیشہ مصلحت اور ضرورت

وقت کا لحاظ رکھتے ہیں، اکثر حالات کے سامنے بھٹک جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں بعض

اعمال کو ترک کرنا پڑتا ہے، اور بھی دوسری جماعتوں سے معاملہ بھی کرتے ہیں "میں دین" کہ

طریقہ اپناتے ہیں، اور ان میں سے آخر کا اصول یہ ہوتا ہے۔

چلو تم ابھر، ابھر، ابھر، ابھر، ابھر کی

انبیاء کی دعوت میں حکمت و تمیز:

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء کے کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اپنی دعوت و تبلیغ میں

اندلس و مسند کا مطلق لحاظ نہیں رکھتے نہ لوگوں کی طبیعتوں اور ان کی فوج کا خیال، نہتے ہیں نہ

مناسب جگہ، مناسب حالات، طریقت میں ناظر اور دلوں کی توجہ کی فکر کرتے ہیں، نہ دعوت میں

آسانی اور تدریج کو ملحوظ رکھتے ہیں، جیسے جلد یہ تمام امور تو دین کی سہل و سادہ فطرت اللہ کی صفت بلیدہ اور انبیاءؑ کو اہم کی حکیمانہ طبیعتوں کا تقاضا ہیں، جن کو دلائل و آثار پر کار و پیکار کر رہے ہیں، واقعات شہادت دے رہے ہیں، اور دعوت و تبلیغ کی تاریخ اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اس کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

قرآن کہتا ہے۔

وَقَرَأْنَاهُ فَفَهَّمَهُ الْقُرْآنَ عَلَى الْغُلَامِ عَلَى مَكَّةَ وَنَزَّلْنَاهُ نَزْلًا

اور ہم نے قرآن کو جزء جزا کر کے امارا ہے تاکہ تم لوگوں کو غمیر غمیر کر چڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

داد کرتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا اور تمہیں ارادہ کرتا ہے سہلی کا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ

لَنُفِيتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا

یہ کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو ایک ہی دفعہ کیوں نہ امارا گیا؟ اس طرح آہستہ آہستہ لئے امارا گیا کہ اس سے تمہارے دلوں کو قائم رکھیں اور اس واسطے ہم اس کو غمیر غمیر کر پڑھتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ

اور میں نے تم پر دین میں کوئی مشکل۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو آسانی برتنے اور خوشخبری سنانے کا

ہنگامہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حاذ بن حبل، اور موسیٰ بن شعریٰ سے یمن بھیجتے وقت فرمایا۔

يسر او لا تعسر اجشو لو لا تعسرا

یعنی، آسان بنا کر پیش کرنا، سخت بنا کر نہیں اور لوگوں کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا۔

اسی طرح آپ نے اصحاب کو نکاح کر کے فرمایا۔

انما بعثتم مبشرين ولم تبعثوا معسرين

قرآن سانی برتنے والے بنا کر بھیجے مجھے خوشخبری کرنے والے نہیں۔

کبھی کبھی آپ بڑی دہم اور جو کچھ مصلحتوں کے پیش نظر جزی صلیت والے کاموں کو

”خزاکر دیتے تھے مثلاً ایک ہزار آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

فولا حد اقله قومك ملكك لفضل البيت ثم لبيته عسى احداس

ابراهيم عليه السلام

اور تمہاری قوم (انہی ملک) نئی نئی کفر سے نکل جاتی تو میں بیت اللہ کو تو ذکر پھر سے بار بار علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق پڑھاتا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم نہ کہیں کہے اتمام نے کامیاب کر کے رسول اللہ ﷺ جنس دن و شب میں مانگ کر دیا کرتے تھے۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور یہاں سے لوٹ کر جاتے تو اپنے محلہ والوں کی اہمیت کرتے، ایک دن عشر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ بقرہ پڑھی، اس سے ایک آدمی نماز سے الگ ہو گیا، حضرت معاذ اس سے کھینچے کھینچے جتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کی خبر ہوئی تو فرمایا: ”قَاتِلْ قَاتِلْ قَاتِلْ“ کہنا انگیز، انگیز، انگیز، انگیز (تین بار) ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ”میں نماز فجر میں اس وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں (جماعت میں شریک نہیں ہوتا) کہ فلاں صاحب اس کو بہت مٹی کر دیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ بہت غضبناک ہو گئے، اس سے زیادہ غضبناک میرے آپ کو کسی وقت میں بھی نہیں اٹھایا اور آپ نے فرمایا۔“

يا ايها الناس ان منكم صغرين فمن اعم منكم الناس فيسجور فان خلفه

الضعيف والكبير وغو الحاجة.

لوگو! ہم میں سے بعض بزرگ، بڑے، کمزور ہیں سے خوش اور دور کر دیتے ہیں، ہم میں سے بعض کمزور، بزرگ، کمزور ہیں، اس کو چاہئے کہ انتہاء کرے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بزرگ اور ضرورت مند بھی ہیں۔

اس طرح کے دلائل و شواہد بے شمار ہیں، اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تو یہ تمام روایات مشہور ہیں، اور تو اتر کے ساتھ حقوق میں، اور انبیائے سابقین کے بارے میں بھی یہی ماننا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کھت کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔

اتيه الحكمة وفصل الخطاب.

اور وہی ہم نے اس کو (واقف و) حضرت اور فیصلہ کن بات۔

اولئک الذین انبأهم الکتاب والحکم والنبوة۔

وہی لوگ ہیں جن کو تم نے وہی کتاب اور حکمت اور نبوت۔

لیکن اس آسانی اور حق اور حکمت و مصلحت کا اعلا اور عین حق کی توجہ اور تامل کی کا خیال صرف غلط و تربیت اور جزو کی مسائل میں ہے جن کا عقائد یا دین کے بنیادی اصولوں سے کوئی تعلق نہ ہو مگر جن امور کا تعلق عقائد بنیادی اصولوں، فرائض اور منسوسات سے ہے جو کفر و ایمان اور توحید و شرک سے۔ جن فارق اور تمیز کی حیثیت رکھتے ہیں، اور جن کا تعلق اسلامی شہادت اور عہد و اللہ سے ہے ان تمام میں انبیاء نے کراہ (وہ کسی زمانہ میں بھی رہے ہوں یا نوا) سے زیادہ خلقت اور پیمار سے زیادہ مشہور و نام سے ہیں ان میں نہ تو وہ کمزوری دکھا سکتے ہیں، نہ ذہنی نہ استیغنا، اور نہ کسی شہر کا منہ اور سمجھو نہ کر سکتے ہیں۔

و دعوت انبیاء کا سب سے اہم رکن :

انبیاء کی دوسری خصوصیت توحید کی دعوت ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ اور عہدہ معبود کے باہمی تعلق کی تصحیح اور صرف ایک کی بندگی کی دعوت، ہر زمانہ اور ہر ماحول میں انبیاء نے کراہ مسلم اصول و اسلام کی پہلی دعوت اور ان کا سب سے بڑا اور اہم مقصد رہا ہے، ہمیشہ ان کی تعلیم یہی رہی ہے کہ اللہ ہی نفع و نقصان پہنچانے کی حاکمیت رکھتا ہے، اور صرف وہی عبادت، دعا، توبہ اور قربانی کا مستحق ہے، ان کے بھرپور حصہ کا رخ اپنے زبان میں جاری و ساری "وہیت" کی طرف متوجہ رہا ہے۔ جو بدعتوں اور مقدس اسرار کے زندہ مردہ شخصیتوں کی پرستش کی صورت میں جلوہ افرخی، ان امتیازوں کے بارے میں اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و عظمت اور معبودیت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے، ان کو ان خاص امور میں تصرف کا اختیار بھی دے رکھا ہے، اور انسانوں کے بارے میں ان کی سفارتوں کو علی الاعلان قبول فرماتا ہے، جیسے شہنشاہ اعظم ہر ملاقے کے لئے ایک حاکم بھیج دیتا ہے، اور (بعض بڑے اور اہم امور کے علاوہ) علاقہ کے انتظام کی ساری ذمہ داری انہیں کے سر ذوال دست ہے۔

جس شخص کو قرآن سے کچھ بھی تعلق ہے (جو تمام پچھلی کتابوں کی تعلیمات کا جامع ہے) اس کو تحقیق اور بدیہی طور پر یہ بات معلوم ہو گی کہ اس شرک و بت پرستی کے خلاف صف آرائی،

میں سے جنگ کرنا۔ اس کو نصرت و ترویج کرنے کی خوشنودی اور لوگوں کو اس سے پناہ سے نجات دانا اور نبوت کا جیاد کی مقصد تھا۔ انبیاء و ائمہ کی اصل فرض ان کی دعوت کی اساس ان کے اعمال کا معنی اور ان کی جدوجہد کی غایت صلی تھی۔ اور یہی ان کی زندگی اور ان کی دعوت کو اصل مرکز تھا۔ ان کی سرگرمیاں ان کے سرگرمی تھیں۔ وہ یہیں سے جڑے ہوئے تھے، اور یہیں واپس لوٹنے تھے، یہیں سے شروع کرتے تھے، اور پھر یہیں کرشمہ کرتے تھے قرآن بھی تو ان نے ہمارے میں اعلان کیا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا بوحي اليه لا اله الا الله لا تاعبدون
اور جو پیغمبر ہم نے تجرت پہلے بھیجے ان کی طرف سے وحی تھی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

اور بھی تفصیل کے ساتھ ایک ایک نبی کا نام لیتا ہے، اور بتاتا ہے، کہ اس کی دعوت کی ابتدا اسی قوم کی دعوت سے ہوئی تھی، چنانچہ کہتا ہے۔

ولقد ارسلنا نوحا الى قومه اذ اتيهم اذ لم يظلموا شيئا
ان لا تعبدوا الا الله
انہی انخاف علیکم عذاب يوم الیم

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (تو انہوں نے ان سے کہا) کہ میں تم کو کھول کھول کر روڑھ سٹانے اور یہ پیغام پہنچانے آیا ہوں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے شہری نہایت عذاب الیم کا خوف ہے۔

والی عاد اذ احاطہم ہود اقل یا قوم اعبدوا الله ما لکم من الہ غیرہ ان انتم
مفسرون ○ ہود ۱۵۰

اور ہودؑ نے نادلی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ میری قوم! خدا اسی کی عبادت کرو اس سے سوا تمہارا کوئی محبوب نہیں تم شرک کر کے خدا پر محض بہتان باعظمت ہو۔

وانی نمود احاطہم صالح اقل یا قوم اعبدوا الله ما لکم من الہ غیرہ ہو
انشاءکم من الارض واسمعکم فیما فاستغفروہ ثم تو بوا الیہ ان وہی قریب معبود ○

اور ضروری طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ قوم! خدا اسی کی عبادت کرو اس کی سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو اور اس سے آگے تو بہ کردینا تک میرے درکار نہایت گھٹا ہے اور ممانہ قبول کرنے سے باز نہ آئی۔

والی منیر انھم شعباً قال یا قوم اعلموا انہ مالکم من الہ عودہ ولا
تفسدوا المکال والعموان ای اور تم بحیر رانی انھیں عینکیم عذاب یوم محیط O
اور دین کی طرف ت کے بھائی شعیب و تنجیہ تو انہوں نے کہا کہ اسے قوم خدا کی فی حدیث
اور اس کے بہادر راہ کی معیوہ نہیں اور ناپ تول میں کی تکیہ کرو میں تو تم کو آسودہ حال دیتا ہوں
اور مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے ان کے مذاہب کا خوف ہے جو تم کو بغیر مرد سے نکالے
اور انہ عیہ السلام کی توحید اور بیت اور بتوں اور عورتوں کی پرستش سے امتیاز کی
وجہ توحیدیت ہی صریح اور واضح ہے۔

واللہ استعانہم رضدہ من قبل و کلامہ علیہن O اد قال لایبہ وقومہ
ما بعدہ انما قبل النبی اسم لہا عکھون O قالوا وجدنا آراءنا ما لہا عبدین O قال
لقد کتمتم اسم و اباء کھ شی حدلال میں O

اور اس نے ان کو بلو پیسے کی سے برائت دی تھی اور عمران کے ماں سے باقی تھے
جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے جدا کیا۔ یہ کیا کہ جس میں جن کی پرستش پر مختلف
قوم ہو وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ و اولاد ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے اور ہم نے کہا
کہ تم بھی صرف وہی اور تمہارے باپ اور انکی سے تعلق مرانی میں پرستہ رہے۔

واقل علیہم نہ امر اھم O اد قال لایبہ وقومہ ما تعلون O قالوا عبد
اصناما فطل فیا عاکفین O قال من یسعونکم اذ تدعون او یفعونکم او
یضرون قالوا ہاں وجدنا اباءنا کذلک یفعلون قال امرا یتیم ما کتم
تعلون O اسم و اباء کھ الا قلمون O فانہم عدولی الا رب العظیم O الذی
خلقنی فھو بہترین O والذی هو یطعمنی و یسقئ O و اذا مرضت فھو یشفی O
والذی یمیتنی تم یحیی O والذی اعلم ان یغفر لی خطیئتی یوم الموعین

اور ان کو اور انہ کا حال پر حاضر بنا دیا۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے لوگوں
سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو وہ کہنے لگے تم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں
اور ہم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا تمہاری آواز تو سنتے ہیں؟ تو تمہیں یہ محض دکھانے
سے یا تمہان کو پکارتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں بعد ہم نے اپنے باپ و اولاد کی طرح نہ کرتے

دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو تم بھی اور تمہارا اگلے باپ دادا بھی وہ میرے دشمن ہیں، لیکن خدائے رب العالمین میرا دوست ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور دین مجھ پر ارستہ رکھا ہے اور وہ مجھے کھانا اور پلاٹا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔

وان کو فی الکتاب ابراہیم، انه کان صدیقاً نبيّاً ﴿۱﴾ اذ قال لا مبدیٰ یا ابت
لما تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئاً ﴿۲﴾

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکیں۔

وابراہیم اذ قال لقومه اعبدوا اللہ واتقوا ذلکم خیراً لکم ان کنتم
تطمعون ﴿۱﴾ اما تعبدون من دون اللہ اولثاقاً وتخلفون افکاء ان المفلین تعبدون من
دون اللہ لا یملکون لکم رزقاً فابغوا عند اللہ الرزق واعبدوا واشکروا لہ
توجعون ﴿۲﴾

اور ابراہیم کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو اس سے زراؤ اگر تم مجھ کو کہتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو، مفلان باندھے ہو تو جن کو کول کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو نہ تر دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس خدا ہی کے ہاں سدا رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اسی کی طرف تہ لوٹ کر جاؤ گے۔

وقال لما اتخذتم من دون اللہ لولثاقاً سودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم
القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضاً وما وکم الشیور ما لکم من ناصرین ﴿۱﴾
اور ابراہیم نے کہا کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لئے مگر پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی دوستی سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجیو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا۔

اور اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت میں بھی تو حید کو امتیازی مقدم حاصل ہے، چنانچہ قید میں لان کے بیٹھ اور حکمت آمیز وعظ کے ذکر میں قرأت میں ہے۔

قال لا یاتیکما طعام ترزقاہ الا نأتیکما بنا ویلہ قبل ان یتیکما ذلکما معاً علمنی ربی، انی نرکت علی قوم لا یؤمنون باللہ وہم بالآخرۃ ہم کافرون، وانشعت علی انانی اسرہیم و اسحاق و یعقوب ما کان لنا ان نسرک باللہ من شئ ذلک من فضل اللہ علیما و علی الناس، لکن اکثر الناس لا یتذکرون، یصا حبی المسجن ارباب متفرقون احیر! ام اللہ الواحد القہار ما تعدون من درہ لا اسماء سمیتوہا نعم و انا فزکم ما انزل اللہ بها من سلطان، ان المحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا الہاد ذلک الدین الذیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون، یوسف نے کہہ چوکا تا تم کو ملنے والا ہے وہ آئے نہیں پائے کہ میں اس سے پہلے تم کو ان کی تعمیر، بتا دوں گا یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہے جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لیتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں میں ان کا مذہب چھوڑ دے وہ بے ہوش اور اپنے باپ اور امیرانِ بدوستان اور یعقوب کے مذہب پر چڑھتے ہیں میں شاید نہیں ہے کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک بنائیں۔ یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر وہ شکر نہیں کرتے میرے ذیل خدائے کے رفیقو! اہل کفریہ جدا جدا آقا اچھے یا بُرے خدائے یکتا و غالب؟ جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو، وہ سرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، خدا نے ان کی کوئی سزا نازل نہیں کی کہ ان کو خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے سوائے اس کی عبادت نہ کرو، ایسی سیدھا سادہ بات ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور فرعون کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بھی یہی تھی، جس کا جوابی تھا کہ وہ (قدیر مصریوں کے عقیدوں میں) سب سے بڑے "ہیرو" اور بت کا مظہر ہے، وہ جبر تھا، "انا ربکم الا عنی" (میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا رب) اور جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سنی تو کہہ:

یا ایہا العلاء ما علمت لکم من الہ غیری۔

اے اعلیٰ درجہ میں تمہارا ہے سوائے اس کے خدا نہیں جانتا۔
اور ساتھ ہی، مشکلی بھی دی۔

اور یہی چیز امت مسلمہ کو مجبوراً کاف کے پلہ و پار مقام سے گرا کر ضعیف مخلوقات اور ذلیل و بے حقیقت شیعوں کے سامنے سجدہ و ریزہ گردی ہے۔ وہ ان کی قوتوں کا کٹاؤٹ رہتی ہے۔ ان کی سماجی حیثیت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ قہراً مطلق پر اس کے عقیدے، ان کی خود ساختہ دینی اور انوشان باخاطر کردہ ہوتی ہے۔ اور سچ و سیر، صاحب قدرت و قہم، صاحب تبار و عطا و اور سعادت و محبت والے خدا کی مخلوق و محتاج بننے سے کمال اور اس کی جامعہ و صفات و رت و قہم بننے والے خزانوں کے بننے سے محروم کر دینا ضروری ہے۔ جو ان کے اور بقیہ مخلوقات کے ذریعہ یہ پندہ لینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جن کی تہذیب میں کچھ نہیں۔

بولج النسل فی النہار و یولج النہار فی اللیل و سخر الشمس والقمر
کل یجری لا حل مسمیٰ ذلکم اللہ ربکم لا تمک۔ والذین قد دعوا من دوحہ
ما یسلکون من قعیمیر۔ ان تدعوا ہم لا یسمعون دعاءکم ولو سمعوا ما
استجابوا لکم، و یوم القیمۃ یکفرون بشرکم ذلکم لا یمک مثل حیر۔ یا یبا
لنس اسمہ القفر، والی اللہ واللہ جو انکی انحمید۔ (۱۰۰)

انوار تہذیب میں انکی کہلا رہی ہیں۔ ان کی بات میں انکی کہتا ہے اور انکی نے سورج اور چاند کو
کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک وقت و قہم تک میں۔ یہ ہے کہ تمہارا پورا دھار ہے۔ ان کی بات میں
یہ اور جن لوگوں کو تمہاری بات سے سوا پکارا ہے۔ یہ وہ کچھ دینی شخص کے چھلنے کے برابر بھی تو کسی چیز سے
نہیں۔ ان کی بات کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں اور ان کی بات کو نہیں تو تمہاری بات کو نہیں نہ
کرتیں اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور خدا کے باغی کی طرح تم کو
کوئی نہیں دے گا۔ تو تم سب خدا کے محتاج ہو اور خدا ہے پر اور (۱۰۱) اور جو دے ہے۔

قرآنی اصطلاحات صحابہ کی نظر میں :

یہی شرک و بت پرستی (ما بعد الصریح) حد و حد کی اندر ہی اپنی تمام واضح اور غیر واضح
شکلوں کے ساتھ، ہر تہذیب، ہر حال اور ہر معاشرہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکار
موجود رہی ہے اور انی نے ان کی جاہلیت کی آتش غضب کو بجھکا دیا اور وہ چل پڑے۔

اجعل الالہۃ الیہا واحداً، ان هذا لشینی عذاب۔ و انطق الملامنہ
ان امشوا و اصرو علی الہتکم ان هذا الیسی یراد۔ ما معنا یہذا فی الملة

الاحقر فان هذا الاخلاق

کیا اس نے اتنے معبودوں کی جسد ایک ہی معبود بنایا ہے تو بڑی عجیب بات ہے تو ان میں جو معبود تھے وہ چل کھڑے ہوئے اور بولنے کے پتلو اور اپنے معبودوں کی طرح ہر کام کر رہے ہوں گے یہ ایسی بات ہے جس سے تم پر شرف و فضیلت مقصود ہے یہ چاہئے کہ سب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں۔ بالکل بالکل بولی بات ہے۔

اور جس صاحب نفس و غیر نے بھی جسد بولی کی تار میں کام کیا وہ نہ وہ صاحب امر کے حالات سے باخبر ہو اس کو اس امر میں ذرا بھی شبہ نہ ہوگا کہ ہماری پیشانی ذوقی آیت سے صحیح کہ امام علی علیہ السلام اور بتوں کی کھلی پر تیش لگ کر رہے ہوں یا جو افغانوں کی تہہ میں تقسیم ان کے سامنے سجدہ و بڑائی مان کے لئے نہ رہا یا ان کے لئے صول کی قسمیں۔ ان کی عبادت سے اللہ نے تمہیں کسموں، ان کی شفاعت پر لائق ہوں، اور ان سے نفی و نقصان اور منہ حب کے قریب رہی اور خواست و غیر وہی سمجھتے رہے ہیں اور اسی طرح "اللہ"۔ "ب" "عبادت" اور "مین" سے بھی من کلمات کا صرف دینی معبود ہی سمجھا ہے اور ان کی اسباب کا جو ہے صرف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اقوال و آثار میں بے شمار مقامات پر یہی مفہوم مراد ہے اور اس میں کسی کا بھی متکلف نہیں۔

وینی دعوت و تحریک کا فیہ دی رکن کیا ہونا چاہئے :

اور یہی قیامت تک کے لئے دینی دعوتوں اور صلاحی تحریکوں کا بنیادی رکن اور نبوت کی اپنی جہت ہے۔

وجعہا کلمۃ ما فہ فی عقبہ لعالمہ پر جمعوں

اور یہی بات اپنی اور ان کے پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

اور یہی تمام مسلمین بخودین اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کا شعار ہے۔ یہ جاہلیت کے دوسرے مظاہر جیسے غیر اللہ کی اطاعت، ان کی قوت حاکمہ کو تسلیم کرنا غیر الہی قوانین کو قبول کرنا اور انہی حکومت تسلیم کرنا اور اس کے احکام و قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جو خلاف الہی کی بنیادوں پر قائم نہ ہوئی، و تو یہ سب اسی بات پر مبنی، ہر شرک کے تابع ہیں، اور ان کا وہی اس کے بعد ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں کہ سابق ملذذ شرک جنہی کی اہمیت کو کم کر دیا جائے اور دعوت و تبلیغ

بائے نداس پر قتل کیا جائے نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا۔

ان علیہا جمعہ نو قراتہ ○ فاذا قراہا قالے قراتہ ○ ثم ان علیہا بیانہ

اس کا نفع کرنے اور پڑھوانے کا راز ہے جب ہم وہی پڑھا کریں تو قرآن کو سنا کر اور

پھر اسی ضرب پڑھا کر، پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

نور و فکر کا یہ انداز، جسے دور حاضر کے بعض مفکرین اور انشاپور نا اختیار کر رہے ہیں، اس امیدی اور

انتخاب آفریں صلاحیتوں اور کارناموں سے بھرپور امت پر ایک طویل المیعاد فکری قحط اور ذہنی و

نفسی قحط کا الزام عائد کرتا ہے، جو درحقیقت اپنی زندگی کی بہترین مدت میں رگ و پازہ لائے

اور بے حاصل اور بے شمر گزارے، اس کی افادیت اور فطری صلاحیت مستقل طور پر مشکوک

ہو جاتی ہے، اور اس سے مستقبل میں بھی کسی بڑی بھلائی کی امید کرنے کی مشکل ہے۔ (۱)

یہ نتیجہ اگرچہ بڑی ناظر میں کچھ یاد و نام اور تکسین نہ معلوم ہو، لیکن اس کے اثرات ذہن و

دماغ اور طرز فکر پر بڑے گہرے اور دور رس ہیں، اس لئے کہ یہ اس امت کی صلاحیت ہی میں

(۱) علامہ نے جو یہ سہ سو اسی (۵۵۱) صفحہ پر اپنی جماعت اسلامی کی مشہور و مقبول کتاب ”قرآن کی جامع

بہادری اصطلاحات“ کے چند اندازات پیش کرنے چاہے ہیں، مصنف ”دست“ ”پیش“ ”مردت“ کے قرآنی

تکلف و بلاغی اصطلاحات کا ذکر کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ بڑا قرآن کے وقت اس کا یہ مطالبہ جس کی

ذہنی و فکری صلاحیتوں پر قرآنی و ملاحظوں کے صحیح معنی اور مفہوم سے متعلق تھے ہیں

”لیکن بعد میں ہندوؤں میں وقت و وقت سے سب الفاظ کے وہ اصل معنی جو نزول قرآن کے وقت مجھے جانتے تھے

ہوئے چلے گئے، یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری و مقول سے بہت گرتا تھا، لہذا ہم مضمومات کے لئے خاص

ہر ایک ”قرآن کی جامع اصطلاحات“ (ص ۳۳)

پھر اس کے بعد ہر باب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل معنی کا بھٹا لوگوں کے

لئے ہوا ”دست“ (ص ۵۱)

پھر اس غلط فہمی کے خاتمہ کی ضرورت ہوئے لکھتے ہیں۔

”پس یہ حقیقت ہے کہ ہمیں ان چاروں کی اصطلاحات کے مفہوم پر پروا ہونے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے

زیادہ تعلیم بند اس کی حقیقی روح نکالوں سے مستور ہوئی ہے اور اسلام کو کھل کر سننے سے بے جوہر لوگوں کے مقابلہ و اعمال

میں جو ناقص نظر آئے ہیں، ان کا ایک بڑا سبب یہ ہے۔“ (ص ۵۱) ان عبارتوں کا پڑھنا ہے، اس کا مطالعہ اور

وسیع فہم سے دور مفسر حقیقت سے بے واقف نہیں ہے کہ مقدس تعالیٰ نے اس امت کو کیا لکھ کر لوگوں سے دینی ناہوشانی

سے محفوظ رکھا ہے، جو زبان و مکان کے محدود سے بے نیاز ہوا کہ مادی امت پر سایہ ظلم ہو، یہ نتیجہ نکال سکتا ہے، قرآن

مجید کی حقیقت میں طویل مدت تک امت کی (یا زہد و عطا و عطاء میں امت کے اکثر افراد کی) آنکھ سے محسوس رہی اور

امت بحیثیت جمہوری و دنیاوی الفاظ کی حقیقت اس سے بے خبر رہی، ان کے تصور اس کتاب کا جو دلچسپ نام رکھا کرتا

ہے، اور ان پر اس کی تعلیمات کا دور رس کی حد تک قائم ہے، خود یہ پردہ اس مودی ”دست“ میں اندھا۔

شک و شبہ پیدا کرتا ہے، جون صرف اس دین و پیغام کی حامل ہے بلکہ اس کو دنیا میں پھیلاتے اس کی تقریب کرنے، اور اس کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس امت کی مذمت تارتا۔ اس کے مجددین، معلمین اور مجتہدین کے علمی و عملی کارنامے بھی مشکوک اور سقم ت ہو جاتے ہیں۔ اور آئندہ کے لئے بھی یہ بات بڑی مشتبہ ہو جاتی ہے کہ جو یہ کہتا اور سمجھاتا ہے وہ صحیح ہے، اور جو کچھ کہتا اور سمجھاتا ہے گا وہ ہر شک و شبہ سے باخبر ہے، اس سے "ظاہر و باطن" اور "مخبر و پوست" کے اس فلسفہ اور دینی حقائق کو ایک نہایت سیراں شہم معر اور جیتان قرار دینے کی سعی کو شرفی ہے، جس سے باطنیوں کے مختلف فرقوں نے مختلف زبانوں میں فائدہ و فحشا۔

یہ اس علمی حقیقت اور عقیدہ کے بھی خلاف ہے کہ یہ دین اس نسل کو صرف کتابی شکل میں نہیں ملا، بلکہ ایک نسل نے دوسری نسل تک اس کے الفاظ و سنہ پیر بلکہ طریق عمل تک منتقل کیا، اور تواتر کا یہ سلسلہ فقط معنی و دلوں میں جاری رہا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید و جو بھی "الکتاب الہمیں" اور "حرلی سین" کے الفاظ سے دلیا ہے، اور ایک جگہ اس کی آیات کے محکمہ اور مشعل ہونے کا ذکر کیا ہے، "ایہ صفات اور تعریفیں بھی اس خیال کے منافی ہیں۔" قرآن مجید کے متعدد بنیادی حقائق کو اس طرح تک پر دوختا ہے۔

اس طرح تحقیق اور طرز کا اس سے شخصی طور پر یہ نتیجہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ امت پر ایک ایسا عمل دور کھڑا ہے، جب وہ قرآن مجید کے ایسی اہم بنیادی اصطلاحات کے صحیح مفہوم اور معنات سے نا آشنا رہی ہے، جن پر اس کے صحت، فقر، اور صحت عمل کا دار و مدار ہے، اور جس کو سرتی جہالت و غفلت، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر غفلت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، "ان کتاب و سنت اور احادیث کی ذمہ داری، جو حق و انصافی طور پر یہ ثابت ہو چکی ہے کہ اس ساری بات پر امت کسی دور میں بھی نوبی و تفسیر غفلت میں مبتلا نہیں ہوئی، بلکہ اللہ عز و جل و ملائکہ اس کی تشریح کی ہے کہ اگرچہ مشہور و ذہن "لا توجتمع علی ضلالۃ" الفاظ و سند ثابت نہیں ہے لیکن وہ اپنے عقیدہ کے اعتبار سے صحیح ہے، مشہور الذکر کی محدث و ناقد علامہ ابو محمد علی بن حزام (۳۵۶ھ) اپنی کتاب "الا حکام فی اصول الاحکام" میں لکھتے ہیں۔

”محدثین کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کبھی بھی غیر حق پر متفق نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ آپ نے اس کی خبر دی ہے کہ ہر دور میں حق کے علمبردار رہیں گے، بیان کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”الاجماع امتی علی ضلالت“ اگرچہ اس کے الفاظ و سند درجہ صحت کو نہیں پہنچے، (۱) لیکن اس کا مفہوم اور نتیجہ ان احادیث کی بنا پر جن میں ہر دور میں حق پر قائم رہنے والوں کی خبر دی گئی ہے صحیح اور ثابت ہے۔“

حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ خدا کا انکار ہے کہ امت ایک سنت پر عمل کرنے کے ترک پر بھی کبھی متفق نہیں ہوئی سوائے اس سنت کے جس کا نسخہ ظاہر و ثابت ہے۔ (۲)

حافظ ابن کثیر اپنی مشہور تفسیر میں سورۃ نساء کی آیت ”ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ”اس امت کے لئے اس بات کی ضمانت کی گئی ہے کہ وہ کسی غلط چیز پر متفق ہو جانے سے محفوظ کر دی گئی ہے۔“ (۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اجماع کی بحث کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”امت کا اجماع اپنی جگہ پر حق ہے، اس لئے کہ امت الحمد للہ کسی ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی! جیسا کہ کتاب و سنت میں اس کی صحت میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ ”کنتم خیر امت“ نیز ”الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورۃ والا انجیل یا مرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر“ نیز ”والمؤمنون بعضهم اولیاء بعض یا مرون بالمعروف وینہون عن المنکر“ تو اگر امت دین کے بارے میں کسی ضلالت کی مقتدر ہو جائے تو گویا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کیا گیا، اسی طرح ارشاد ہے ”و کذلک جعلناکم امتا و موطا۔“ (۴)

(۱) یہاں ابن کثیر کی رائے ہے، اور مشہور محدث احمد بن حنبلہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کا متن مشہور ہے اور اس کی اسناد کثیر اور اس کے شاہد متعدد ہیں۔ (۲) (الفاصلۃ ص ۳۴)

(۲) اعلام المؤمنین ص ۳۴

(۳) تفسیر ابن کثیر ج ۲ طبع دارالاندلس ص ۳۹۳

(۴) فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۶۷۱

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس انداز فکر میں اس اجمیت و مقبولیت کو بھی بڑا دخل ہے، جو ہمارے زمانہ میں سیاسی اقدار، سیاسی اداروں اور تنظیموں نے حاصل کر لی ہے، اسلامی نظام کا اجرا، مقصد الہیہ کا قیام، ایسی جگہ پر نہایت نتیجہ اور مضرب ہوئی مقاصد ہیں، جن میں دہرا نہیں نہیں دو سکتیں، مسلمان اقل فکر اور اقل قلم کا فرض ہے کہ اپنی تمام توانائیاں اور پوری صلاحیتیں اس عظیم مقصد کے حصول میں لگا دیں، لیکن ان مقصد کے لئے قرآن مجید کی آیات و احادیث سے یہ تکلف اپنے نہ عا کو ثابت کرنے اور سارے قرآن کو ان رنگ میں دیکھنے کی ضرورت نہیں، ان کی ترغیب و تاکید اور ان کی اجمیت و عظمت کے ثبوت کے لئے آسان و سست کے ذخیرہ میں واضح و اکل انصاف موجود ہیں، (اور ان کی روشنی و رہنمائی میں ہر دور میں صحیح الفہم اور عالی ہمت مسلمان معتمدین اور داعیوں نے کوشش کی، ان کی موجودگی میں ان تکلفات کی کوئی حاجت نہیں۔ (۱۱)

دعوت انبیاء میں عقیدہ آخرت کا اہتمام:

نبوت کے خدہ خالی نمایاں کرنے والی صفات اور اس کی علامتوں اور خصوصیات کی دوسری اہم چیز ہے عقیدہ آخرت کا اہتمام، اس سے دلچسپی اور جھنجھکی کا انکھار، اس کی تلقین و تشریح اور اس کی اجمیت پر اتنا زور دیا کہ انبیاء نے کرام کی وجہ سے دنیاوی نقطہ نظر سے جانے جواوگ انبیاء کرام کے اقوال و احوال کے مطالعہ میں زندگی گزارتے ہیں اور ان کے کلام کا صحیح ذوق رکھتے ہیں، وہ صاف محسوس کرتے ہیں کہ جیسے آخرت، ہمیشہ ان کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے، اور اس کی تصور و محسوسیت اور سعادت و شقاوت کی تمام تفصیلات کے ساتھ ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑی رہتی ہے، اور وہ ہمہ وقت جنت کے شہ پر شہیق اور جہنم سے شدید خوف کے عالم میں رہتے ہیں، اور یہ فطری بات ہے، یہ بات ان کے لئے بالکل مشاہدہ اور ایک واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے، جو ان کے شعور و احساس، اعصاب اور قوت فکر پر غالب آ جاتا ہے۔

(۱) اس میں اگرچہ ان لوگوں میں مسلمانوں کا دخل ہے، مقالہ نے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ”فلا تسلط“ کا قول ہے اس سے مراد اسلامی حکومت اور اللہ ہے جہاں ”فلا تسلط“ کا ”فعلی“ لفظ آتا ہے اس سے مراد اسلامی حکومت ہے، اور جہاں ”فلا تسلط“ کا ”اسم“ آتا ہے اس سے مراد وہ کرمی حکومت ہے، وہ جس طرح لکھا ہے کہ ”یونہی“ ہے، جو ایک مقصد اور ”یونہی“ لکھ کر اس سے مراد قرآن مجید کو پوری دنیا کے لوگوں کے مطابق جانے اور اس سے پہلے نہ عا کو ثابت کرنے کی کوشش سے پیدا ہوا ہے۔

ہر دے کے کافی ہے کہ ہم دیر اندیشیہ لازم نہ آئے اور کور کا مظاہرہ کریں جس کو آخرت کے منتقل کرنے کے لئے جس وقت آپ نے آخرت کا ذکر کیا ہے اور اس کی ثبوت و ثبوت کا تصور ذہن میں آیا ہے، قلبی جوش اور بیضاقت کا کیا اب رہا ہو گا یا نہ ہو اور راستہ میں۔

والذی اطمع ان یغفر لی خصمی یوم قدیر ○ وہ عہد ملی حکم
والحقی بالصلحین ○ واجعل لی لسان صدق لی الا حوس ○ و اجعل لی
ورثة جنة النعیم ○ واعفر لا بی امہ کان من النفس ○ ولا تحرمی یوم یبعثون ○
یوم لا ینفع من ولا یون الا من انی امہ بفس علیہ ○ و ازلت المحنة
للمستقر ○ ربوزت النجیم نالغزہیں۔

اور وہ جس نے میں اسیر رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے لئے نہ چلے گا۔ یہ روزگار مجھے ہم
دعائے طافراہ اور تجھ کو روں میں شامل کرو اور مجھے لوگوں میں میرا نزدیک باری کرو اور مجھے نعمت کی
برکت کے وارث میں کر اور میں آپ کو بخش دے۔ وہ کہ انہوں نے اس سے تپ اور جس ان
قوت الی کرے کہ ہائیں کے مجھ سے نہ بچے جس دن تم اس ہی کو کھانا نہ دے سکے گا اور
نہ بیٹے ہوں جو شخص خدا کے پاس پہنچے گا یہ آ رہا ہو گا جانے کا اور ثبوت پناہ دہوں کے
قریب کر دی جائے گی اور اور شاہ گراہوں کے سامنے الی جائے گی۔

ی طرح عروج مصر حضرت یسوع علیہ السلام بھی آخرت کو اپنی اچھے بھ سے دیکھتے ہیں۔
حال ہی وہ اس وقت عظمت و سیادت کی انتہائی مندی پر متحکم تھے اس وقت کہ سب سے زیادہ
ترقی یافتہ اور سرسبز شاہاب ملک مصر ان کے جہان گراہوں میں انہیں کا ملک پناہ تھا۔
پورے پورے اور عروج قائم ان سے ماز اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو نہنگ اور قلب کو سرت
نے معمول کیا تھا وہی صحن حضرت یوسف علیہ السلام کو اقبال و رجا و مہمان کی کھ کر ان کے
نہانہ و دلوں میں بھی سرت و دشمنائی کی مہر دوڑی تھی۔ یہ تیس وراثت نہ کسی عالمی برکت
و حصر مند شخص کو بخش اور متحکم کرنے کے لئے کافی تھی لیکن اس وقت بھی یوسف علیہ السلام
کے دل و دماغ پر آخرت اور حسن انجام کی فکر پھانی ہوئی تھی جس نے ان کی نظروں میں اس
رفعت و عظمت کو بالکل بے حقیقت قرار دیا تھا ان کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔
پناہ و شکر و رجا و دشمن اور خوف کے ملے جہ ہدایت کے ساتھ آتے ہیں۔

وَبِالْحَقِّ أَتَيْنَتِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَيْتَنِي مِنَ تَزْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرِ
الْمَسْمُوتِ وَالْأَرْضِ الْوَلِيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيَّ مُسْلِمًا وَحَقِي
بِالْمُصْلِحِينَ.

اے میر! پروردگار تو نے مجھے نعمت سے نوازا اور خواہش کی تعمیل کا حکم فرمایا۔ اس
آسمانوں اور زمین کے پیرائے کو اپنے توفیق و نیا اور آخرت میں میرا اجر عطا کرے اور شک و یقین
سے اپنی اطاعت کی حالت میں انھیں اور آخرت میں اپنے نیک بندوں میں داخل کرے۔

نصیحت اور موعظت کا اصل محرک:

آخرت پر ایمان اور ولایت علی بن ابی طالب سے اور ان کے عقائد اور ان تمام
انعامات (جنہیں اللہ نے اپنے حبیب بندوں کے لئے عطا کر رکھے ہیں) اور تمام مذاہب (جو
ان کفران کا فروں کے لئے تیار کئے گئے ہیں) کا براہ راست انکار سے سائنے ہو کر ان کے عقائد
کرام کی دعوت اور ان کی پیروی و نصیحت کا اصل محرک ہے۔ لیکن ان کو پریشان متارہنا ہے۔ ان کی
آنکھوں سے فیض ازاں ہے۔ ان کی زبانوں پر کلمہ و پاکیزہ لہجہ کی کوکھ رکھ رکھتا ہے۔ اور ان کو ان کی بات
میں سکون اور کسی پرہیزگاروں کی باتوں کی انکسار کے سامنے پہنچنے پر شرم و حیا اور اللہ کی
اشاعت اور اولیٰ میں خرمیوں کے پرہیزگاروں کی صورت میں ان کے دل و جان پر سب سے
زیادہ اثر انداز اور ان کے لئے سب سے مایوس و محروم ہیں۔ آخرت ہے اور وہ ان کی اپنی اہمیت
تعلیق کی اصل ہے۔ اور غم و اضطراب کا اصل جب توڑ دیتے ہیں۔ یہ تانچہ حضرت نور علیہ
السلام پر سب سے پہلے رسولی جن کا توفیق و نصیحت سے تکرار کیا ہے (کلمہ بار سے کہتے ہیں۔

وَارْتَفَعُوا رُءُوسَهُمْ يَوْمَ حِجَابِ الْمَوْتِ أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَذِيرٌ مِمَّنْ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِلَّهِ

انہی اصناف علیکم عذاب ہو رہا ہے۔

اور ہم نے نور کو ان کی قوم کی طرف بھیج دیا تو انہوں نے ان سے کہا کہ میں تم کو کھول کھول
کر بار ستارے اور یہ پیغام پہنچانے آیا ہوں کہ خدا کے ہوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تیرا ہی نسبت
مذہب الہی کا خوف ہے۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق بھی جو پرانے انبیائے کرام میں سے ہیں اور

ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، جن کو زندگی کی ساری سہولتیں میسر تھیں، جن کی دنیا بہت وسیع تھی، اور وہ بہت ہی خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔

واتقوا الذی اعدکم بما تعلمون اعدکم بالنعام وبنین O ورجنت وعبون O انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔

اور اس سے جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو اور اس نے تمہیں چار پالیوں اور بیٹیوں سے مدد دی اور بانگوں اور چشموں سے مجھ کو تمہارے بارے میں بڑے سخت دن کی عذاب کا خوف ہی۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں ہے، یہ ایسی قوم میں مبعوث کئے گئے تھے، جن کی زندگی لطف و سعادت سے بھرپور تھی، اور ان کی سر زمین سرسبز و شادابی سے لہلہا رہی تھی۔

انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیط۔

میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔

عقیدہ آخرت کا اثر انبیاء کے متبعین پر:

یہ انداز نظر صرف انبیاء ہی تک محدود نہیں رہا، بلکہ ان کی قوت تاثیر اور فیض صحبت سے ان کے متبعین اور ان پر ایمان لانے والوں پر بھی اس کا اثر پڑا، اور ان پر بھی اس زندگی کی کم مائیگی، بے حقیقتی اور ناپائیداری اور اخروی زندگی کی عظمت و اہمیت واضح ہو گئی اور یہ کہ آخرت ہی وہ اہم اور عظیم حقیقت ہے، جس کے لئے مجاہدین جہاد کرتے ہیں، کام کرنے والے آگے بڑھتے ہیں، اور مقابلہ کرنے والے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ ”مؤمن آل فرعون کہتا ہے۔

یا قوم انما هذه الحياة الدنيا مناع وان الآخرة هي دار القرار O من عمل سية فلا يجزى الا مثلها ومن عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مؤمن فاولئك يدخلون الجنة يورثون فيها بغير حساب۔

بھائیو یہ دنیا کی زندگی چند روز فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہے

کا کھڑے ہوں گے کہ ان کے کان میں امداد نہیں دے رہی ہے گا، اور جو ٹیکہ اس کے سر پر دیا ہو
عورت اور وہ صاحب زمین بھی ہو تو اپنے اُن کے برسات میں داخل ہوں گے اور ان کو اب
شور و شرقت سے نگاہ

اور فرعون کے چوبندوں کے کہانی طایرہ السلام پر ایسی اس نے چند ہی لمحے کے بعد
دب فرعون نے ان کو درنا ہے اس کی دشمنی دلی اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ مبرا کیا تھی۔ ان کی راز
تجویز ہوئی تھی ان کے ہاتھ اور پی لوناغ سبوں سے کٹا ہوا یعنی دایوں ہاتھ تو بایاں پی
اور بایاں ہاتھ تو بایاں پی اور ان کو پہلی دینا تو انہوں نے برداشت نہ کیا۔

فالو افس و ترک علی ما حادنا من المیت والمی فطرنا و افصرنا
انت فاض اسد نفصی هذه الحیوة اندب O انما نرنا لیغفر لنا خطا با ما و ما
اکرمنا عبید من السحر و الله حیر و ابھی O انہ میں بات یہ معجز ما فان له جہنم
لا بسوت فیہا ولا یحیی O و من ماتہ مو مفا قد عمل الصلحت فا و لک لیوم
امد جوات اعلی جت عدن حمری من نحتھا لا یھار خالدین فیہا و دلک
جوانا من تر کھی

انہوں نے کہا جو وہاں رہ رہے ہیں ان پر اور جس نے جہنم پہنچا ہے اس پر
اور آپ کو یہ تر کھی نہیں ہیں کہ آپ کو جو ختم دین ہو گئے اور آپ کو ختم دے گئے
ہیں، اور ہر ایک میں دین کی زندگی میں دے گئے ہیں ہم اپنے پر اور اپنے پر ایمان لے آئے ہیں
ہم نے انہوں کو معاف کر کے اور اسے بھی بڑا آپ نے ہم سے زبردستی باور دیا اور خدا کے
اور باقی رہنے والی۔ جو شخص اپنے پر اور کفار کے پاس کہہ گا کہ وہ کفار کے ہاتھوں نے اسے ختم
ہے اس میں نہ رہے گا کہ اپنے گاہ اور جواس کے وہ رہا ہے اور وہ کفار نے اسے اور قتل بھی کیا ہے
ہوں گے کہ اپنے لوگوں نے اسے اور اپنے اپنے اور اپنے ہیں جہنم سے رہنے کے ہاتھوں کے
نیچے اور یہ بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ قاتل شخص کا بدلہ ہے جو پاک ہے۔

احمل کی عاقبت، آخرت میں سزا یا جزا۔

انہی انہی کے بعد اس سے بعد بلکہ ممکن ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اپنی امت اور مانتے
و ان کو سیاست و حکومت یا دنیاوی عظمت کا لالچ نہ دیں اور ان منافع و ان کے ایمان کی

توسلجی، جیسے اور اشیاء کی قطعہ سے نہیں ہوا بلکہ خلقِ ۱۰۰ سالوں کی خامیات پر مشتمل نہیں رہا، اور قہرِ رب نے تو انہیں اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکتے۔

انبیاء اور ان کی جمعیوں کی یہ توں میں آخرت کا مقام:

آخرت کی نصرت، نجات، آخرت کی ترویج اور دنیا اور اس کے مسائل و مسائل کو بے قیوت
 سمجھنے، فوجی و مالی و معنوی مدد دینا، نہ صرف مسلمانوں کے لئے بھی بلکہ ان کی زندگی کا
 بچاؤ کی۔ دینی اور دنیاوی باطل، مملکتوں اور اس پر سب سے پہلے خود ایمان لائے تھے، اور اپنے خاص
 انگوٹوں میں، اپنے نیکو دلوں میں، اور اپنی چم، دھن کی دھن میں، ان راویوں کا جہیز رکھتے تھے، جنہوں نے
 شہید ہوئے تھے، اپنی پوری حمایت کی، اور ان کی آخرت ہوئے فرماتے ہیں۔

وہا ازید ال احزابکم لہی فانیہ کم عنہ

ہر مہینے میں جتنا اس امر نے میں تقویر متبع رہا ہے اس کو اس کے لیے تحریر۔

وہ دنیا کی طرف سے بے فکر اور آخرت کی طرف متوجہ رہتے تھے، انہوں نے بلند مراتب اور انعام مناسب سے بے توجہی رہی، اور اپنی محنت کی روشنی میں لوگوں کو رہنمائی دیہ اور قیمتی مواقع کو غائی کر دیے، ان لوگوں میں ان اشخاص ہیں جنہوں نے کمالِ شجاعت اور دردمندی کے ساتھ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو دور کر دیا، ان کے خیالات، انکاد و مہارت، انانہ کی شجاعت، و تعجیل اور حاکم خانہ ان کی شہرہ آفاق دربار سے تعلق کی بنا پر پہنچے، ان کی کوششوں اور کوششوں کو جس میں سے تھے، حضرت عباسؓ علیہ السلام کی قیادت میں ان طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا تھا۔

یا صالح قد کت فب مرجوا

۱) صاحبِ لُحْم تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے۔

اور انبیاء کے نسل ویت اور ان کے خاندان۔ نے کبھی بھی ہوش غیا کہ ہر دور انہیں ہر جگہ
- کہہ سکتا۔

فأبها النبي فل لازواجك ان كنتن تودن الحيرة الدنيا وزينتها
فالحال تعسكى واسرحك سراحاً جميلاً ٥ وان كنتن تودن الله ورسوله
والدار الآخرة فان الله اعد للمحبت مكن اجراً عظيماً

اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دُشمن کی زندگی اور ایمان کی زندگی و آرائش کی

کے والدین اور رعایا کے گھر یعنی مہرٹ کی خاطر ہو تو تم میں جو شیعوں کی کثرت ہے وہ ان میں سے اپنے خدا کے اجر اللہ تعالیٰ کو رکھتے۔

[illegible]

نبوی اور اصحابی دعوتوں کا فرق

انبیاء کی آخرت پر ایمان کی دعوت اور اس کی اہمیت کی تبلیغ و تفسیر سوائے اخلاقی و اصلاحی ضرورت کے تحت نہیں تھی۔ جس کے بغیر اسلامی معاشرہ کیا کوئی بھی معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ تاہم پاکیزہ تمدن کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہ طریقہ فکر اگرچہ قابلِ تہنیت ہے، لیکن انبیاء کے طریق کار ان کی سیرت اور ان کے خلفاء کے طریق کار سے بالکل مختلف ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلے (انبیاء کے) طریقہ میں یہ ایمان و جدن، تقویٰ جذبہ و احساس اور ایسا عقیدہ ہے کہ جو انسان کے احساسات، خیالات، افکار و اعمال پر پوری طرح قابو حاصل کر لیتا ہے، اور دوسرے طریقہ میں صرف اعتراض، اقرار اور مضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے، دینی فکر و حضرات آخرت کے متعلق غفلت کرتے ہیں تو وہ بے فائدہ ہیں اور لذت کے ساتھ، اور اس کی طرف دعوت دیتے ہیں تو جوش و قوت کے ساتھ اور دوسرے لوگ اس کے بارے میں غفلت کرتے ہیں تو

اخراجی یہ معاشرتی خدمت کی مدد تک اور اصلاح یا اصلاحی تنظیم نے جہ سے اور داخلی جہ سے
 وہ ان کا شعور کے تحت شعور اور اجتماعی مسخ اور تنظیم جہ سے اور شعور کرنے سے اور میان
 زمین و آسمان کا فرق ہے

انسان باغیب کا مطالبہ

انسان انہیں انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

انہ ۱۰۰ دالک انکتاب لا رب فیہ ہدی للمقصود ۱۰۰ الدین یومنون
 بالہب وشمون الصوة وسمار وشمون ۱۰۰ والدین یومنون بھا انزل
 الہک وھا انزل من قبلک واما اخره ھا یوسفون ۱۰۰ اولک عسی ہدی من
 رسیہ اولک ھا المفسدون

یہ کتاب انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

تعمد حق کی ممانعت کرنے والے کو تو اس کا عقوبت کرنا اور صرف رسولوں کی خبروں اور ان کی بیان کی ہوئی اور اللہ کی طرف منسوب کی ہوئی باتوں میں ان کی سچائی کے ساتھ اور اس عقاب پر کہ اللہ پر چڑھنا یہ تو ہے جس کو چاہتا ہے، پیدا کرنا ہے۔ نہ چاہتا ہے کرتا ہے، وہ بہت بڑا عاقب ہے۔ بیش اشیا کا ماننا وہ دعوہ اپنے راہوں میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اسباب اور ذرائع کی بھی ضرورت نہیں اور وہ خود اپنے مقاصد کے لئے طریقہ کا پابند ہے، بلکہ وہ ہمیشہ سے ان کا تعلق مانگتا ہے، ان میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے، ان کا حاکم ہے، ان کی مراد اللہ کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی ہے، نہ وہ اپنے وجود اور ارادہ میں آزاد اور مختار ہوتے ہیں اس کے ساتھ اس کے احکامات اور مسائل و ذرائع پر حاکم بھی نہیں ہیں۔

نصاً امرہ دارود شیعانی بقولہ لہ کنن میکنون

میں کا ضمیر یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو مرنے دے تو اس کو "موت" ہے اور وہ اس وقت ہو جائے۔

قرآن مجید دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے ایسے عجیب و غریب معجزات اور عارضات عادات افعال سے بھرئی ہوئی ہیں کہ ایمان بالغیب اللہ کی بے مثل قدرت اور عظمت کا بردہ یقین اور ان آیات کی سمجھ اور ان رسولوں کی سچائی (ان پر یہ کتابیں ان کی نیکی اور انہوں نے ان کو اس سے باخبر کیا) پر ان کا اعتماد ہی ان کا مقصد ہے، اور ان کی تحدید و تنبیہ کر سکتا ہے، لیکن وہ ایمان جس کی بنیاد محسوسات و محسوسات پر ہے، اللہ تعالیٰ کی ممانعت اور انسانی ممانعت پر استوار ہوئی ہے، وہ باقوت و قہر والے ہیں اور ان کی تحدید کرنے سے بالکل عاجز اور عاجز ہوا ان پر یقین کرنے سے ان کا شرع ہو گا اور خدا ان کے ایمان کی نیکی میں کرے، جس سے وہ ان کی محسوسات و محسوسات کے مطابق ہو جائیں، ان کے لئے اللہ نے فرمایا:

ہے اور کہ عظیمہ فی الاخر ذل عہ فی شک سہا، ہل عہ سہا عمنون

یہ تھک کر رہا ان کا علم آخرت کے بارے میں بلکہ نہ وہ یہ ایمان جس، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

قرآن نے دونوں فرقوں کا فرق واضح کر دیا ہے، ایک فریق وہ ہے جس کو اللہ نے ایمان کامل سے نوازا ہے اور اسلام کے لئے ان کا ہر کونسا ہے، اور دوسرا فریق وہ ہے جس کی

مقبول اور دلائل کا ہر ذرا اللہ کی جانب سے قوی ہوئی اکثر پیروں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس فرق کی بہترین تصویر کشی کرتے ہوئے جاتا ہے۔

فمن يؤد الله دينه يسهل له شروحه صدره ولا يصعب عليه ومن يردا من فضله يصعب صدره صيفا حار كما يصعب على السماء كذلك يجعل الله النوح على الكافرين لا يؤمنون۔

تو جس شخص کو اللہ اپنا دین دے گا یہ دین اسلام کے لئے قبول آتا ہے اور اسے پاتا ہے کہ اور اس کا دین آگ اور گھٹا نہ کر دیتا ہے جو یاد و آمان پر چڑھا رہا ہے۔ اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لائے عذاب بھیجتا ہے۔

تو ان کے اللہ کی ایسی صفات اور ایسے اعمال قرار کئے ہیں جن کا اقرار اور ان کی تصدیق ان کی باغیہ کے بغیر ممکن ہی نہیں رہی لہذا وہ اپنے خود ارادیت و اقتدار کے خلاف اور اس کی مزاحمتوں، رسول کے خلاف، ان کے ہاتھوں صادر ہونے والے تجربات اور ان کی تائید میں ظاہر ہونے والی نشانیوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ جس پر یقین ایمان بالغیب کے ساتھ کسی کے پاس ہے۔ اللہ کوئی دوسری تعلیم و طاقت ان کی تکمیل ہو سکتی ہے اور نہ انتہائی مضبوطی و تعلقات عربی زبان کے تو عین کی شرافت و رزق اور ان کی زبان پر ظلم و ظلمت تعالیٰ پر پاداشی اور انتہائی بے شرمی کے بغیر ان کی قطعاً توجیب ہی ممکن ہے۔ نہ طبعی قوانین سے مطابقت کی کوئی صورت۔ جیسے مومن علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لئے مسند کا بھٹ جانا، چتر پر دینی علیہ السلام کی ضرب سے بارود چشموں کا جانی ہونا، اپنی اسرائیل کی جماعت پر پہاڑ کا سایہ کی ضرب بلند ہونا اور ان ہی کی فیک جماعت کا موت کے بعد زندہ ہونا وغیرہ کے چھ لوگوں کے چہروں کا منظر ہو کر وہ اصل بندوں کی طرح ہو جانا اور ان کی ہوائی گانے کے ایک گھر کے منظر کرنے سے ان مقتول کا زندہ ہونا، جس کا قاتل معلوم نہیں تھا اور انہم علیہ السلام کے لئے ایک میں مناسب خندک آجانا، سلیمان علیہ السلام کے سدھائے ہوئے پرند کی گفتگو، خود ہون کا وہ بیوں کی گفتگو سمجھنا، ہواؤں کے دوش پر صبح و شام میں ایک ماہ کی مسافت طے کرنا، ایک جھپٹے میں ملک سبا کے تخت کا منتقل ہونا، مچھلی والے نی کا قندار ان کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ سلامت لگنا، مخالف عادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیرائش، چتر کے ریزوں سے اصحاب

میں کی گواہی دے رہا تھا کہ اللہ جل جلالہ نے مجھ کو مسجد مبارک سے مسجد اقصیٰ تک، پھر وہاں سے آسمان کا سفر اور اس طرح بے شمار واقعات میں سے قرآن اور دوسری آسمانی کتابیں بھی پڑھی ہیں، ان سب کو ایمان بالغیب ہی کہوں گے۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ اس نے ایسے اللہ پر یقین کر لیا، وہ جس کی قدرت تمام چیزوں پر بیحد اور باریک ہے۔

ایمان بالغیب اور ایمان بالظاہر:

یہ کہ جس ایمان کی بنیادیں صرف محسوسات و تجربات پر استوار نہ ہوں، جو مشہور اور مانوس چیزوں کا ہی ساتھ دے سکتا ہو، جو کچھ فی طریقہ اس طبعی اصولوں اور محسوسات سے ممکن نہیں ہوتا، وہ ایمان مجہول اور عقیدہ یرون ہے۔ مجدد اور مشرک ایمان ہے، وہ عقائد کے قابل نہیں ہو سکتا، ایمان کا ساتھ دے سکتا ہے، ایمان کراہی کی دعوت، ان کی مصوبہ تصدیق مطلقہ، انہی ائمہ و بزرگانی اہل سنت و اتباع اور جہاد و قربانی کی راہوں کی حاکمیت کے کوئی مقابلہ نہیں ہے، اور حاکمیت میں کوئی ایمان و عقائد ہی درست نہیں، وہ تو صرف ظہور و غیبتیں ہیں، مطلق قوانین کے سامنے سیرانہ آزادی ہے، انہیں و تجربات کی بے عقیدہ حاکمیت ہے، اس میں کوئی عقائد یا اعتبار نہیں، اور نہ وہ یرون کے ساتھ محسوسات ہے، کیونکہ ہر عقیدہ انسان دینی زندگی میں اپنے تجربات، اپنی معلومات کے نتائج اپنی محسوسات اور اپنی عقل کے اشاروں پر اعتبار و یقین رکھتا ہے۔

اور اس عقیدہ یا "یون" "مطلق" ایمان، اسے شخص کو کتنی کتابوں اور الہی تدابیر کے سامنے قدم قدم پر قیوں اور حکامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ دین کی روح اور اس کے حقائق کے بارے میں مستقل غفلت میں رہتا رہتا ہے، جیسا کہ ایک عالم نے کہا ہے

پائے شدہ ایمان چوکیں جو

پائے چوکیں تخت ہے تخلیوں جو

اور پائے چوکیں استیج چنے، آزدنی کے ساتھ قدم اٹھانے اور ہر اجر مرنے میں انسان کا ساتھ نہیں دے سکتا، یہی وجہ ہے کہ خالص استوائی ذہن کا انسان رسولوں کی الہی دعوت اور آسمانی کتابوں کے ایمان کے اہل حقائق اور اس میں جدید دینی یقین کی دعوت محسوسات، دہشت اور محروم معسومات پر مبنی اصولوں کے درمیان حائل وسیع علیحدگی کی وجہ سے یا تا تجربات اور

دور زکار تہذیبیات کا سہرا دیتا ہے یا الحاد پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما باتھم ناولہ

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پہ یہ قاذب نہیں پاسکے اس کو تاہولی سے جھٹلادیا اور بھی اس کی حقیقت ان پر کھلی آئی نہیں۔

فیصل ایمان بالغیب سے بہرہ ور اور اللہ کی قدرت کا احاطہ اور اس کی آزاد و خورجی روشیت پر یقین رکھنے والا، رسولوں کی ادنیٰ ہوئی، ان کی بیان کی ہوئی خبروں اور اللہ کے متعلق ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین اور ان کی تصدیق کرنے والے، کشف و کرامت پر کافکار نہیں ہوتا بلکہ وہ اس وسکون محسوس کرتا ہے، وہ سب کی روح اور ان کی خبروں سے ایک صرح فی السیات اور تعلق محسوس کرتا ہے۔ اس نے ایک پارہمنت کی اور غور و فکر کیا، پھر اس کو اطمینان وسکون حاصل ہو گیا، غور و فکر کیا، اللہ پر ایمان کے بارے میں، رسول کی سچائی کے بارے میں اور رسول کی جہاد کی ہوئی باتوں میں اس کی عصمت کے بارے میں۔

نہیں بولا سچائی خواہش سے، یہ قومی ہے بھیجی ہوئی۔

وما یطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی

پھر ایمان لے آیا اور مطمئن ہو گیا، اور وہ نہانت آسانی اور سہولت کی ساتھ ان تمام چیزوں پر یقین کر لیتا ہے، جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیان کی ہوں اور صحیح طریقہ سے نقل کی گئی ہوں، جیسے پہلے ہی وہ ان سے آشنا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان دونوں نفسیات کا فرق بیان کر دیا ہے، ایک اس شخص کی نفسیات جس نے اپنی عقل کو صحیح نقل شدہ اور رسول نے ثابت شدہ امور کے سامنے سرنگوں کر دیا، دوسرے اس شخص کی نفسیات جو اس کو تشکیک میں لگا رہتا ہے کہ کتاب اللہ، در رسول ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو اپنی عاجز عقل اور محدود سمجھ کے حوالے کر دے اور ان پر اپنی دور از کار تہذیبیات کو مسلط کر دے، چنانچہ جتنا ہے:

ہو انذی انزل علیک الکتاب۔ منہ آیات محکمات ہی ام الکتاب و احقر
منشا بہات فاما الذین فی قلوبہم زبغ فینہون عاشاہ منہ ابتغاء الفتنة و ابتغاء
تاویلہ و ما یعلم تنویلہ الا اللہ و الراشدون فی العلم یقولون افناہ کل من عند

و بنا وما بدکرا الا اول الالباب ○ دنیا لاکثر غفلو ما بعد الذمیدیا و عباد لنا من
للعکک رحمہ انک انت الوداد

و اہل تو ہے جس نے تم پر کتاب مازل کی، جس نے بعض آیتیں مٹا دی ہیں، اور میں اس
کتاب میں اور بعض عقیقہ ہیں تو ان لوگوں کے دلوں میں حق ہے، وہ متحابات کا اتباع کرتے
ہیں، تاکہ فتنہ برپا نہ کریں اور مراد اسی کا چاہنا نہیں، حالانکہ مراد اہل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا،
اور جو لوگ علم میں دستہ کا کفر رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب
نمار پروردگار کی طرف سے ہے، درحقیقت تو عقیدہ ہی قبول کرتے ہیں، مگر وہ دیکھ کر ادب
تو نہیں نہیں جانتے، غرض ہے تو اس کے بعد کہ وہ دلوں میں حق نہ پیدا کرو اور تمہیں اپنے ہاں
سے قوت و عطا فرما تو بڑا عطا فرمائے والا ہے

ای طرح میں شخص کی ذوقی کیفیت میں نہرتے ہوئے آجاتا ہے، جو انہی مصاحف
خوابات اور خطاب میں اور علمی عقل کے سنا سب مشہور اور مانوس چیزوں میں نہرتے کی فراست
ہے، نہیں وہ کہتا ہے، اور انہیں پر ایمان لاتا ہے۔

ومن الناس من بعد الله غفل عن اصالة حیرا طمانیہ وان اصلاہ

فخذ اعقل علی وجهه حسر للذنی والاخرة ذلک هو النحران المبین ○
اور جو لوگوں میں بعض وہ ہیں جو مہرہ نہرتے ہیں اللہ کی کتاب پر پھر اللہ کی کتاب کو
بھائی تو ظہور ہو جاتا ہے اس عبارت پر اور اگر کوئی ہے اس کو کوئی تکلیف تو وہ پھر ہوتا ہے
ان کو انہی اس نے دنیا اور آخرت میں سرشت نقصان ہے۔

انہیں کے ہمارے اعلیٰ اور ہمارے اعلیٰ حکیم اور دولت وین کے اندازے
یقین اور جوش کے ساتھ ایمان یا غیب کی طرف دولت دینے میں بڑی کوتاہی کی تباہی کہ
تکویت دینے کے لئے اپنی و ترقی قہ حیا کرنے اور اس پر زور دینے میں تساہل کے کام میں
ہے، اور بعض ہمارے معاصرین، پادار (محمد بن سلام) کو پیش کرنے اور جدید زمین سے ان کو
قریب کرنے میں ان کے فضل و دلائل کی اعتراف کے ساتھ، زمین کو بہت عقلی اعتبار سے ان
اساتذہ کی طرف مستعد ہیں، و زمین کی فنی تشریح نہرتے ہیں، جو جدید علم و جدید عقل ہے۔
میں لکھائی ہو، لیکن اس نے ایک سد تک خیر اور کی طہر سے ایمان یا غیب کی روت کو نقصان

کے آباء و اجداد اور ان کے نزدیک بڑے بڑے اور دوسرے تمام لوگوں کا تعلق ہی محمد بن عبد اللہ سے تھا۔ یہی ان کے لیے بھی انکار نہیں، لیکن وہ ان غیر محسوس اختلاف کی اثبات میں حجتوں کی ابتداء کرتے ہیں، اور ان کو اپنی نقطہ نظر اور ایک کی حد تک قبول نہیں کرتے۔ اگرچہ زبان کو لے لیں اور ان سے پوچھا جائے تو ہمیں کو معقولات کا بشری پائپس کے اور ان سے نزدیک معقولات کا پور خزانہ مطلقاً احتیاط ہوگا اور بس یہ بات واضح ہوگئی تو بہت ممکن ہیں ایسے حد تک بھی عالم میں موجود ہوں جو ہمارے اور ان کے باہر ہوں، کیونکہ ہمارے اور ان کے تعلق اور حد سے انسانی کی معقولات کے کسی زیادہ میں اور موجودات کا ہم ممکن ہی نہیں اس کا دور بہت وسیع ہے۔ مذہبی ان کا حفظ کر سکتا ہے، لہذا موجودات کے احاطہ کے بارے میں اپنی اور ان کے اور اپنی حد تک کی تردید اور شرم طلبہ اسلام کے لئے ہوئے عقیدہ اور فتنے پر قمر نہ، کیونکہ وہ تمہاری بھائی کے حریف ہیں اور تمہارے لئے نفع بخش چیزیں کو وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں، اور ان کے اور ان کے تمہارے اور ان کے سے ہند ہیں، اور ان کی عقل کا دائرہ تمہاری عقل کے دائرے سے وسیع ہے۔

اور یہ عقل اور اس کے اور ان کے اور ان کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ عقل ایک صحیح ترانہ کی طرح ہے اور اس کے احکام قطعی اور یقینی ہیں، ان میں قطعی یہ جو کہ کا شائبہ نہیں لیکن تم کو یہ امید نہیں کرنا چاہئے کہ اتنی ترانہ سے اس دور قیام و آخرت اور حقائق لہجہ کی حقیقت بھی بالکل سنو۔ کیونکہ یہ امید محال ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص سونا تو لے، لہذا غلطی نہ ہو، تو یہ امید و لہجہ کر لے کہ اتنی سے پہلے بھی دل سنا ہے، لیکن اس سے یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ کوئی اپنی قول میں سچا نہیں، اسی طرح عقل کے بھی حدود ہیں، جہاں اس کو نہیں پہنچتا، ان سے وہ آئے نہیں جہاں کہ وہ اللہ کی ذات و صفات کو بھی اپنی اور ان کے دائرہ میں داخل کر لے، بلکہ وہ اس کے پیدا کئے ہوئے بے شمار ذرات میں سے ایک حیرت زدہ ہے۔ (۱۱)

تکلفات سے پرہیز اور فطرت سلیمہ پر اعتماد:

حضرات کرامی، انبیاء، کرام علیہم السلام کی خصوصیات اور امتیازات اور ان کی خاص خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خود ساختہ انداز و اطوار اور تکلف و تشیع سے باہم

اپنی پوری زندگی میں اور بالخصوص اپنی دعوت، گفتگو اور دلائل میں بہت دور رہتے ہیں اور عاقبت انہیں شہید کا قول:

مَا اسئلكم من اجر وما ان من المتكلمين ○ ان هو الا ذكر نعم علمين ○

میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناؤں تم سے والوں میں ہوں۔ یہ قرآن تو اہل خانہ کے لئے نصیحت ہے۔

تمام انبیائے سابقین کی حالت کی تصویر کشی کر رہا ہے، وہ سب کے سب ہمیشہ قصہ سے عظیم اور عقل عام و فطرت اسودہ اور وحیہ سے پاک انداز سے مخاطب کرتے ہیں۔ ان کے کچھ نہ تو ذرا ذہانت پر موقوف رہا ہے نہ امتیازی علم پر، نہ مختلف رسوم و فنون کے ہمد کیر اور مکبر سے مطالعہ پر، نہ علمی اصطلاحات کی واقفیت پر نہ منطق و فلسفہ یا فنی، فلکیات اور سماجی علوم کی معرفت پر بلکہ جس طرح خواہ اس سے دلچسپی لیتے ہیں، اسی طرح عوام بھی اس کو سمجھتے ہیں، اور جس طرح علماء اس سے استفادہ کرتے ہیں، اسی طرح اہل علم بھی اس سے لغز و نمنا کرتے ہیں، ہر ایک اپنے علم و فہم کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

انبیاء کی تعلیمات جس طرح سادہ اور سہل تکلف زندگی گزارنے والی قوموں کے حالات سے مطابقت رکھتی ہیں، اسی طرح باندہ تہذیب و تمدن رکھنے والی قوموں کی حالت کے بھی موافق ہوتی ہیں، وہ نہ اقلی اور وحیہ و سواہل کو اٹھاتے ہیں، نہ انہیں ضروری قدر دیتے ہیں، ان کا کام بیٹھے و خوشنواور پانی کی طرح بہتا ہے، ہر شخص اس کو استعمال کرتا ہے اور اس کا شہر و سر متدبکی رہتا ہے، حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی بظہیر کتاب ”حجۃ اللہ الیہ الخ“ میں اسی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

”انبیاء کے اسرار کی سیرت میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ لوگوں سے ان کی عقل سے انی معیار کے مطابق اس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں، اور انہیں علوم کے مطابق جو نہیں وصل خلقت کے اعتبار سے حاصل میں گفتگو کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ انسان جہاں بھی دوکا اصل طاقت میں اس کے اور اک کی ایک حد و کوئی دو اور تمام حیوانات سے آگے، دو کے اس کے کہ سادہ بالکل ناقص ہو، اور انکو علوم ایسے بھی ہیں، جن سے فرق عادت کے بغیر کوئی نہیں پہنچ سکتا، جیسے انبیاء و اولیاء کے نفوس قدسیہ یا تحت محنت اور صحت کے ذریعہ اس تک رسائی ممکن ہے۔ جو اس

کے نفس کو بھی بہتر سے باہر کے حوس و عمل کرنے کے لائق بنا دے یا طویل مدت تک حکمت اور اصول فقہ و خیر کی مشق و ممارست کے ذریعہ ان علوم کی تکمیل ممکن ہے۔

دراغیبہ کہرام لوگوں کو اسی سادہ اور پاک کے مطابق مخاطب کرتے ہیں، جو ان کو خاص خلقت کے اعتبار سے درایت کی کمی ہے، اور وہ نادر اور قلیل الوجود چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کا مکلف نہیں بناتے کہ اپنے رب کو تعظیم اور مشاہدات کے ذریعہ پہچانیں، یا اہل قیامات کے ذریعہ، اور ان کا مکلف کرتے ہیں کہ اس کو تمام جہات سے منہ سمجھیں، اور نہ ان نسبت میں مشغول رہنے والے کے لئے قرینہ یا نمونہ ہے، جو طویل مدت کے معقولوں کے ساتھ نہ رہا ہو، اور انہوں نے اسے استیلا و استدلال کے طریقہ و راستہ کے دودھ، حقیقی اور ناقابل فہم مقدمات کے ذریعہ شام و صبح کا فرق ایسی طرح سمجھا نہ پایا ہو، اور وہ تمام چیزیں ذہن نشین نہ کر لیں، جن پر اسلوب امرائے اصحابِ اہدیت پہنچا کر رہتے ہیں۔

خود ان لوگوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ایسی چیزوں میں مشغول نہیں ہوتے، جو تہذیب نفس و سیاست است سے متعلق نہ ہوں، جیسے فتنائے عادات کے اسباب کا بیان مثلاً بادشہ، مہرمن، بال، اخیر و یا حبیب و غریب، عداوت اور نہات یا چاند سورج کی رفتار، اسی طرح روزانہ کے عادات و انبیاء، بادشہوں اور شہر کے تھیں وغیرہ کے علاوہ اللہ، شہ، اللہ، چند معمولی باتوں کے ضمن سے ان کے کان پہلے ہی سے آتیا رہتے ہوں، اور یہ چیزیں بھی اللہ کی نعمتوں اور معیتوں کے ذریعہ تدکیر کے ضمن میں برکتیں مذکورہ مساوی طریقہ سے بیان کی جاتی ہیں اور ان جیسی چیزوں میں استعارات اور مجازات بجا استعمال بھی جائز ہوتا ہے۔

اور اسی اصول کی بناء پر جب لوگوں نے نبی ﷺ سے چاہا کہ تمھارے پیغمبر کی وجہ دریافت کی تو اللہ نے اسی سے عرض کیا اور مسیحوں کے لئے نبی بن کر مانے، چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

يَسْلُوْكَ عَنْ الْاَهْلِ فِيْ هٰى مُوَفِّقٍ لِلنَّاسِ وَالْحَجِجِ

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں چنانچہ آپ کو ہر ایک کے بارے میں آپ کو ہر ایک کے بارے میں لوگوں اور حج کے لئے وقت مقرر کرنے کا ذریعہ ہے۔

تہ بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہوئے ان مخوف اور ان کے علاوہ اسباب و اسباب سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہن کو فوق و مدہوش کیا ہے اور وہ لوگوں کے کلمہ کو اس کے موقع و جگہ سے خدو استعمال کرتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

اور اسی کتاب میں عین کی آسانی اور صوفیہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اور اسی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شرع علیہ السلام نے لوگوں کو حکمت اور بصورت و قافی معقولہ سے قبل اس غایت کے لیے سے دیکھا ہے، اس لیے معیار عقل کے مطابق مخالف کیا ہے، چنانچہ اللہ نے اپنے لئے بہت بھی دیت ہے اور فرمایا "الو حسی علی العروہ المستوی" اور نہیں پھرتے ایک سجدہ سے کہا اللہ کہاں ہے؟ اور اس کے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ سوز ہے، اسی طرح استقبال قبلہ اور نمازوں اور حجاب میں اوقات عظیم ہر گز کے لئے دیت اور ہر گز کے مسائل کا حل کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا "الصلوہ صلیب المسکوف و السعوب" اور "الحج یوہ جمعہ و العطر یوہ فطر وین" واللہ اعلم بالصواب۔

اور شاہ صاحب کے پہلے ہی حصہ (۱) اسلام اور غزواتی (مثنوی ۱۰۰) میں کلام پر اسلوب قرآن کی فوٹ اور دونوں کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قرآن کے اہل مذاہب کی طرح ہیں، ان سے ہر انسان فائدہ اٹھاتا ہے، مگر مفسرین کے دلائل و دلیلی طرح ہیں، ان سے چند لوگوں فائدہ اٹھاتے ہیں، اور اکثر لوگ نقصان، بلکہ قرآن کے اہل پانی کی صورت میں ہیں، جس سے یہ خوار ہو گئے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں، اور قوی انسان بھی، اور دوسری قرآن میں نہیں ملتا، جس سے قوی بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، ابھی یہ رہا جاتا ہے کہ اور یہ کہ دیکھیں بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔"

امام محمد بن عبد بن رازی (مثنوی ۱۰۰) کہتے ہیں (جیسا کہ فقہ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ میں ہمارے نقل کرتے ہیں) میں نے کئی مہینوں اور فیاض السلوایں میں بہت غور کیا، لیکن میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی یہ کو شفا دیتے ہیں، یا کسی چیز سے کسی چیز کو بچاتے

ہیں، اور (انسانی ذہن نے) قریب ترین فاصلہ پر قرآن کے اندر فرمایا، اور جو حق بھی یہی طریق تجربہ کرے گا اس کی یہی بات نثر ہو گئی۔

نبوت کی طبیعت خصوصیات، ان کی صلاحیتوں، انبیاء نے کرامت کے اندر اور دعوت و تبلیغ میں یا نئی زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاشرتی زندگی میں، ان کی سیرتوں سے اس زمانہ کے لوگوں، عقلیوں اور طبائع کی دوری اور نادانیت کی وجہ سے جس نے اس مضمون پر بہت پھیلائے، جان کیا ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مصنف کی اندازہ کو صراطِ استواء اور دعوت و تبلیغ کے بعد یہ اصولوں نے بڑی زیادتی کی ہے۔ یہاں تک کہ جو انبیاء نے طریقوں اور ان کی سیرتوں سے غافل ہو گئے، بلکہ ان کے امتیاز تک پہنچ گئے، اور فہم قرآنیات کے لئے بہت مشکل اور پیچیدہ ہو گیا، اب حال یہ ہے کہ وہ اس کے نیکیانہ اسلوب سے لطف اندوز ہونے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے اور تاویلات و تفکرات نامہارا لینے لگے ہیں، حالانکہ قرآن دعوت و تبلیغ میں انبیاء کی سیرت ہی مثالی سیرت ہے اور قرآن کا اسلوب ہی فطری، بلخ اور نیکیانہ اسلوب ہے، جس پر ہر زمانہ محققین متفق ہیں، دونوں کے دروازے مکمل جاتے ہیں، اور ہر گز یہ نور ہر طرف اس میں کافی وضاحت اور شرفی ملاقا پاتا ہے۔ "مستعمل میں حکیم جمیل" صاحب خدمت، در قابل تعریف کی طرف سے اشارہ ہے۔

حضرات اقدس کیا ہوا اس دن ہے کہ آپ برابر خلق کے راشدین اور صلہ و رحمہ ہوں
 اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں سن رہے ہیں۔ آپ نے یہ معلومات میں انصاف ہو رہا ہے اور
 بندوستان کے بہت منتخب اور ممتاز علمائے کرام و مقررین کا سامنا کر رہے ہیں۔ آپ نے ان
 کے سامنا کیے، آپ یہ سن رہے ہیں کہ یہ تہذیب نے کیا کیا ہے۔ ان کا آپ نے کیا اثر ہونا چاہیے
 ہو اور کیا شکر یہ کس طرح سے ادا کریں گے؟ یاد رکھئے، نعمت کا شکر اس نعمت کی جنس سے ہونا
 ہے اور یہ نعمت کے مطابق ہونا ہے۔ سمجھنے کا شکر یہ سمجھنے کے مطابق ہونا ہے، مہربانیاں تو ازیں
 اور خیر و برکت کا شکر یہ اس کے مطابق ہونا ہے اور تمسید و خوان کا شکر یہ اس کے مطابق ہونا ہے۔
 اسی طرح حق سے حسب تقاضا کی چیزوں کا سامنا کرنا چاہئے تو ان کا شکر یہ ان کے مطابق ہونا
 ہے۔ دوسری جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ حضرات ملنا ملنا کے راشدین، کہہ رہے ہیں۔ میں آپ
 کرام کے بارے میں سن کر جاتے ہیں، جو اہرام اور موتی نگہیں سے جاتے ہیں اور آپ کے
 زینت میں آتے ہیں، ان کا شکر یہ کیا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ اللہ تعالیٰ
 کی نعمتوں کے شایان شان اللہ کے پیغمبروں کے حسب ہمت کا شکر یہ اللہ کے پیغمبروں کے شایان
 شان، معصومین اور اعیان دین اور اشائخ کرام اور مرشدین اور امین کے محبتوں کا شکر یہ ان
 کے شایان شان ہونا ہے۔ تو یہ طریقہ سے ہر دعوت کا ہر تحریک، ہر محفل کا شکر یہ اور اس کا اثر
 ان کے مطابق ہونا چاہئے اور آپ کے اندر مصداقیت پیدا ہونی چاہئے، اگر آپ علمی خاندانوں
 میں جاتے ہیں، جن کا آج کل ہزارہوں سے بوجہ جگہ علمی سیمینار ہو رہے ہیں، کنونشن ہو رہے
 ہیں، تو اس موضوع کے ساتھ آپ استفادہ کرتے ہیں، اسی موضوع کے لحاظ سے آپ وہاں
 سے نتیجہ لے کر جاتے ہیں، اثر لے کر جاتے ہیں اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح
 آپ سیاسی جلسوں میں شریک ہوتے ہیں تو سیاسی شعور سیاسی بیداری پیدا ہونی چاہئے، جس
 پارٹی کا جلسہ ہے اس پارٹی کے متعلق ذہن بننا چاہئے یا بدلنا چاہئے، تو اگر مخالفانہ راشدین
 کے مقابلہ میں جلسہ ہو بار بار ہو آپ بار بار شریک ہوں تو اس کا شکر یہ کس طرح اور
 ہو سکتا ہے، اور اس کے شایان شان کیا ہے اور اس سے آپ کی زندگی میں کیا اثر پڑنا چاہئے، کیا
 تبدیلی اور اصلاح آتی چاہئے۔

مگر ان چیزوں کی طرف اشارہ کر دوں گا جو ان مجالس کے مطابق ہیں اور ان کا

طبعی تقاضا ہے، عقلی تقاضا ہے، منطقی تقاضا ہے، شرعی تقاضا ہے و اخلاقی تقاضا ہے، انسانی تقاضا ہے، اور سب سے بڑھ کر دینی تقاضا ہے۔

اس مسئلہ کی قیہ بات تو یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں اضرعات خلعانے واقعہ میں ہی مقیم رہیں، ان کے بارے میں آپ کے اندر ہونا مقادیر آپ کے ذہن میں یہ خیال رہا ہو جائے کہ وہ غسل ادا کی گئے (انہی کے کراہ کے بعد) بہترین افراد اور ائمہ شیعہ و اہل حق کے فضل و احسان، اس کی خلائی اور آتی اور ربیہ کا بہترین نمونہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہوتی چاہئے کہ آپ کی عقل سے یہ اثر اور نتیجہ نہ کر جائے، اگر ہم کسی عقیدہ کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بہت سے معجزات و معجزات شفاء پائی، وہ عقیدہ ہی نیا ہے، عجیب ہی یہ ہے کہ اس کے ماننے والے بھی شفاء ہوئی، وہ یہ مشکل سے روز بروز و میوں و فائدہ دینے پھر رہے، ہم کسی عالم و مدرس کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حلقہ درس سے بہت سے فائدہ یار ہوئے اور وہ علم و فضل میں امتیازی درجہ رکھتے تھے، روز پھر مدرس کا فائدہ ہی کیا، اور اس مدرس کی کامیابی کا معیار کیا؟ اگر ہم کسی کارخانہ کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہترین مصنوعات پیدا کرتا ہے، ایک مرتبہ ہم نے یہیں کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اگر ہم سے کوئی کہے کہ (مکتبہ کے بھائیوں کو سنا رہا تھا) کہ وہاں صاحب الاحمد حسین ولد ارمین کا کارخانہ بہت اچھا ہے، انگریزوں میں تمباکو کے پتھر ذب وہاں سے بنے تھے پھر خود دیکھ تو ہر ذب خراب تھا تو یہ ایسی بات ہوئی کہ اس کا رخاںہ اگلے کو آپ کے مخالف و زوال حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کرنے کا حق ہو گا کہ آپ نے اس کارخانہ کو بدنام کیا، وہاں کی شہرت کو خراب کیا، میں درجہ کے ایک خادم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی ایک نامور اور مسلم دار و نمود و اجسام کا خادم وہاں آ رہے وہاں علماء کے متعلق کوئی یہ کہے ہاں صاحب اشرف میں اس کے وار و علوم نے اچھے فاضل پیدا کئے، علامہ سید عظیمان، مولانا عبد السلام ندوی، مولانا عبد الباقی ندوی، ان کے بعد پھر کوئی نہیں نکلا، اور کسی میں کوئی استعداد پیدا نہیں ہوئی، تو سب سے پہلے میں اس کا دامن پکڑنے کو تیار ہوں، نمود و اجسام کے نمود و رند و اجسام کی کارکن اور اس سے بہت رکھنے والے دامن پکڑنے کو تیار ہیں، آپ سے کہا جائے گا کہ پہلے آپ اس کا ثبوت دیجئے کہ آپ اس بارہ کی

میں کوئی پیدا نہیں ہوا اور یہی ہونا چاہئے تھا۔ یہ بالکل منطقی اور طبعی بات ہے، اگر کسی کسی کو مانتے ہیں اور اس کے اندر کوئی اثر تسلیم کرتے ہیں، خواہ وہ کسی درجہ، کسی نوع کا ہو، زندگی کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ ہو، اس کو لے لیجئے، سیاست کو لے لیجئے، تعلیم کو لے لیجئے، قانون کو لے لیجئے، معالجہ کو لے لیجئے، تصنیف و تالیف کو لے لیجئے، شاعری کو لے لیجئے، ادبیات کو لے لیجئے، اگر آپ اس میں کسی کا کوئی امتیاز مانتے ہیں تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ متعدد ہے، وہ زبان ہی کیا جو سمجھی نہ جائے، وہ چراغ ہی کیا جس کی روشنی نہ پھیلے، وہ خوشبو کیا جس کا سونگھنے والے کو لطف نہ آئے، وہ آفتاب کیا جس کی دھوپ نہ ہو، روشنی نہ ہو، وہ چاند کیا جس کی چاندی نہ ہو، وہ بارش کیا جس سے تراوٹ اور آبیاری نہ ہو، جس سے فصلیں پیدا نہ ہوں، جس سے باغات سرسبز و شاداب نہ ہوں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے امام شعی کا ایک بیخ و بن نقل کیا ہے کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے بہتر لوگ کون ہوئے؟ انہوں نے کہا کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دامن تربیت میں پرورش پائی، جنہوں نے ان کو دیکھا اور ان کو ان کی صحبت ملی۔ وہ سب سے بہتر انسان تھے، عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ طست عیسوی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری۔ شیعوں سے پوچھا گیا کہ اس امت میں (امت محمدی ﷺ) سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے ان کا نام لیا جو اولین اور اہم ترین صحابہ رسول تھے، خلفائے راشدین (حضرت علیؑ کو مستثنیٰ کر کے) عشرہ مبشرہ اور جلیل القدر صحابہ۔

یہ ایک تضاد ہے، ایک پہلی ہے جو بوجہ جنم والی نہیں ہے کہ سب پیغمبروں کے سب سے بہتر لوگ تو وہ تھے جو ان کے دامن تربیت میں پلے بڑھے اور جنہوں نے ایک بار زیارت کر لی کبھ سے کبھ ہو گئے، تحت اثر غری سے تریا تک پہنچ گئے، چہ جائیکہ وہ لوگ جنہوں نے برسوں پیغمبر کی صحبت پائی اور براہ راست ان کے فیض یافتہ تھے، تو یہودیوں کا جواب ٹھیک تھا، مسیحیوں کا جواب ٹھیک تھا، ان کے شایان شان تھا، پیغمبر پر ایمان رکھنے والی امت کو یہی کہنا چاہئے تھا، لیکن ہمارے ان بھائیوں اور ہم وطنوں کو جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کا یہ جواب عجیب و

غریب ہے۔ ہر ایک کیس میں جو دعائی نہیں دے سکتی، آج بھی پوچھنے والے یہ جواب میں نہتے
ہے۔ خدا کی رحمت کے ایک نئی نوحہ پختہ کی صورت پیش نہ ہو، میں وہ دنیاوی حالت سے
اپنے غمزدگی سے یہ کہتے ہیں، ان کی تسلیات میں بات کا اظہار نہیں ہے۔ امت محمدیہ کو
میں سب سے زیادہ قاضی اعتبار بہت ہی گہرے اور خاص بات کہی تھی، جو اپنے نبی پیغمبر کی آنکھ
بند نہ تھے، دین سے غفلت کے، جو ان کو آپ کی جتنی صحبت میں ہے، آغوشِ نبوت میں
ترہیت پائی، دین کی ہر اہم ترائی ہوتی تھی، جو آپ کو دیگر نماز پڑھتے تھے، آپ بخیر پر ہند
تورن و غالی کی جو کلام آقا محمد اور امت آپ کی جتنی کی زبان مہارک سے نہتے تھے اور پھر ان
کی کوشش میں نہتے تھے اور اس پر غفلت ہوتے بھی دیکھتے تھے، اور جن کے اخلاق و دین و دنیا اور
ہر چیز کی فکر نہ تھی، نگاہِ نبوت خدا ان چیزوں کا نہ دیکھتے تھے، وہی سب سے کام نہتے،
ختم ہو گئے، یہ ایک قصہ ہے، ایک شخص کا قصہ کہیں، جب وہ بی بی باتوں کو سامنے رکھتے اور اس کا
ایک قصہ ہے، اور اس کا قصہ کہنے والے یہ کہیں، حضور بخیر سے نہتے والے یہ کہیں۔

مجھے یورپ و امریکہ جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ کئی بار میں نے کہا کہ اسلام کی سیر و اشاعت
کی میں یا اللہ کے ہاتھ پر رک میں فوراً اسلام کی دعوت دی جا، یہی ہو اور بڑی بھائی بھائی تقریر
کی جا، یہ ہو، ایک مست ہو، یہ ہوں اور ایک جاوہر معلوم ہو، یہ ہو اور قریب ہو کہ لوگ
سامنے آئیں، اسلام کا اعلان کریں۔

میں تو بہت کراہیے اسلام میں داخل کیجئے۔ اچانک ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے
تھیک ہے آئیے، بہت اچھی بات کہی۔ لیکن آپ بہت کیا امید رکھتے ہیں۔ آپ کو ہم پر
امید رکھنے کا حق کیا ہے۔ اگر آج ہم اسلام لے لیں تو اسلام پر تو ہم بھی دین لے لیں، اگر لوگ
براہ راست اللہ تبارک و تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور مشرف بہ
اسلام ہوئے اور آپ کے سایہ میں تربیت پائی، ایک دن نہیں، دو دن نہیں، چند مہینے نہیں، چند
سال نہیں، تیرہ سال کہ بعض اور دس سال، یہ منورہ کے گزارے، وہ آپ کی جتنی کی آنکھ بند
ہوتے ہی اسلام سے نکل گئے، صرف دو چار سات، وہی رہ گئے تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے
ہیں؟ اور آپ اپنے کو کیا سمجھتے ہیں؟ کہ آپ کا مقام جو غیر خدا ہے، بلند ہے، ہم آپ کے ہاتھ پر
اسلام لائیں تو اسلام پر تو ہم رہیں گے، اور انسانی تعلیمات پر ہم نہیں رہیں گے؟ ہم نے کہا اس کا

کوئی جواب نہیں، دنیا کے بارے میں بڑے بڑے اور بڑے بڑے حاضر جواب کے پاس بھی اس کا جواب نہیں۔ یہ کیا قصہ ہے، ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ نبی کے ہاتھ پر راہِ راست اسلام لانے والے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَأْتِيَا بِعُتْرُوكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ فَسَبِّحْ لَهُمُ الْحَمْدَ ۝ ١١٠

(ان بخبر) جب مہمیں تم سے دراست کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق و غلام) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے غلط کرنا یا تو ان پر تسلی نہ دل فرمائی، اور ان کی طرف انہوں نے نبی ﷺ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام نہ خیر ہا کہہ دیا۔ ان چہ بدانتہا!

دوسری بات یہ کہتی ہے کہ آپ صبیح کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد اور دوسری خصوصیات میں، اس خصوصیت کو بھی آپ ذہن نشین کر لیں، وہ مل میں، مہمیں، یہاں سے لے کر جہاد میں کہ وہ دین کے پورے شیعہ تھے، وہ دین کے سانچے میں اچھے تھے، ان کے عقائد، ان کی عبادات، ان کے معاملات، ان کے اخلاق، ان کے رسومات، ان کی تحریکات، ان کی فتومات، ان کی حکومت و نظام، حضرت، سب چیزیں اور زندگی کے سب شعبہ شریعت کے معنی ہیں تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ خواہ الطاف حسین حالی کے درجہ بات بلند فرمانے لکھا بات یہی ہے انہوں نے

وہ حق میں تھی دور اور بھاگ ان کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی ماگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود خود ڈگ ان کی
شریعت کے قبضہ میں تھی ہاگ ان کی
جہاد کر دیا زہر زہر گئے وہا
جہاد کر دیا مہم مہم گئے وہا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف عقائد و عبادت میں مسلمان نہیں تھے، معاملات اور اخلاق میں بھی مسلمان تھے، رسوم اور زندگی کے جو فطری تقاضے اور فطری ضرورتیں ہیں ان میں بھی۔ ہم

[illegible]

الصحة في سطور - معلمي في الرعاية الصحية

”میں نے وہ ہے، تمہارا، بچہ اور ساتھ ہی اس کی والدہ، اس کے ”ممتاز“ بھائی۔“

لا بد من تحديد وقت مناسب لهذا

تقریباً ۷۰۰ سال پہلے، جب تھامز کی طرف سے غلہ کی تجارت کے لیے ایک راستہ کی ضرورت تھی، تو ایک پل کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔

[illegible]

غور کرنے کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ ۱۳ سال تک معظمہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ کو منور فرمایا، لیکن اس کثرت سے مسلمان اسلام میں داخل نہیں ہوئے چھ صلہ اور فتح مکہ کے درمیان ۱۰ سال کے عرصہ میں۔

اور مزہبی جو سید القادری ہیں، بیٹکڑوں ہزاروں حدیثیں ان سے مروی ہوئی ہیں۔

”صنع حدیث سے لے کر فتح مکہ تک جو دو سال کا عرصہ ہے اس میں دس لغزش سے مسلمان ہوئے یہ اتنی تعداد میں دس سال میں مشرکین اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔“

ہو گیا تھی، (ادھر یاد (جنگ اور خوف) کی جو صلہ حدیبیہ سے پہلے ہوئی تھی، ہر جی صلہ و امن ہوئے جس حد سے آئے جانے کا دارا۔ صاف ہوا اور کوئی خیر نہیں رہ گیا، یہ صلہ جوفی تھی اور عہدہ نوٹیا تھا کہ کوئی مسلم غیر مسلم پر حملہ آور نہ ہو گا، اب وہ عزیمت آئے اور عزیمت اپنے عزیمت سے ملنے مدینہ حبیباً نے لکھ، دسوں بھیجوں سے منے آ رہے تھے، یہاں سے ماموں سے دچھا بھیجوں سے بھیجے پچھا سے ملے آ رہے ہیں۔ بہنوئی اور آپس کے جو رشتہ دار ہیں وہ ایک دوسرے سے ملے آ رہے ہیں۔ یہی جو آپس کے رشتہ دار مجھے کو کس مجھے تھے، خون کا رشتہ تھا، قرابتیں تھیں، مگر مدینہ جانا خطہ دستہ خالی نہ تھا، اب یہاں نہیں دو باطنیان مدینہ آئے، انہوں نے یہاں دیکھ کر دیکھا کہ دنیا ہی بدی ہوئی ہے، نہ یہاں جھوٹ ہے، نہ کالی طوچ، نہ غصہ آتا ہے، نہ یہاں نہ پتہ تول میں کمی، نہ یہاں کسی کی منی نکلی ہوئی ہے، نہ دنیا ٹھنی ہے، نہ دنیا پر کسی، اللہ نے علاوہ نہ یہاں کسی کا خوف ہے، نہ یہاں کسی کی لاش ہے، دنیا بدلی ہوئی ہے، انہوں نے دیکھ کر پھر کوسلا قرآن کے سامنے کھانا رکھ دیا، یہاں تا ہے، ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جس کی طرف قرآن شریف کا اشارہ ہے:

وَبِثْوَنٍ عَلِيٍّ الْفَهِيمِ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اور ان کو اپنی جانوں سے مقدمہ رکھتے ہیں خواہ ان کو خود اتنی وجہ بھی ہو۔

حضور ﷺ کے یہاں مہمان آئے یہ کاشانہ نبوت تھا، دوسروں کو کھانا اور خوراک سے رہنا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کوئی ہے جو میں مہمانوں کو اپنے گھر لے جائے، وہ کھانا کھائے۔

”خبر سے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کیا اور گھر لے گئے، ان کی اہلیہ صاحبہ نے کہا:

مہمانوں کو سنے تو آئے ہو، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، یہاں تو کھاتے کو تھا ہے کہ نیچے کھائیں، انصاری مصالہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا، پہلے تو بیچوں کو سنا دینا اور کھانا لے جاتا رہے، دیر، چراغ چل رہا ہوگا، اس کو گئی بیانا سے ہاتھ لگانا کہ بیچھ جائے پھر ہم اپنا کام کر لیں گے، یہی وہ کہ اس اندھیرے میں حضرت ابو طلحہؓ ہاتھ بڑھاتے رہے اور خالی ہاتھ منہ تک لے لے رہے، مہمانوں نے کہا یا اور حضرت ابو طلحہؓ بھوکے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ آیت نازل فرمائی جو میں نے پڑھی۔

حضرات!

قرآن مجید کی آیت ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السَّمِ كَافَّةً (نورہ ۲۰۶)

اے ایمان والو! اسلام میں صلح میں چاروں کے پورے داخل ہو جاؤ۔

ریزرویشن کے ساتھ نہیں کہ اتنا حرام آئے کرتے ہیں مسجد میں اور اتنا پیچھے رہے گا، ہاتھ بڑھاتے ہیں، دایاں بائیں پیچھے رہے گا، یہ نہیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، اللہ جل شانہ مطالب کرتا ہے، اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، میں صفائی سے کہتا ہوں اور دینا فرض سمجھتا ہوں کہ صاف کیوں کہ ہم مسلمانوں کی معاشرت، ہم مسلمانوں کے شادی بیاہ کے طریقے، ہم مسلمانوں کے وراثت کے طریقے، ہم مسلمانوں کے معاملات شریعت سے دور ہیں، اور بہت دور ہیں، اس میں ہم بالکل آراو ہیں، بھاپہ کراسم رضی اللہ عنہم کی زندگی کیاتھی؟

میں ایک واقعہ سنا ہوں، آپ کے یہاں شادی کس دھوم دھڑائے کے ساتھ ہوتی ہے، ہمیں بھی لوگ یاد کرتے ہیں، نچوتے جوتے ہیں انہیں دیکھ لیجئے، اسی میں تالاروں اور بسا وقات ہزاروں ہزار روپے خرچ ہوتے ہوں، گئے، اور اب تو انگریزی میں آنے لگے ہیں، بڑے شاندار لوگ، ایک دوسرے سے آٹے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہم نے کہاں سے دیکھا؟ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے لئے مجالس منعقد کرتے ہیں، ان کے مناقب و فضائل سناتے ہیں، ان کے لئے گزٹے مرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن ہم ان کی اقتدا نہیں کرتے، ہمارا معاشرہ، ہماری سماجی زندگی، ہمارے شادی بیاہ،

نہایت حق پرست مسلمان، عائلی قوانین (Persana Law) پر عمل آزار ہے۔

• دیکھئے! اللہ اسے عید ارحمن بن خوف رضی اللہ عنہ بولٹا دیکھو! دیکھو! اس نے میں، ایک مرتبہ مقبول امور کا پکا نئے پاس کرتے ہیں، میں ظاہر آپ کو دیتے ہو یہ میں اس وقت مرے گا، مئی موتی، مئی موتی تھی، اس وقت مرے گا یہ وہی ہے وہ اسانی دار مسلمان تھے اور اس میں ایک وقت ہے! ہجرت کے وقت کا ۱۰-۱۲ مسلمان ہوں گے تو مرے گا کہ حسب یہ جگہ نے آدھی تیس جگہ ہیں تو یہ اعمیہ علیہ السلام۔ بتاتے ہیں، بلکہ و سترن نے یونکہ پستان کے و تیرا و ترانہ میں رہے اور اکثر ایک ملکہ میں رہے اور میں رہے تو زیادہ تر ایک ملکہ میں رہے۔ وہ مرے گا پچھانے ہیں، مقام کو پہنچتے ہیں کہ اس ثابت کا آدھی ہے اور عید ارحمن کے ورے میں یقیناً ہے، حسب قریب قریب سحر ہے، ہوئے تھے حضرت عید ارحمن بن خوف! حسب مانی خدمت میں رہتے ہیں! سحر کا پکا کوئی اس طور کے کہ وہ آج خود موت لیا، وہی موتی ہے، مرے گا آئے ہیں۔ آپ اس نے پچھا مہ ارحمن نے یہیت ہے! یہ بات ہے! انہوں نے عرض کی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی ہے، نکاح کیا ہے۔ آپ نے ایک ایک کچھ فرمایا، میں حدیث کا حسب مہ ارحمن نے حدیث کے الفاظ میں یہ ایک کچھ، مرگات و کلمات حسب مشاہد ہیں، اس حدیث کے الفاظ میں میں نہیں ہے، جسٹریکٹ نے ایک لفظ بھی شکوک فرمایا، وہ عید ارحمن یہ ہے مرقی، آتی ہدی بھول کے، شادی کے وقت پر نہیں دیکھی نہیں آیا؟

اور یہ بھی سمجھ چکے کہ یہ، حرمین آج میں بہت قریب تھے۔ حضرت عید ارحمن بن خوف بھی قریب قریش کے قریب تھے اور عید ارحمن تھے، اسے رہے ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف بھی نہیں لیا۔ مہ ارحمن اسی جلدی بھول کے، یہاں کا صلا ہی یہ تھا، ہمیں تو بھی نہیں ملی۔ اور یہ، سمجھتے اندھائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وہ کسی شہر اور اسی میں کوئی یہ ہے نہ اس ملک ہے، یہ تو بھی ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ نے بعد قریش میں کی ہے، مانی بڑا بڑا ہو چکا ہے، اس کے اندر ضرورتاً ان کے عا کے عا کے پانچھ نے تو ان کی مجلس میں میں شریک ہو، ان کے قدم ہی ہمارے ہاں آج نہیں آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھا بھی نہیں لیا، اسے کہ میں یہاں موجود تھا، تم نے بلایا بھی نہیں، مجھے دعوت بھی نہیں دی، مجھے اطلاع نہیں دی۔

نہیں دھرتی عبد الرحمن بن عوف کو اور تربیت نہ جس کوئی بھی اس کا تھنا تھا کہ اپنے کاموں کے لئے اللہ کے رسولؐ کی بات نہ مانگتے تھے لیکن چاہئے۔ آتی دیر میں معلوم نہیں کتنے وقت شرف پر اسامہ بن زید آئے تھے لوگ۔ ہدایت یاتوں کے اور آپؐ کو پاکر تکلیف دہوں اور کشتوں کو خروم نہریں۔

آپؐ نے صرف یہ فرمایا "وہ وہ ہوتا ہے" اور یہ نہ کہہ کرنا چاہئے "ایک نہریں ہی نہیں ہے" یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں ہوں۔ یہ یہ فرماتے۔ آپؐ غلطی کے تھے کی بات نہ کہیں تھی۔ نہ بات شکایت نہ کی تھی۔ ہوتی نہیں۔

آج نکلے جو کتابہ اشہر ہے اس کے اس حصہ پر باطل آخری کتابہ پر کافی شافی ہوتا اس کتابہ کے آدھی تو اور اب تو ہونے سے پاکستان سے نکلتے آتے ہیں اور یہاں سے وہاں جاتے ہیں اور دوسرے شہروں سے آتے ہیں وہاں جاتے تو شکایت کرتے ہیں۔ مٹی بنے مروئی ہاں کہیں نہیں بھول۔ گئے تھے مگر رات ہی میں نہیں تھے تھاری۔

یہ بھی زندگی میں یہ اس پر رضی اللہ عنہ کی یہ زندگی ہم نے چھوڑ دی اور یہ یہ نہ چاہتا ہوں آپ سے کہ صحابہؓ کے ان کی محبت کا اور ان کے تذکروں کے لئے ہم ایسے کاموں کی طرف نسبت کرنے کا حق ہے کہ آپؐ کی پوری زندگی آپؐ کے نعمتوں پر نہیں۔ یہ نہیں کہ صرف ان کی حمایت میں جوش میں آج نہیں اور نہ ہی یہ کہ جملوں کا میں، ان کے نام پر ہونے پر نہ جہت نہیں، لیکن عمل کا یہاں تعلق ہے، زندگی کا تعلق ہے اور ہر اکل اس سے پیچھا، شادی با اکل اپنے طرز پر اور اس سے بڑھ کر چیز کی لذت، یہ چیز کے طالب اور اس پر بے اتنا اور قوموں کو یہاں ہوتی رہتوں کو۔ وہ ان کے مخالف سمجھنے کا میں اختیار پر ہوتا ہوں، مسلمانوں سے واقعات آتے ہیں تو لڑ جاتا ہوں، اللہ اپنے مذاہب اور غضب سے بچائے، ہمیں چھوٹی مہرت میں کرتہ اسکوڑنے کو نہیں آئیں، تم مونہ سے نہیں آئیں، تم کہاں چیز کے کر نہیں آئیں، بہت کم زور دے کر آئیں۔

چند بھٹے پہلے "قومی آواز" میں لکھنا کا واقعہ چھپا تھا۔ آپؐ کے کسی قرسی کھڈ کا اور دوسرے شہروں کا تو بھی بتائی رہتا ہے، بیماری جیسا یہ تو منکوتو پوچھئے نہیں کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ میں تو اور ہم سب کو ہدایت دی، ان کے پیشرواؤں کو یہ پیچھا دے کہ مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے

دعا کے اور انتہائی جوش کے لئے جاں دینے کے بجائے اپنے فرقے کے افسوس و رنج میں اپنے فرقہ کو دولت کی پرستش (پوج) سے لگائیں، علماء یہاں بھی ایسے واقعات پیش آتے ہیں، جو چیزیں جن کا اس سے پہلے تصور بھی نہ تھا وہ پیش آ رہے ہیں۔ یہ سب پیسے کی بدولت و برائے سے نہ سے بڑھی ہوئی محبت کا نتیجہ ہے۔ حدیث شریف میں آیت "لَا تَحِبُّوا الدُّنْيَا" اس کا حطیہ" (ایمانی محبت پر گنہ گار محبت کی جزا) آپ کے ہاں اس میں نہ لگے ہو۔

۱۰۔ زمین گرامہ! یہاں کا تختہ یہاں کا تختہ اور یہاں کا تختہ خاص ہے۔ آپ تمام زمینوں پر
منہمکنی مقید ہے تو اپنے دل میں جائز ترین باتیں مقرر کیجیں کہ پوری آواز دیاں میں ادا ہو۔
یہیں انبیاء گرامہ علیہم السلام کے بعد کوئی ان کے راجہ کی نہیں ہوسکتی اور نہ وہ اپنے دوسری بات یہ
ہے کہ ان کی اقتدار کرنے کی کوشش کریں ساری چیزیں دل میں اعتقاد و عبادات میں داخل کر
معاشرہ میں رومی ملت و تعلقات میں زندگی بھی ایسے ہی سادہ و سادہ ہو جائے گی جس میں کا تخت
پہچائیں قرآن کریم و حدیث شریف اور ساری تعلیمات پر عمومی طریقہ پر عمل کریں۔ کسی سادہ
کے یہاں کبھی کوئی چیز تیار ہوتی تو سے قریب کے گھر میں بھیجا جاتا، مگر اپنے قریبی گھر میں
بھیجتا، آخر میں وہ تختہ اسی کے گھر میں آجاتا جہاں سے پلا تھا۔ اس سے بڑا نہ کیا کہ میدان
بشمک میں بالکل جاں بلب پڑے ہوئے ہیں۔ بھولی سینے مستکے ہوئے بھائی کے لئے پانی آتا
ہے کہ گھری کا زمانہ ہے اور سر ملک ہے۔ جس کی فضا میں حرم ان کی خدمت میں چال پیش کرے وہ
کہتے ہیں میں نے ابھی ایک آواز سنی ہے اپنے بھائی کی ان کو دو۔ ان کے پاس لے جایا جاتا ہے
وہ کہتے ہیں میں نے ابھی آواز سنی ہے اپنے پاس لے آئیے زخمی کی، ان کو دو، پھر ان کے پاس
آتا ہے وہ اشارہ کرتے۔ ہے تو بسبب ان کے پس آتا ہے تو وہ دروازہ پر چلے پھر وہیں بسب
دوسرے کے پاس آتا ہے تو وہ بھی اہم توڑ چلے ہوتے ہیں اور پانی کسی کے حلقہ میں نہیں آتا۔

یہ ساری چیزیں ہمارے لئے قابلِ تخلیہ ہیں۔ بلکہ واجبِ تقلید ہیں۔ کم سے کم زندگی نو سادہ بنائے۔ یہ شادی بیاہ کی دیکھیں جو ہم نے اپنے غیر مسلم بھروسوں سے ہندوستان میں آن کر سبھی ہیں وہ وہ پس کیجئے اور اسلامی معاشرت اختیار کیجئے۔ امراؤں سے بچئے، دعوہ و حام سے بچئے اور شان و شوکت اور تعریف سے کہ کیسے دعوہ سے شادی ہوئی ہے، کیسے دعوہ سے ولیعمر ہوا ہے، کیسا جینے والا ہے، ان سب چیزوں سے اس طرح بچئے۔ آپ نے قادیانیت ثابت کی ہے، چنانچہ

مذکورہ اجازت میں اور مذکورہ فی الواقعہ میں، ان کے نام کے بدلے میں، جو واقعہ ہو چکی، میں اور یہ
 طاقت سے، دوسری طاقت میں منتقل ہو چکی، میں ان کی اقتدار کی جس میں پابندی ہے کہ ان کے
 غرض کی خاطر اور عزت کی برتری اور عزت سے، میں ان کے لئے جو بعد ہونی کے بعد ان کے لئے
 باقی رہے ہیں، ان آپ کے ذمہ داری کے لئے، جو ان کے لئے اور آپ کے معلوم ہے کہ ان کے لئے
 میں ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے
 ہے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے
 منتقل کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے
 ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے، جو ان کے لئے اور ان کے لئے

نظائرِ سب سے زیادہ جو مشہور ہیں، تسخیرِ ہندوستانی اور اترکھنڈی فلسفے کے جوڑ کے تین مجید سے طراز کے کتاب و رسائل کے لئے اردو شاعری کے انبیاءِ ابرار علیہ السلام کے اچھوت کتاب ہیں۔ ان کی اصطفیٰ سبب سبلی ہیں، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت فی الحقیقت وہ ان کو اپنی نفس کا حصہ اور بچاؤ اور اس کے سپرد و پرفیضہ کردہ اور اس پر تعلیم دینے والی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا انجی آئینوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے سامنے قرآن کے سورہیں پڑھی گئی ہیں۔

تقاری تسلسلے کے لئے حضرت ابراہیم کی دعا:

حضرت امیرؑ: "اگر وہ جہاں تک قلعہ سے قریب ہوتے ہیں

واحملنا من الدين نك ومن ذريتنا امة مسلمة لك

[illegible]

اسلم کے کئی ہیں فرما رہا ہوں اس پر اس نے دینے والا اپنے عقیدات سے متبرک رہے جو ہے
 ۱۔ اپنے شاخوں سے اپنے مقام سے اپنے فوائد سے اور اللہ کو سب چھو کر اس کے لئے اپنے
 ۲۔ اللہ کی مرضی کو اپنی مرضی پر اور اللہ کی رضا کو اپنی خوشنودی پر اور اپنی عزت پر اور اپنی مذہب
 پر اور اپنی اہل سے سب پر ترجیح دینے والا اور حضرت زبیر علیہ السلام نے یہ ہیں دنیا و اجماع
 مسلمین لگا اے نہ لکھو اور میرے بیٹے اے اہل کو اپنے فرائض پر اور رکھو اور میں درپنا
 ۳۔ مسئلہ لکھ

جو میں تھیں بیان کر رہا تھا میں نے کہا کہ اگرچہ عیسائی اور مسلمان دونوں ہی تو وہ
چیز میں مبتلا تھے یہ پروا وہ لب اللہ تو رہا تھا لیکن یہ بات میں اس کی تائید کے احسان تک
اور اس کی تبلیغ میں غرق و دغرا رہا ہے۔ ”تم اے مسلمانوں! تم لوگو! تم لوگو! تم لوگو! تم لوگو! تم
مسلمہ لک“ اور ہماری آئندہ نسل کو بھی اپنا غلام بنو اور اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور
”امہ مسلمہ لک“ ایک نسل، ایک قوم جو تیری تابع اور تیری فرمان بردار ہو اور جو تیری
فرمان بردار بنے اس لئے ہم نے پھر کسی کی فرمان برداری کی ہے اور نہ ہے۔

ایمانی تسلسل کی خاطر یعقوب کی قبر:

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ، تفصیل سے یہ ہم پر آج مجید احمد سے ملے ہیں۔ بہت سے بھائی عربی بھی سمجھتے ہیں، عالم بھی ہیں، میں بھی انہی کئی کئی کے جو وہاں رہے، سمجھتے جو بڑے کثرت سے پڑھی جانے والے روزمرہ پرچہ بھی پڑھنے والے، یہ موقع ملے گا، مسامحہ معلوم ہو کہ یہ تو ہمیں معلوم ہے ہم پر پڑھتے ہی رہتے ہیں، یہ کثرت سے مطالعہ کیا اور کمال اللہ تعالیٰ نے جان کیا ہے جو واقعہ سنایا ہے انہوں نے اپنے انہوں سے کیا... یہ پچھلے دور انہوں نے کیا جواب دیا؟ ان کو نہ ملے، یہ صاحبزادے سے بھی ملے، ان کو تو قسمت سے ملے، ان کے محروم مرنے پر ملا، مگر ہم انہوں نے یہ نور الایمان کو کواثر لیا، ان کے حوریت پر پیش آئی اور تعجب علیہ السلام محفوظ رہے تھا اور اس سے کیا ثابت ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کثرت سے کیا ثابت کرنے کا قابل ہو، تحقیق وہ کثرت کے قابل ہے، انہوں نے یہ کثرت سے کیا ثابت کیا اور انہیں ان حاصل کرنے کے قابل ہے؟

الفقره ثانیہ

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم اه كنهه شبلاء اه حضر يعقوب

الدكتور أحمد قال لنبه مائة مليون من عهدي

کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب کا آخری وقت آیا، آئے کے قریب تھا تو انہوں نے اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں (وہابیہ میں سب آتے ہیں) اپنے خاندان کے پیچھے لے فرمایا اور غی غل کے سب لوگوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ "معاذ اللہ من بعدی" پھر میرا عزیز اور پرامن راہ ہمارا کہ میرے بعد تم سب کی عبادت کرو گے، اب آپ خیال کیجئے کہ

[illegible]

آپ کو یہ پوچھنا ضرورت نہ ہو۔ خوش آملی حال میں دو چیزیں ہیں ایک 'مفتی' است و
 دوسری 'تاریخ'۔ دونوں نامی چیز سے بہت ملتی جلتی ہیں اس لئے ان کی پیداوار کوئی بے اثر
 اس لئے اندیشہ نہیں تھا۔ لیکن یہ اندیشہ بے بنیاد ہے۔ یہ بات ہے محبت کی انکی کاروائیوں کا
 دواؤں کا دواؤں کے حال میں نہیں آئے وہی نے دیکھ لیا۔ میں نے وہ دواؤں کا کوئی
 نسخہ نہیں دیکھا۔ اب تو کسی روپے میں بیکل جائے گا کہ جس نے کچھ دواؤں کو دیا، وہی تو انیس
 دے گا۔ میں نہیں آئیں گی دواؤں کی قدر دانت ہے دواؤں کی وہ تاثیر ہے کہ میں نے
 غم کی جائے۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کو دواؤں سے کسی غم کو ہوتی ہے بہت سے دواؤں کو
 تو انیس نے تعاقبات کی غم کو ہوتی ہے کہ انھوں نے مانگا۔ میں نے۔

ایک باپ کو تو بتانا غرضی وقت میں نبیوں نے اپنے لڑکوں کو پایا اور کہا ایسا غرضی لڑکا اس وقت تو زایا یا نبیوں نے جہاں مری انہوں کو بھی آتا دیا اور اس کے بعد کئی غرضیوں کو بھی نہیں ہوا ان کے مجموعہ پایا اور کہا ان وقت تو زایا کو کہا بیٹو اگر تم قتل کر رہو گے، تمہارے ساتھ زکوٰۃ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تمہارا کوئی ہاں یکا نہیں کر سکتا، ایسا ہی اگر زمینوں پر کوئی کتاب، وادارہ ہو سکتی ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا، جس کس چیز کی کس کس زمین نے کس کس زمانہ میں کس کس وقت میں غرضی ہے اور وہ اس کے لئے کیا کیا انتظام کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب جب پوچھا بھی مشکوک ہوتا ہے اس وقت بھی کوئی نہ کوئی دہریت

لئے دارالافتہ اور انجیم کا بھی الگ ہے۔ وہاں لے مسلمانوں اور تہذیبی کے لئے، تہذیبی ہیں، حالانکہ کہ ہے، دینی نہ ہو تو کہوں کہ وہ کہہ سکتے تھے کہ کیا جان دارا جان، تانا جانا، اس کے پوچھنے کی یہ ضرورت فشر آئی؟ آپ بہار سے میں ہم سے ناگہ ہیں، وہ رہے رہے ہیں، شک و شبہ ہے، ہم نے یہاں دیکھ لیا، ہے اس کے لئے اور آپ نے اس سبھی اور پڑھایا کہ ہے، لیکن انہوں نے اس میں کوئی بحث نہیں کی، انہوں نے کہا کہ جس کی عبادت کر رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، آپ کے والد آپ کے بچا، آپ کے دادا، حضرت براہِ علیہ السلام کے معبود کی عبادت کریں گے، اور ہم پورے فرمانبردار ہیں گئے، وہ اپنی تمام خواہشات سے، اپنے تمام افسوس سے، اور تمام درویشی سے، اور فساد سے، مذاہات سے اور ہر قسم کے خوف و اندیش سے ہمیں بھل کر خلی اللہ عنہ ہوں گے، مگر کسی چیز کی فکر نہیں کریں گے، جس کو انگریز کی میں Surrender کرنا کہتے ہیں، اپنے نواسہ کرنا اور اپنے کو بے فکر کرنا۔

تو یہ سب میں اس لئے سن رہا ہوں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے نبی، نبی نہ رہے، نبی کے پوتے نبی کے بھتیجے، وہ اپنے بیٹوں سے، پوتوں سے، نواسوں سے، اس کے پوچھنے کی ضرورت سمجھتے ہیں، یہ کیا ہے جو میں نے کہا، عشق است ہزار بدگمانی، جب عشق ہوتا ہے تو ہزار طرح کی بدگمانیاں ہوتی ہیں، جب کوئی چیز حجاز ہوتی ہے تو فکر ہوتی ہے کہ یہ قائم رہے یا نہیں، کوئی آج نہ آئے اس پر کوئی آج نہ آئے، اس پر کوئی عبادت نہ پہنچے، اس کو کوئی نظر نہ پیش آئے، یہ تو سب محبت کی بات ہے، وراثت سمجھنے کی بات ہے۔

نبی سلسلے کے ایمان و عقیدے کی فکر کیجئے۔

آج ہم مسلمانوں کو سب سے زیادہ اپنی کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسل کے متعلق یہ اطمینان کریں کہ یہ صراطِ مستقیم پر رہے گی، اور ہمیں ایمان کا نام اسلام ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام، اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے، اس کے متعلق آپ اطمینان کر لیں اور پھر اس کے ذرائع بھی سوچیں، اور ان شخصیات کو بھی یاد کریں، اور یہ پندرہ ہزارہ میں تقریب ہو رہی ہے اس سے خاص طور پر اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس کا کتاب کا قیام و حقیقت اس دینی، ایمانی، اقتصادی، اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی تسلسل کے قائم رکھنے

کے لئے ہے اگر ہمارے اس کے سامنے یہ مقصد نہیں ہے تو انہوں نے اپنی وفاداریت و اہمیت سمجھی ہی نہیں، اپنا کام ہی نہیں سمجھا۔ یہ ہمارے اس لئے ہیں کہ جو وہاں میں پرہیز وہ اعتقادی طور پر توحید خالص پر ہوں، کسی کے سامنے سر جھکانا نہیں، میں بالکل صاف کہتا ہوں کہ نہ کسی مزار کے سامنے سر جھکانا اور نہ چار چڑھانا، نہ کسی کو عام الغیب سمجھنا نہ کسی کو متصرف فی کائنات سمجھنا، فلاں، چنے دیتے ہیں، اگر بیٹے کی ضرورت ہے تو فلاں سے مانگئے، روزنی فلاں سے لگئے، اگر بیمار کو شفاء چاہتے ہیں تو فلاں مزار اور فلاں بڑاٹھ سے مانگئے۔ قطعاً نہیں ان الدین عند اللہ الاسلام، لا الہ الا اللہ والہو، یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے حکم چلانے، وہ پیدا کر کے ذرا غنیمت ہو جاتا، شاو جہاں تہن مجلس بنا کر چلے گئے، اب تہن مجلس ہمارے آپ کے ہم و کرم پر ہے، ہندوستان کے باشندوں پر کوئی نواز نہیں، کوئی سیاسی نہیں لگائے، دنیا تاج کل نہیں ہے الا لہ العلیق والا مویا، یاد رکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے حکم چلانے اور حکمرانہ مایہ منشریشن ذہانت اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تو حید کا عقیدہ ہو، پھر قرآن کی پابندی ہو، شریعت کا احترام ہی نہیں شریعت کا علم ہو، اور شریعت کو دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ ہو، اور شریعت پر چلانے کا جوش ہو اور ولوں ہو اور جس کے مسائل ہیں اس سے واقف ہوں، اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مسئلہ بتائیں اور خود بھی عمل کر سکیں، اس کے لئے ہمارے قائم کئے جاتے ہیں۔

یہ وہ بات ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کہ بالکل سامنے کوئی چیز ہو جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور من رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دولت خانہ ہے اور ان کے بیٹے اور بچے تھے اور نواسے سب موجود ہیں، مجلس ہے اور بادشاہ و وزیر الاولاد تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت امیرانیم کی قسمل میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی، مضمون نہیں کتنی تعداد میں ہوں سب مل کر، اور آپ ان کا امتحان لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں ان سے کہ بتاؤ مجھے اس کا اہمیتان دلاؤ اور یہ کہا جاسکتا ہے یہاں کے مملوہ سے میں کہ جہادی پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، زمین سے نہیں لگے گی جب تک میں یہ اہمیتان کرلوں کہ میرے بعد میرے بیٹے، میرے پوتے، میرے نواسے کسی کی عبادت کر رہے ہیں اور کسی کی عبادت کرنے کا فیصلہ ہے ان کا، اور عزیمت ہے اور استقلال و استحکام ہے اور بات ساری بہت کی ہے اور اہمیت سمجھنے کی

ہے آپ اپنی ولادت کے بارے میں (اللہ تعالیٰ ان کو زندگی عطا فرمائے) عمر میں برکت عطا فرمائے (اپنے بیٹوں کے بارے میں یہاں تک کہ بیٹوں کے بارے میں بلا کیوں کے بارے میں بھی بچہ بیٹوں کے بارے میں اور وہ اسبوں کے بارے میں بھی یہاں تک کہ جہاں آدمی کی بات احترام سے سنی جاتی ہے اور مائی جاتی ہے۔ پورا خاندان مسکاتی ہے۔ اندہ نسل کے بارے میں آپ کو فکر مند ہونا چاہیے اور آپ کو اطمینان نہ لینا چاہیے اور اس کے جو اسباب و ذرائع ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیے۔ اگر مکتاپ کو خاک کرنے کی ضرورت ہے تو چاہنا چاہئے کہ اس کے بعد اپنے لڑکوں کے بارے میں آپ بڑی بڑی دینی مہفقت کو اور شہداء مستقبل کو اور بڑی بڑی ملازمتوں کو اور ترقیوں کو اور بڑی شہرت و تعریف، سب کو نظر انداز کر کے، جس پشت و ان کر پہلے ان کے ایمان کی تفرس کریں کہ اول تو ایمان ان کے دل میں پیدا نہ ہو پھر ایمان کے جو نفاض ہیں اور ایمان کے بولواؤں سے جس پر مدھابا ہے جس وہ بھی چاہے کریں یہ نہ تارتے پانچ دیوں، یہ عمرات سے دور دیوں، انہوں کی مخالفت کرنے والے ہوں، اعدائے مخالفت کرنے والے دیں، مجموعہ نہ جلیں، بعد مہمنی نہ کریں اور شہادت نہ دیں اور بدعنوانی نہ کریں، اظہار نہ کریں و نفس چستی نہ کریں۔

اس فکر کو عام کیجئے:

ان ساری چیزوں میں جو رافریضہ ہے کہ اپنی آئندہ نسل کے بارے میں پورا اطمینان حاصل نہ کریں اور جب تک یہ بات۔ من مسلمانوں میں نہیں پیدا ہوگی، جنس دشمنی مرکز و شخص کتب نے اور نفل دار و التخصیف اور شخص بڑے بڑے عادات اور دار اعلیٰ و مکتفی نہیں، یہ محمد مخالف نہیں مگر بھر یہ بات ہونی چاہئے کہ آپ کو فکر ہو کہ وہی اللہ اور ہمارے بیٹے پوجتے ہو اسے کس دین پر ہیں گئے اور ان میں صحیح عقیدہ قائم رہے یا نہیں اور پھر انہوں کی پابندی ہوئی کہ نہیں؟ خدا کا خوف ہوگا کہ نہیں اور مرنے کے بعد زندگی یا یقین ہوگا کہ نہیں؟ اور اس نے لئے بیماری ہوئی کہ نہیں؟ اور بڑی سے بڑی دولت اور عزت کو قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

میں آپ سب اس کو اپنے دل میں سمجھا لیجئے، آپ کو ان کی کھانے پینے سے زیادہ، ان کی سلامت سے زیادہ، ان کی دنیاوی حیثیت سے زیادہ، ان کی عزت سے زیادہ اور ان کے بعد سے سب سے زیادہ۔ ان کے ایمان کی فکر ہوگی، ان سے فرائض نہ پابندی نہ ہوگی اور اپنی ذات سے

میں اس کے وجود میں آئے۔ لے کر دینی رسل بھی آئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
 وہ قوم بنی قائم نے اور قاق ہے جہاں میں
 ہم قوم نے اتفاق کی پختی ہے توار
 اس قوم کو دنیا میں نہیں رہا بھی تحقیقات
 ہم قوم کے برابر کو گنت چاہا ہے مہیار

(ماری بن مقب)

دین و ایمان کو بچانے کے لئے جان تک قربان کر دی جائے

یہ تقریر مظلوم اسلام سوسائٹی کے ایمان سید ابراہیم علی نقی ندوی، احمد نذیر، منظر شہزاد نے مصداقہ تہ
(۱۰ دسمبر ۱۹۸۳ء) جمعہ کو اہل حدیث کے اجتماع میں مسجد کے نعتیہ نصاب پر تلاوت فرمایا اور قریب
۱۰۰ افراد نے مصداقہ غرضیہ کے ایک بڑے مجمع کے سامنے سنائی

موانع رحمۃ اللہ نے اپنی مختصر جامع اور سوزناک تقریر کے سنے حدیث نبویؐ تم میں سے ہر
مخلص فرد دار ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنے حقوق کے متعلق جہاد ہے "کو عنوان بناتے
ہوئے فرمایا، آپ نے فرمایا یہ مختصر حدیث، انفرادی زندگی، گھریلو زندگی اور اجتماعی زندگی کی
اصلاح کیلئے کافی ہے، بلکہ عیسائی اصلاح کیلئے بھی یہ حدیث کافی ہے کہ ہر شخص کے ماتحت چھ
لوگ ہوتے ہیں، وہاں بچے کا سر کرنے والے، ہر شخص اپنے ان مآخروں کو پورا خیال رکھنا کرے،
لوگ سردی سردیوں کا تو خیال رکھتے ہیں لیکن رو حالی اور دنیاوی ضرورتوں کا تو خیال نہ رکھتے ہیں
طور پر خیال نہ رکھا جاتا ہے، اس کی تو ہمیں فہم دہشتی ہے، ہول دہشتی ایسی تعلیم ہو جو اسے اچھی
ماہر مت دلو اور اس کے لئے دہشت سے بھی زیادہ ترغیب کرتے ہیں اس میں اگر بچوں سے
کوئی بات ہوتی ہے تو وہ بچہ لڑکھارے سے سمجھتا بھی ہے اور حق سے بھی کام لیتا ہے، باپ کی یہ
آواز ہوتی ہے کہ لاوارث مجھے ہے اچھے مہدوں پر فائز ہو، معاشرہ میں ایک مقام ہو، لوگ جب
سنیں کہ بڑا لڑکا امریکا میں ہے، دوسرا کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہے، تو مبارکباد دیں، کہ ماشاء
اللہ آپ کے صاحبزادگان بڑے بڑے مہدوں پر ہیں لیکن ہم اپنے مآخروں کی ان ضرورتوں کی
طرف توجہ نہ کرتے ہیں، جو دنیاوی ضرورتوں سے زیادہ اہم ہیں، نام اس کی گھر نہیں
کرتے کہ میرے بچوں کے عقائد درست ہیں یا نہیں، دین پر چلتے ہیں یا نہیں، دین کا احترام
کرتے ہیں یا نہیں، ان کے اندرونی یا شہنائیوں کی بے وقعتی تو بیدار نہیں ہوتی ہے، اس کی

طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام کی نصر اصلاً آخرت پر ہوتی ہے، ان کی بعثت آخرت کی بنیاد کے لیے ہوتی ہے، دنیا کی خوشی و مسرت اور یہاں کی پریشانی و تکالیف کو وہ کامیابی اور ناکافی کا معیار نہیں سمجھتے ان کے نزدیک کامیاب وہ ہے جو آخرت میں کامیاب ہو اور ناکام وہ ہے جو آخرت میں ناکام ہو۔

شریعت فرقہ پرست تنظیمیں اور پارٹیاں کوشاں ہیں کہ ملک میں ایک ہی طرح کا دھرم، ایک ہی طرح کا دل، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی کلچر ہے، تعلیم و تبلیغ سے یہ ماحول بنانے کے نئی نئی دین پر نظریے کے ساتھ قائم رہے، کفر و شرک سے اس کے اندر نفرت پیدا کرو دیجئے، اہل حق کی حفاظت کے لئے دوائی جان تک کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہے، گھر کے، محل و دینی اور پاکیزہ ماحول بنائے تاکہ باہر کی مسوسہ ہوا سے بچوں کی حفاظت ہو سکے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ یہاں دو بگڑاؤں میں بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے ادارہ قائم کیا گیا ہے، بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت سے ماحول کو سہارا، آسان ہو جائے گا۔

نماز جمع سے پہلے بانی جامعہ جناب مولانا محمد رضوان صاحب ندوی نے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی اور دوسری حاضرین کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کی ہماری کوششیں اس لئے بار آور نہیں ہو رہی ہیں کہ گھر کا ماحول فاسد ہو گیا ہے، ہمارے اس مدرسہ کا نظام تعلیم و تربیت بگڑ گیا ہے، جہاں بچے آنکھ کھولتے ہیں اور وہ درس ہے، ان کی گود اور گھر کا ماحول، ہم پر پہلی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کے ذریعے اس صورتحال کو بدلیں اور بچیوں کی صحیح دینی تعلیم و تربیت کے ذریعے گھر کے ماحول کو ایسا بنانے کی فکر کریں جس میں بچے بڑھنے والا ہمارا ہر بچہ اور بچی دینی سانچہ میں اس طرح دھل جائے۔

معاشرہ کی تعمیر کے عناصر

الحمد لله وكفى وسلامه على عباده الذين اصطفى
محمد بن عبد الله صلى الله عليه وسلم في دعوت وتعليم كثر من بعد وفاته في جبال قرآن مجيد من بيان
كسے گئے ہیں وہاں سے لائے ان پر چڑھاؤں کا نام لکھا ہے۔ ۱۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔

هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم
ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے ہر قوم میں ایک رسول ان میں سے بھروسہ فرمایا جو ان پر
اس کی آیتیں پڑھاتا ہے اور ان میں پاک کرتا ہے اور ان میں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور چمکتا ہے
اس سے پہلے عرب تکمراہی میں تھے۔

كما أرسلنا فيكم رسولا منكم ينزل إليهم آياته ليتبين لهم آياتهم ويعلمهم الكتاب والحكمة ويعلمهم ما لم تكن تعلمون (١٨٤)

ترجمہ جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔ اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمانی سکھاتا ہے اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

در حقیقت بهشت محمدیؐ ان چاروں شعبوں پر مشتمل تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صرح دنیا کو نیا آسمانی صحیفہ عطا کیا۔ نیا علم و حکمت عطا کیا۔ اسی طرح نئے اخلاق نئے جذبات و کیفیات نیا یقین و ایمان نیا فؤاد و شوق نئی بلند فکری انیا جذبہ یا اثر نیا شوق آخرت یا جذبہ بد و قراعت دنیا کی سراسر حقیر اور دولت خانی کی تعمیر نئی ہے۔ اخلاقی مسن سلوک و بہرہ روی برصوامات (نیکی و بہرہ روی) مکارم اخلاق اسی طرح سے نیا ذوق مہارت خوف و خشیت توبہ و انابت دعا و تضرع کی درات عطا فرمائی اور انہیں خصوصیتوں کی بنیاد پر نیا اسلای معاشرہ اور دنیا حاصل قائم ہوا۔ جس کو عہد رس است اور عہد صحابہ کے الفاظ سے عام طور پر تعبیر کیا جا رہا ہے۔

صحابہ کرام ابن مقاصد و نتائجِ سعادت کے پانچ ترین عناصر و عوامل بنائے گئے۔ ان کے بارے میں علامہ کی موت کوئی مہرِ نعلین نہیں ہو سکتا۔ علامہ صاحب کرام ابن مقاصد و نتائجِ سعادت کے پانچ ترین عناصر و عوامل بنائے گئے۔ ان کے بارے میں علامہ کی موت کوئی مہرِ نعلین نہیں ہو سکتا۔

یہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار اور عظیم تر تمام باتوں کا سرچشمہ تھی اور ان سے یہ چوری زندگی و قربت الہی کا ملائی جاتا وہ جو دین آج کے انسان کے سر پر کی گئی ہے اور یہاں کے ذرائع و وسائل کی تعلیم کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان میں اعتقاد و تقویٰ کا ذریعہ اور اس کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی کئی تھیں اور ان میں یہ تھیں جنہیں یہاں

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آپ کی زندگی بہتر بنائے۔

۲۔ قرآن مجید

۳۔ آپ نے ارشادات اہل بیت (ع) اور انصاف اور تقویٰ کی۔

[illegible]

اس کے مجموعہ سے اسلام کا وضع خارج نہ ہو۔ جو میں آج اس میں صرف قواعد و ضوابط اور احکام کی قانونی پابندی نہ تھی بلکہ ان پر عمل کرنے کے حکمت و توحیدیات و عقل کی کیفیت اور ان کی بھی تھی حدود کی پابندی اور حقوق کی ارا تھی کے ساتھ خلیفہ احسانات اور مجاہد اخلاق کے

بقائے بھی تھے۔

انہوں نے قرآن مجید سے "واقعت ملبوہ" کا حکم پایا تھا۔ اور اندین ہم فی صلواتہم
حاشعون کی تعریف بھی سنی تھی انہوں نے اس کی صحیح کیفیت معلوم کی جب آپ کے ساتھ
نمازیں پڑھیں اور آپ کے شروع و ختم کی کیفیت دیکھی جس کو انہوں نے نسمع لا نریزا
کا زیور المعرج (نیمہ آپ کے سینہ کی آواز اس طرح جیسے تھے جیسے بانگ کی سن رہا ہوتا ہے) کے
لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ نبیوں نے قرآن مجید سے سمجھا تھا کہ نماز سنان کا ایک محبوب فعل
ہے لیکن جب تک انہوں نے ربات نبوی سے قرآن مجیدی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی خدمت
نماز میں ہے) اور نبی قراری اور نبی شوق و اضطراب کے ساتھ ارجی و بال (بال اذان
رے سر مجھے آرام پہنچاؤ) نہیں ان کو غور کے ساتھ اس خشق و شوق کا اندازہ نہیں ہوا۔ اسی
طرح جب حکامیوں نے خاصان امت کے سلسلہ میں وفلہ معلق فی المسجد حتی
بعود الیہ (ان کا دل مسجد میں انکار کرتا ہے) مسجد سے نکل کر جب تک دوبارہ مسجد نہیں آتے ان
کو یسین نہیں آتا) کے الفاظ نہیں سنے ان کو مسجد اور قصبہ و من کا ہر کسی تعلق معلوم نہیں ہو سکا۔
انہوں نے قرآن مجید میں بار بار دعا کی تعریف دیکھی تھی۔ دعا کرنے والوں پر عقاب بھی نہ
تھا اور تضرع و جہال (سریہ زاری اور ان کے اصرار) کے الفاظ و مشہد سے بھی وہ آشنا تھے لیکن
اس کی حقیقت انہوں نے اس وقت جانی جب انہوں نے سیدان ہجر میں آپ کو خاک سر پہ
رکھے۔ الفاظ کہتے سنا کہ۔

اللہم اشدک و وعدک الیہ ان شئت لم تعد

(اے اللہ میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ بنا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے (اس شخص
بہر جماعت کو ہلاک کرے) تو تیری عہدات نہ ہوں) اور بے قراری کی وہ کیفیت دیکھی جو ابو بکر سے
نہ دیکھی جاسکتی یہاں تک کہ انہوں نے عرض کیا۔ دیکھ (یا رسول اللہ کافی ہے) ان کو معلوم تھا
کہ دعا کی روح بندگی اور اپنی تجرود و ماندگی کا اظہار ہے اور جس دعا میں یہ جوہر جس قدر زیادہ
ہو اسی قدر وہ قیمتی ہے لیکن بندگی اور تجرود و ماندگی کی حقیقت ان کو جب معلوم ہوئی جب
انہوں نے عرفات میں آپ کو پہنچے سنا:

اللہم انک تسمع کلامی و تری مکانی و تعلم سری و علانی

لا یحییٰ علیک شی من امری وانا المائس الفقیر المستعین
 المستعیر الرجل المذنب المذنب المذنب بدنی اساتک مسألة
 المسکین وانتہی الیک انتہال المذنب الذلیل وادعوک دعا
 المحائف الضریر و دعاء من خطعت لک دلیقا و فاضت لک عرہ
 و ذلیک لک جسمہ و رغمہ لک انفسہ اللہم لاتجعلنی مدعانک
 شفا و کن لی زلفا و حیما یا خیر المسئولین و یا خیر المعطین

ترجمہ: اے خدا میری بات کو مستجاب فرما میری جگہ کو خیر سے دیر سے پوشیدہ رہ رہا ہوں
 کو مہانتا ہے۔ تجھ سے میری وہ بات نہیں کہیں، وہ کہنی میں مسکرت نمودار ہوئی ہوں
 فریادی ہوں اپنے وہ ہوں پریشان ہوں ہر اس میں اپنے ہندوں کا اثر کرنے والا ہوں
 عمر فانی کرنے والا ہوں۔ تیرے آنے والی آج ہیں۔ جیسے کس سوال کرتے ہیں۔ تیرے
 آگے گڑبڑا ہوں جیسے کبھی وہ لعل و خوار گڑبڑا ہوں اور تجھ سے طلب کرتے ہیں جیسے وہ شخص
 غلب کرتا ہے جس کی مراد تیرے سامنے چمکی ہو۔ اور ان کے آسویہ رہے ہوں اور ان میں
 سے وہ تیرے آگے فروتنی کرنے والے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے گڑبڑا ہوں۔ اے اللہ تجھے
 اپنے سے دعا مانگنے سے بچانے اور میرے حق میں بڑا مہربان نہایت رحم والا ہو جاے
 سب مانگے ہائے الاول سے بہتر ان سب دینے والوں سے اچھے۔

نبیوں نے قرآن مجید میں دین کی بے شک نزول آخرت کی پابندی کا ذکر پرہیز کیا اور
 منجوبۃ الدنیا والا لہو ولعب وان الدار الاخریٰ لہی الحیوان (دنیا کی زندگی محض
 فیض کی مانند ہے اور آخرت کا گھر ہی اس زندگی ہے اس کے الفاظ ان کو یاد دہانی کی حقیقت
 اور حلی غیب ان کو آپ کی زندگی ان سے معلوم ہوئی اور آپ نے طرز زندگی اور کھانے پینے کی
 ہی وہ سمجھے کہ آخرت کو اصل زندگی سمجھنے کا کیا مطلب ہوتا ہے اور آخرت کو اصل زندگی سمجھنے
 والوں اور اللہ لا عیش الا عیش الا عوفہ پر ایمان رکھنے والوں کی حقیقی زندگی اور معیشت
 یہ ہوتی ہے۔ اس حقیقت اور اجمالی ترغیب کے ساتھ جب ان کے سامنے ارشادات نبوی
 میں منہم کے شہادۂ مصائب اور جنت کے احادیث و الذائقہ کی تفصیل اور تصویر آتی تو ان کے
 اندر خوف اور شوق کی ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے
 سامنے ہر وقت کھنچا رہتا۔ اسی صرح و درجہ کو اس نے طبع و فطرت سے مقصود

سے آشنا تھے صاحب زبان بھی تھے اور قرآن مجید میں صاحب نظر بھی تھے لیکن ان الفاظ کی
 وسعت عملی زندگی میں ان کی تطبیق اپنے صحیح عمل بن کر صرف اس وقت معصوم ہو جب انہوں نے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمر ورسا جو برس بچوں قحموں غریبوں کی زرخوں اور اپنے قریب
 رات کو دو صبح بے نسل خواتین اور خدام کے ساتھ ہوتا دیکھا اور آپ کی اس بارگاہ میں جو بیت
 و جنتیں اور ارشادات سے ان کو علامۃ المسلمین کے حقوق کے ادا کرنے کی اہمال بہت قرآن
 سے مل چکی تھی ان کی بہت سی صورتیں (مثلاً عیادت مرثیہ خانہ جنازہ شیعہ عرس
 وغیرہ وغیرہ) کا یہی تھیں جو شریعت انہوں کو انسانی کے ذہن میں خود ساختہ اور آرائش تو ان کی
 اہمیت و مصلوحتی کی صورت و نہ بنی ان حقوق کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم قرآن مجید میں
 پورے شد و نہ کے ساتھ ہے مگر کتنے علمین اہل حق ہیں جن کا ذہن والدین کے ساتھ کسی
 سلوک و ادائے حقوق کے اس رفیع بہت و تناسل پر پہنچا جس کا ظہر حدیث نبویؐ ان میں اور
 البر مو الرحل اهل و د بہ بعد ان یولی (نڑ کے کا باپ کے ساتھ حسن سلوک و وفاداری کا
 بچہ بن دہ یہ ہے کہ اپنے والد کے اقبال کے بعد ان کے رشتوں اور اہل محبت کے ساتھ
 سلوک کرے اور کتنے ذہن ہیں جو وفاداری اور شرافت کے اس مقام پر نہ پہنچ سکتے جس کا
 اعلیٰ اس راہیت سے ہوتا ہے۔

وَرَبَّاعِ الشَّامَةِ يَفْقَهُهَا اَعْصَاءُ تَمَّهَ يَعْنِي هِيَ صِدْقُ حَبِيبَةٍ
 (اور بشرات ایسا کہ ہے کہ آپ کے یہاں کبھی ان کی بولی تو آپ اس لئے کہ آپ اللہ
 اللہ کے ساتھ پھر و بکر کے اپنی مرحومہ بیوی خدیجہ سے مکمل محبت، لفظ الیوں کے یہاں بھیجئے)
 حدیث کے شہرہ و شہرت و اتفاق کی یہ دو تین مثالیں ہیں جن سے اندازہ چلتا ہے کہ
 حدیث زندگی کے مختلف شعبوں میں ملتی، ہدایتی کرتی ہے اور گمراہی سے ہمراہ
 ان نیت کے لئے کہ یہاں جیسے ہے۔

دوسری طرف مذہب و ایمان کی تاریخ کا یہ طویل و مسلسل تجربہ ہے کہ کھنڈ ایسا اجمالی اور
 قانونی حکم اور مذاہب کی جس کو اپنی حق و کونیاں کے ساتھ و دہر میں لانے کے لئے کافی
 نہیں ہوتا اور وہ قطعاً پیدا نہیں کرے جو اس میں کوفاثر و رقیق بنانے کے لئے ہوتا ہے۔ مثال
 کے طور پر اقامت صلوٰۃ کا اجمالی تصور و ذہنیت، حول اور قطع نہیں یہ اگر کھنڈ جو فرائض و

لئے مہیا کرتی ہے اور جو اب حدیث کی بناء پر ان کے ساتھ لازم ہو گیا ہے تو ان کی تاثیر کہاں تک جاتی رہتی ہے اور ان میں جذبات کو ابھارنے ذوق و شوق کو پیدا کرنے استقامت عطا کرنے اور قلب و دماغ کو نفاذ اور جلا عطا کرنے اور ایک ایسے نئے معاشرہ کی تعمیر کے (جس کے اندر عبادت و تقویٰ و انابت کی روح سرایت کئے ہوئے ہو) کہاں تک صلاحیت باقی رہ جاتی ہے۔

در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور ارشادات و ہدایات (جن کے مجموعہ کا معروف نام حدیث و سنت ہے) دین کے لئے وہ نطفہ اور ماحول مہیا کرتے ہیں جس میں دین کا چودہ سرسبز و بار آور ہوتا ہے دین کسی خشک اخلاقی ضابطہ یا قانونی مجموعہ کا نام نہیں وہ جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان جذبات و واقعات اور عملی مثالوں کا سب سے بہتر اور مستند مجموعہ وہ ہے جو خود پیغمبر کی وفات کے متعلق اور اس کے حالات زندگی سے ماخوذ ہو۔ یہودی اور عیسائی انجیل ایسیا کے دوسرے مذاہب اس لئے بہت جلد مفلوج ہو کر رہ گئے کہ ان کے پاس اپنے پیغمبروں کی زندگی کے مستند واقعات اور ایمان آفریں کلام کا مجموعہ محفوظ نہیں تھا۔ اور ان مذاہب کو وہ دینی ماحول اور فضا میسر نہیں تھی جس میں پیروان مذاہب برہمنی نشو و نما و ترقی حاصل کرتے اور مادیت و الحاد کے مفلوں سے محفوظ رہتے۔ انہوں نے پانچ سو سال کی ضرورت تسلیم کر کے اس خلا کو پیر و ان مذاہب پیروان طریقہ کے واقعات و ملفوظات سے پر کیا مگر اس خانہ پری نے رفتہ رفتہ مذاہب کو بدعات و رسوم اور دینی تفسیروں کا ایسا مجموعہ سا دیا جس میں اصل مذاہب کی تعلیم گم ہو کر رہ گئی ان مذاہب و اقوام کے اپنے پیغمبروں کی سیرت اور مستند واقعات زندگی کے بارے میں بے بضاعتی و تہی دہی اب ایک مسلمہ حقیقت بن گئی ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اسلام کے آخری اور دینی مذاہب ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ حادثہ اس کو پیش نہیں آیا جس دینی و روحانی ماحول میں اور جن دینی کیفیات کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے زندگی گزاری۔ حدیث کے ذریعہ اس پورے ماحول کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔ بعد کی نسلوں اور صدیوں کے ایک آدمی کے لئے بالکل ممکن ہے کہ حدیث کے ذریعہ وہ اپنے ماحول سے اپنا رشتہ منقطع کر کے دفعۃً اس ماحول میں پہنچ جاتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف تکلم اور صحابہ

کرامتوں پر آواز ہیں جہاں اس کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایمان کس طرح اعمال و اخلاق اور
 یقین و آخرت کس طرح کی زندگی پیدا کرتا ہے۔ یہ ایک درجہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی فانی زندگی آپ کے گھر کا نقشہ آپ کے رات کے معمولات آپ کے گھر والوں
 کی معاشرت اپنی آنکھوں سے اور آپ کی دعا و مناجات کا ذکر سے انہوں سے سنا جاسکتا ہے پھر
 جو کہیں آپ کی آنکھوں کو اٹھایا اور قدم مبارک کو خورم دیکھیں اور جو خانہ چھوئے اور سانس
 کرنے پر یہ آوازیں کہ افلا اکتوی عیناً شکوراً (کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ ہوں؟)
 و عظمت کا کس طرح شمار ہو سکتے ہیں جن کی آنکھوں نے کاشانہ نبوت میں ۱۱ دو مہینے چلایا
 ترم ہوئے نہیں دیکھا۔ جنہوں نے بیت پر چڑھ کر بلدھا ہو اور پشت مبارک پر چڑھ کر
 نشانات پڑے ہوئے دیکھے جس نے سونے سے بے زاری کے ساتھ صدقہ کا بچا ہوا سونا روکنا
 میں خرقہ ہونے دیکھا۔ جس نے مرض و فتنہ میں چراغ کائیں پڑھ کر حضرت قریش آتے
 دیکھا۔ جس پر دنیا کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے اور زہد کا جذبہ اس کے اندر کیسے ابھر
 نہیں سکتا؟ جس نے آپ کو اپنے گھر والوں کی خدمت اپنے بچوں کے ساتھ محبت اپنے
 خادموں کے ساتھ رعایت اور اپنے رفقاء کے ساتھ عنایت اور اپنے دشمنوں کے ساتھ قتل
 فرمانے ہوئے دیکھا و مکارم خلق اور انہریت کا مد کاویں اس در کچھ ذکر اور کہیں سے لینے
 جائے گا۔

پھر ان ماحول میں صرف کاشانہ نبوت ہی کا دروازہ نہیں کھلا ہوا ہے جس سے دیکھنے والوں
 کو یہ سب نظر آتا ہے بلکہ کتاب کرامت کے گھروں کے دروازے بھی کھلے ہوتے ہیں اور ان کے
 گھروں کی زندگی و معاشرت ان کے دلوں کی پیش من کی شہوں کا گلدان کی بازوؤں کی
 مصروفیت اور مسجدوں کی فراغت ان کی ہے نفسی و لہریت اور ان پر نفس انسانی کے جسے ان کا
 اختیار کامل اور ان کی بشری اغراض سب عیاں ہیں یہاں احوط انصاری کے ایثار کا واقعہ بھی
 آنکھوں کے سامنے گزرتا ہے۔ اور حضرت کعب بن لکھ کے غزوہ تبوک سے چھڑ جانے کا
 قصہ بھی پیش آتا ہے غرض یہ ایک ایسا قدرتی ماحول ہے جس میں زندگی اپنے پورے موعیات و
 حقائق اور انسانی فطرت اپنے تمام خصائص کے ساتھ موجود ہے اور حدیث نے اس کا پورا کس
 لئے برقیامت تک کے لئے روپوشی کو کھنکھایا ہے۔

سے مولا کا فضل الرحمن شیخ مراد آبادی مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہم تک کی زندگی اور سیرت و اخلاق میں ان کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔ اور جب تک عہد ریٹ کا یہ ذخیرہ دستیاب نہیں ہوتا اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری اور اس سلسلہ کا اثر سب کا محول موقوف بہ رہتا ہے۔ ان کا یہ شیخ مراد آبادی جس سے آخرت کا خیال دنیا پر حسرت کا اثر رہتا ہے۔ اور ان پر روحانیت کا اثر اور سیرت پر غالب ہے باقی رہے گا اور ابھی اس امت کو دنیا پر حسرت کا اثر پاناہایت انتظار آخرت اور بدعت و تحریفات کا پورے طور پر شکار نہیں ہونے والا ہے۔ ان کے اثر سے ہمیشہ اس امت میں اصلاحی و تجدیدی تحریکیں اور دعوتیں نکلتی رہیں گی اور کوئی نہ کوئی جماعت حق کی علمبردار اور ملت و شریعت کے فروغ کے لئے نکلے گی۔ وہوش رہے گی جو کوف امت کو زندگی و حیات اور قوت کے اس برجستہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں اس ذخیرہ کی طرف سے بے اعتنائی اور غلبہ وارتیاب پیدا نہ کرنا چاہئے جس کو نہیں جانتے کہ وہ امت کو کیا نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس کو کسی عظیم سرمایہ اور قیمتی بڑی دولت سے محروم کر رہے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ وہ اس امت کو اپنی طرف سے محروم اور قطعاً اصل اور آواز نہ کر دینا چاہتے ہیں جس طرف سے بدعت اور سیاست کے دشمنوں یا حادث روزگار نے ان عظیم مذہب کو کر دیا اور وہ سوچ سمجھ کر ایسا کر رہے ہیں۔ ان سے بڑھ کر اس امت اور اس دین کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ پھر اس مزاج و مذاق کو دوبارہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں جو سب پر اس کا امتیاز تھا اور جو یا تو کامل طور پر براہ راست محبت نبوی سے پیدا ہو سکتا ہے یا باواسطہ حدیث کے ذریعہ جو اس عہد کا جتنا جائز و مرقع اور حیات نبوی کا بولنا چا تھا روزگار نہ چاہے اور جس میں عہد نبوی کی کیفیات بھی ہوئی ہے۔

عید رمضان کا انعام اور شمرہ ہے

الحمد لله حمده و سعیدہ و مسعودہ و مومنینہ و عوکلہ و غلبہ و
 مددہ و یلہ من شرہ و انفسا و من سیأت اعمالہا من یہدہ اللہ فلا مضل
 لہ و من یضل اللہ فلا ہادی لہ و شہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ
 لا شریک لہ و شہد ان سیدنا و مولانا محمداً حیدد و رسولہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد فدعونا بنائے من
 الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یاہیا الذین امنو کتب
 علیکم انکم کتب کما کتب عنی الذین من قبکم لعلکم تتقون
 صدق اللہ العلیہ

بے عید کہتے ہیں

اس مہینے کا اہتمام جزویاً وہ کامیاب تھا زبرد و عبودت کا مہینہ تھا اور اپنی خواہشات پر غلبہ اور
 قابو پانے کا مہینہ تھا اور انکس کی عزت اور کئے کا مہینہ تھا اور اللہ کی خوشی کے لئے اپنی خوشیوں اور
 خواہشوں کو قربان کرنے کا مہینہ تھا اس مہینہ کا اقتضا ہر اللہ نے اس تہنیتی کے دن پر کیا جسے عید
 کہتے ہیں۔ یہ عید رمضان المبارک نے اہتمام کا اہتمام ان امور میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے
 مذہب و قوموں کے بر خلاف جن میں یہ دن عیال کھیلے مریے اور کس آواز اور چھوڑ دینے
 کی حد امت ہوتا ہے اس میں نہیں ہے پہلے جو دن اتنے تھے ہیں۔ ہر دن ہو جاتا ہے اس امر حد و قیود
 سب بھلا شک ایسے جاتے ہیں۔ اور انکی چیز پر دوا نہ ہو۔ اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے
 جیسا کہ دین کا مزارع ہے مت کا مزارع ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو میدان قربانی کا دن تھا جس دن
 نے حج ہر کے بعد آیا تھا یا نے اس کہ عید است میں ہائی جس میں ازادگی کے یزید ہو کر ہو، اس
 میں ایک زائد عبادت اللہ تعالیٰ نے شروع فرمائی، یعنی اس دن مسلمان نیا اور نیا آیت ہے اور رضا
 کے حضور میں دو رکعت پڑھتے ہیں یہ شعر اللہ ہے رمضان المبارک کا روزا ہے۔ انکے کی توفیق

حاصل ہوئے گا، تو عید کا تقصیر رمضان سے ہے نہ عید نہ رمضان سے اٹل باقی نہیں رہ سکتا، عید اور اقیقت ایک قدرتی پھل ہے، رمضان کے درخت کا اگر رمضان کا درخت نہیں ہے اور اس کی تمام خصوصیات ساتھ نہیں ہیں وہ درخت شاداب نہیں ہے اور اس درخت کی تمام جزئی محفوظ نہیں ہیں۔ تو اس درخت سے بھی پھل پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ پورے پھل کا کوئی استحقاق نہیں ہو سکتا، وہ شخص جو کوئی درخت نہ لگائے اس درخت پر پھل نہیں نہ کرسے، اجنت نہ کرسے، اور اس کو اپنی مدد سے، اس دواب درخت کا پھل حاصل کرنے کی استحقاق نہیں ہے اور یہ اس کی طاعتی ہے کہ یہ درخت کے اس پھل میں جائیں۔

عید تو رمضان المبارک کا صلہ ہے

اسی قانون پر ہم چل رہے ہیں کہ درخت لگانے کا پورے درخت کا پھل کھائیے، خرید کر کھانا اور چیز ہے، آم کا درخت لگائے بغیر آپ آم نہیں کھ سکتے، آپ انگور کی کاشت کئے بغیر انگور نہیں پائیں گے، ایسے ہی رمضان کے بغیر عید کا کوئی استحقاق نہیں، بالکل یہ ایک غیر قدرتی، غیر اخلاقی، غیر قانونی چیز ہے، عید ہے، رمضان کا شکر و عید ہے، رمضان کا انعام، عید ہے رمضان کے درخت کا آخری شگوفہ، درخت نہیں تو شگوفہ کیا، اور پھل کیا اور پھول کیا، اس طریقے سے رمضان اور عید ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جیسے کہ جسم اور روح ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں، جس طرح سے کہ پھل اور درخت جو اس کا قدرتی نمو و اراد تھا ہے، درخت کیا ہے؟ اور اس کا پھل کیا ہے؟ درخت کی کاغذ اور پھل کیا ہے؟ درخت کی زندگی کا مظاہرہ، پھل کیا ہے؟ درخت کا نقطہ عروج اور اس کا نقطہ ارتقاء، اور درخت نہیں اور درخت کی شادابی نہیں اور درخت کی قوت نمونہیں اور درخت میں فیض اور فائدہ ہو چکا ہے اور کسی کا پیہ بھرنے اور کسی کو خوش کرنے کی صلاحیت نہیں تو پھل بھی نہیں پیدا ہوگا، تو عید بغیر رمضان بالکل غیر معقول اور غیر قدرتی چیز ہے، یعنی دین کی فطرت کے خلاف ہے، رمضان کی طرف کے خلاف ہے اور انسان کی فطرتِ سلیم کے خلاف ہے، عید تو رمضان کا صلہ ہے، رمضان کا انعام ہے، رمضان کی عیدی ہے، جیسے آپ بچوں کو عیدی دیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو عید عیدی کے ساتھ عید کی شکل میں۔

عید مختلف ادوار سے گزری

یہ میڈیٹی ادواروں سے کہہ دی ہے ایک میڈیو جی، سنی میڈیو، اور برہمنی سے میڈیو جی، دو جی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی، آپ کی موجودگی سے بڑھ کر میڈیو کا کوئی تھوڑا نہیں، اس وقت صحابہ کرام، انبیاء بن حرام سے کہتے ہوئے تھے کہ

انہما عید یومین روئے تہ

مید کوم ماخرین نوئے تہ

پھر حقیقی عید وہ تھی جب سنی و شافعی حضرات کی شیریں آتی تھیں اور اسلام کے قیام میں بڑا اضافہ ہو رہا تھا اور ہر روز روز میڈیو اور ہر شب شب یزیدت کا مصداق ہوئی دن نالی نہ جاتا تھا کہ مسلمانوں کو ستارہ اقبال کسی نئے وطن سے ظلموں نہ ہو اس وقت کی عید کیا تھی؟

عید آزادان شکوہ ملک دین

وہ بھی میڈیو اور حقیقی عید تھی۔ میرلی نماز پڑھتے اپنے جب مسلمان پڑتے تھے تو ایک رمضان ۱۲۹۹ء اور ۱۳۰۰ء میں ہی کو شکر یہ نہیں ادا کرتے تھے بلکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد و اس کا ثناء و شکر سے لبریز ہوتا تھا، ان کے ہر دن حوسے حمد کی صدا آتی تھی، اور جس وقت وہ اللہ اللہ کہتے تھے یہ میڈیو کا ترانہ اور میڈیو کی تجسیمات پڑھتے تھے۔ عید کی حمد و تحلیل پہنچ کر جتے جتے وہ اس وقت ان کا، اور ہر طرف رمضان حمد ہی حمد انکس نہ داتا تھا بلکہ پوری زندگی نور و حق زندگی نے ہر شے میں ان کوئی نئی کو میاں پا لیا نظر آتی تھیں، اس صورتوں نے لبریز دماغ امتداد و بلندی کے احساس سے گھرا، مجبور نہیں تو معذور کم سے کم سید ان تمام شمسوں سے جو ہر مند یوں سے، سرتوں سے، احساسات سے معذور تھا، جو چپ و راست چہروں طرف انکس ٹھہرتے ہوئے، دو جی تھی میڈیو جی، اس کے بعد صدیوں تک میڈیو اسی طرح رہی، اسلام کا قافلہ براہ راست بڑھ رہا تھا، پہاڑوں کو بھی، سنسوں کو بھی، میڈیو کو بھی، دو جیوں کو بھی، ہر مرغزاروں کو بھی اور بڑے بڑے تمدن ملکوں کو بھی اور اسلام پر اللہ امی کی حالت میں تھا، پیش قدمی کی حالت میں تھا اس وقت بھی یہی حالت تھی، کہ میڈیو آزادان شکوہ ملک دین، دو جیہ اڑی میڈیو یا دوشقی کی عید ہو یا لاہور و دہلی کی عید، وہ اس وقت کی عید بن سرتوں سے بھی ہوئی تھی، اور وہ عید کی نقل و حرکت تھی بلکہ

یہ سارا نہیں جو کھڑا ہے تو کھڑا ہے، مباح محل بن گیا تو بن گیا، نہیں یہ ایک درست ہے اور درست میں شادی بھی آتی ہے اور نکاح بھی آتی ہے، تو امت کے لئے اس تبدیلیوں سے گھبراتا نہ رہے۔ لیکن ایک چیز ہے جو ناقابل تبدیل ہے وہ اس امت کا خدا کے ساتھ تعلق اس امت کا شریعت سے تعلق ہے، خارج ہو جب بھی روزہ رکھے گی، مفتوح ہو جب بھی روزہ رکھے گی، قابل ہو جب بھی روزہ رکھے گی، کثیر ہو جب بھی روزہ رکھے گی، اور اگر اس کو فتح ملے تو وہی نماز روزہ کے راستہ سے ملے گی، اور اگر فزات اس کے نصیب میں آئے گی تو اس میں کوئی کمی کرنے کے سبب آئے گی، اس لئے یہ تبدیلیاں اس کی خارج میں ہیں لیکن اس کے اندرون میں امت کے اندرون میں کئی تبدیلی نہیں، اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا، جہاں کہیں اور جس خطہ زمین میں ہو نماز پڑھتی ہوئی نظر آئے گی، روزہ رکھتی ہوئی نظر آنے کی سبب نہیں لیکن اس کی اتنی بڑی تعداد جو یہ ثابت کرتی ہے کہ ابھی دین زندہ ہے اور ابھی قیامت نہیں آئی اور امت نے مجموعی انحراف اور ارتداد کا راستہ اختیار نہیں کیا ہے، آج ہم مرکز اسلام سے اتنی دور جگہ پر بیٹھ کر یہاں جو لوگ ہیں کم سے کم ان کے بارے میں یہی خیال کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہئے کہ ان سب نے روزہ رکھا ہے اور آج وہ عید کا انعام لینے یہاں آئے ہیں۔

باغی اور سرکش نہیں بلکہ گنہگار اور قصور وار

اپنے مالک کے سامنے سر جھکا کر اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر کے، دو گنا شکر ادا کر کے وہ زبان ہاں اور زبان حال دونوں سے یہ کہہ رہے ہیں، مالک جیسا روزہ رکھنا چاہئے ہم نے ہرگز نہیں رکھا، جیسی نمازیں پڑھنی چاہئیں ہم نے ہرگز نہیں پڑھیں، قبل اس کے کہ ہمارے خلاف گواہیاں گزریں، ہم گواہی دیتے کیلئے تیار ہیں اور قسم کھا کھا کر کہنے کے لئے تیار ہیں۔ ماعید ناک حق عزوجل، ہم سے ہرگز روزہ نہیں رکھا گیا اور نکل اس کے کہ روزہ ہمارے خلاف گواہی دے ہم خود اقرار دہی مجرم ہیں، ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم سے کوئی حق نہیں ہو سکا، لیکن تیر حکم تھا ہم نے کم سے کم اس قانون کو باقی رکھا کم سے کم اس سے بغاوت نہیں کی، ہم مقصر ہیں، ہم گنہگار ہیں، قصور وار ہیں لیکن باغی اور سرکش نہیں، جو کسی نے مثلاً دی کہ ایک شخص ایک پھنا بیلا کھیلنا اور جگہ جگہ سے بھڑکایا گیا ہو، ایسا پھنا ہوا نوٹ لے کر جاتا ہے، ایک جیک

کا دوسرا چہرہ ٹوٹ جیتے ہیں اور جتنا ہے بیوقوف بننا خراب ہو گیا ہے اسے بدل دیا۔ فکر کسی نے نہیں پوچھا کہ قرآن نے ٹوٹنے کی یہ شرت کیوں بنائی بلکہ فرمایا تو دیکھتا ہے لیکن ایک شخص جانتا ہے اور دوسرا نہ جانتا کہ قرآن نے ٹوٹنے کی یہ شرت کیسے لکھی ہے یہی فرق نکاد میں اور پھانڈ دیتا ہے تو فرار سے بکڑ رہ جاتا ہے اور وہ باقی قرآن پاتا ہے اور کہہ جاتا ہے کہ قرآن نے حکومت کی تو نہیں تھی۔

تو خدا یا ہم ٹوٹ کو پھر ڈرنے والے نہیں ہم میلا پچھلا ٹوٹ لے کر آئے ہیں تیرے حضور میں۔ ہم اس سے سختی میں کہ تو اس میں پختہ پختہ ہوئے ٹوٹ کی تہہ پر ہمیں ایک مسافری موت ملنا فرما دے جس سے کہ تیرے پاس آ کر موت میں ہم سو وافر یہ نہیں اور وہاں ہم کاروبار نہیں اور وہاں سے ہم پر ہو سکتی "اِنَّ لَکَ بَعْدَ لَکَ سَبْعَ سَاعَاتٍ" کا کیا مطلب ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ہم تمہارے خدا و معاف فرما دیں گے بلکہ یہ سات گھنٹہ سے پہلے دیں گے یہ نہیں کہ سورہ یوسف کا وہ تمہارے قہر پہنچا ہوا تو کہہ دیا کہ کوئی موانع نہیں، بلکہ ایک ٹوٹ چھپا ہوا ابھی کھسالی سے نکلتا ہے وہ اس کے ہاتھوں میں رکھ دیا جائے گا کہ اب یہ ٹوٹ ہے اس ٹوٹ کی جگہ پہ قانون لک بے بدل اللہ الخ، خدا یا ہم ایسا ہی پھانڈ والی ٹوٹ کیا نامہ اعمال لے کر آئے ہیں تو کریم ہے، تو تکتہ نواز ہے، تو غفور الرحیم ہے ہمارے دوزخ اور ان کی حقیقت ہم کو کبھی معلوم ہے، دنیا کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، کرانا کا نہیں کو معلوم ہے، تیرے فرشتوں کو معلوم ہے اور ان کو بھی معلوم ہو نہ وہ میاں نہ شعل و مشوق، حریمت کرانا کا نہیں راہم غیریت ہے، ہم کو اسی دیتے ہیں کہ ہمارے اہل بیت تیرے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں اور تراویح جس کا ذکر کا جوتہ تھا جس کی ہم نے وجہ پچائی تھی اس تراویح کا حال ہم کو معلوم ہے کہ امام شریعت کرنے کے بعد اس پر ابراہیم اس مابقہ میں رہتے تھے تب ختم کرنا ہے، آج کتنا پڑھنے کا اور اللہ کو توفیق دے کہ جلدی قرآن کرے، لکھنے پر ہمارے کان ملے، دوسرے قرآن کی آواز سے زیادہ گھڑی پر ہمارے کان اور ہماری جگہ اس کی ہو نہیں میں کہ جلد ختم ہو یہ تراویح ہم یہ۔ حضور میں کیا پیش کریں اس کے بعد ہی جو نمازیں ہیں تو ان کا وجود ہی لکنا ہوا اور اس کا وجود نہ ہوا تو وہ جو لکھنا لکھتے ہیں وہ وجود ہم پر ہے ہرگز ہم کو کوئی چیز ہے۔ سامنے پیش نہیں کر سکتے بلکہ ہاں ہم دوسری قصود وار ہیں، وہی ہم منسلک ہیں، وہی ہم غریب ہیں، وہی پھانڈ والی ٹوٹ

نے کہ اور فوت بھی ہو گا نہیں جذا ید۔ یہ ہے کہ اور فراس سے بھی غم کا کوئی شکر ہوتا تو وہ اس نے نہ تیرے حضورؑ کے ہیں اب تیرے کریمؑ پر یہ دیکھو عہد سے کہ تو انہوں کے بچا ہے ایک ابن اور ایک چغندر کو کئی کسالت سے اٹھا ہوا فوت اپنی کریم درگاہ سے نکلا ہوا فوت تو ہمارے ہاتھ میں رکھو۔ بے کار اور۔ کہے گئے کہ آج سے یہ تیرا فوت ہے اس فوت کو بھول جاؤ ہم نے بھی جو کریمؑ اس کو اور تم بھی اپنے جہنم سے اس کو بھول دو۔ شکر و شکر کی باطل ضرورت نہیں۔ اس میں یہ یہ کہ مطلب ہے کہ خدا کے ماننے والی بی ایمانیں اور وہ نے نے خدائے اوراق ہمیں یہ عزت ہوئی کہ ہمارے ماننے والے نہیں اور شکر ادا کریں انہیں اس بات کا شکر ہوتا ہے۔ نعمت نے کیا ہم نے اس نعمت کی قدر کی نہیں اس نے نہ کیا۔ جیسے بھی تم ہو۔ اور نہ اس نے۔ اور انہوں پر آؤ۔ دیکھو۔ بے کو تم میرے کو ان آواز پر وہ بھی جس میں بلکہ غم دیتے ہیں۔ چہن کر۔ تو اس نے کر کے آؤ لیکن چاہئے تو یہی کہ ناموں کی عادتیں لگ کر کے اور کیا دوش۔ دوسرے کہ جس نے کہ وہ دوسرے سے یاد پوش تھے۔ دوسرے نمازیں یاد پوش تھیں۔ ہمارا نام لالہ یاد پوش تھا تو ہم یاد پوش بنو گئے۔

کریمؑ کا احسان

سچیں اس کریمؑ نے ہم کو ہمارے دی کہ نہیں اسنے اپنے۔ ہم نے آؤ۔ بظہر و خواہ وہ کر آؤ۔ ایک دوسرے کو یہ کہہ دو اور آ کر دو گانے شکر و اکرام کیا۔ بھگے کہ تیرے بھگے کسی نے روئے نہیں رکھے۔ اور تم سے بہتر نہ تریں کسی نے نہیں چڑھیں تو یہ اس کا کریمؑ ہے۔ جھٹس۔ اور تو اس کی چیز کو بگاڑتے ہیں اور وہ ہمیں جانتا ہے۔ ہم اس کو مہربان کرتے ہیں۔ اور وہ ہمیں خواہتا ہے۔ ہمارا معاملہ اس کی برکت کے ساتھ نہیں ہے۔ بھگے کہ تیرے ہیں خراب کر دیتے ہیں۔ پیرا چاہتے ہیں اور مہربان کر۔ دیتے ہیں نصف خدا میں ہم کھاتے ہیں اور دیکھنے کے قابل نہیں۔ انہیں کراؤ دی اس کے پاس سے نہیں کہہ سکتا اور ہی سے مانا جلتا ہے۔ ہمارے اس کے ادب اور فہم نفس اور حیات سے نہ سمجھ بھی ہے اس نے باوجود وہ ہمیں رزق سے رہا ہے۔ وہ ہم پر غنا ہے کی بھگے ہیں نہ رہتے تو ہماری کہ حکم سے اور ہی کو اپنے نہ نے حوصلہ سے یہ۔ آئے ہیں وہ ہم کی اور وہ ما دوسرے کیا۔ ہم نے کیا۔ دے رکھے۔ کیا ہماری پر ہمیں۔ لیکن ہم حق کر دیں نے کہ اس کے حضور آئے ہیں وہ دیکھتا ہے کہ اتنی کرتے ہیں۔ انہیں یہ جواب ملے غیب۔ ہے۔ آواز آتی کہ۔

تو کائنات میں رہا نہ رہا تھی

کہہ دیا مال یہ ہے اپنی

مغربت قرص کی توان سے اٹھ کر پڑھے تھے کہ دوکانہ شکر بڑا کرنے آئے ہو۔ نیکیاں و ذریعہ

اچھا ہے ہاؤ لینک بدلے اللہ سب تھم حسنات و نکات اللہ غفور رحیم۔

الحمد اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر الحمد اکبر و اللہ الحمد

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دوروزے

میت جھوٹ کے مرتکب بن گئے۔ ۱۹۵۷ء میں ایوان میں میاں نعیمی رحمت اللہ علی وہ معروف ترین شخص
رہنما بن گئے۔ ان کے ہاتھوں زیریں مسجد میں شہرہ شہیدہ نے بی بی موسیٰ کے بیٹے کی شادی
کرائی۔ شادی کے دن ان کے پاس ۱۱ لاکھ روپے کا انعام تھا۔ انہوں نے ہاتھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ انا بعد الیوم اکملت لکم دینکم وانممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔

روز و معمولی ثقت نہیں

میرے بھائی، سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور مضامین مبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لئے توفیق الہی پر مبارکباد دیتا ہوں، یہ معمولی نعمت نہیں ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں، آپؐ نے فرمائی: "من صام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه" (جو کس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی راہ میں تو اس کے سب سے پہلے گناہ معاف ہو گئے، پھر یہ بظاہر آخری جمعہ ہے، جمعہ انوار ہے، اس کے بعد جو روزے باقی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت و نعمت بھی عطا فرمائے، دعا کی اور آپ کی عاجزانہ دعا کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں لیکن وہ نئی بات نہیں ہے، وہ ابو عبد اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ماننا ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لئے نئی ہوگی، اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ ”روز بے روزہ طرح کے ہیں ایک بھونڈا روزہ، ایک بڑا روزہ“۔

چھوٹے روزے کی تحدید میں ہر صبح صوفی اور فقہ حنفی نے ہر پہاڑوں کو چھوڑ دیا اور
نقشبندی اور اہل سنیہ کے روزوں کا بعض صبح میں بھان، دن میں دھان، شام میں انار کے پتوں سے اس
سے چھوڑ دیا۔ یہ روزہ بے جوہر اور بے فائدہ ہے۔ وہ فقہ حنفی سے شروع ہو کر
ہے اور غریب و اقرب تک قلم رہتا ہے۔ افسوس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے پتھر شرعی
اعظام میں جو آپ و معلوم ہیں، آپ جانتے ہیں کہ روزہ میں آدھی کھانسی نہیں کرتے، اور ان
حالات میں معاملات کا قطع نہیں کر سکتے، جن کی اور کوئی جگہ ہمارے ہے یہ روزہ ۲۹ دن
کا یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ یہودیوں میں رمضان کے ان روزے سے قبل واقف اور
اس کے قوانین و احکام پر عمل ہیں۔ تمنا چاہتا ہوں کہ آپ محمد مریم کی اس روئے سے
اور انہما روزہ ہے جو اپنے وقت اور مقام میں آپ سے زیادہ۔ صوفی نے ترکہ روزے ہوتے
ہیں اور ان روزے کے علاوہ اور کوئی روزہ نہ ہوگا، لیکن شش مہر روزہ ہوتا ہے بارہویوں کو
چند روزہ ہیں شہان کا، کونین روزہ کے دارالاحیاء۔

اسلام کو ایک روزہ ہے

یہ روزہ ہے تمام طہاروں، اسامیہ کو ایک روزہ ہے، یہ سب روزے اور میرین بھی
بلکہ روزہ نعمت، یہاں تک کہ جنت میں جو اللہ تعالیٰ مطلق فرمائے کہ وہ سب اس نے بخش دی ہے
جس پر اور روزہ اسلام کا روزہ ہے، وہ سب ختم ہوتا ہے، یہ سب شروع ہوتا ہے، یہ بھی من لینے۔
جو خوش قسمت اللہ تعالیٰ مسلمان کمر میں پیدا فرمادے اور وہ شروع سے کلمہ ہے، اس پر بلوں
کے بعد یہ صوفی و معلوم روزہ و فرائض ہو جاتا ہے اور جو اسلام کے کلمہ پڑھے، یہ روزہ اس پر
اسرار قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

اور یہ روزہ سب ختم ہوگا، یہ بھی من لینے، رمضان کا روزہ، نقلی روزہ تو غریب و اقرب پر
ختم ہو جاتا ہے، مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتاب عمر کے غریب و اقرب کے ختم ہوتا ہے۔

رمضان کا روزہ واقعی روزہ کا اظہار کیا ہے، آپ صعد سے صعد شراب اور مریض سے لے کر خدا
سے اظہار کر سکتے ہیں اور یہاں وہ شراب است، اور کلمات کا نام من کر آپ کے من میں پائی آجائے
کا اور فوجی پیدا ہو جائے گا کہ اس لئے میں اہل کلمہ نہیں پڑھوں روزہ حرم سے لے کر کلمہ ہے، یہ اس سے

شری بات سے یا بھگور، وغیرہ سے تھکتے ہیں اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روز و رات سے کھلے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ محبوب رب العالمین شفیق الخفیہ تھیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے ہام مضبور، یا نہ کوثر سے کھلے گا اور دور دراز و پکارتے اور اس روز سے آپ نے شہر اکرا پور سے کر دیے ہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی قحیفہ اور اس نے فضل سے ہم آہنگ کیا۔ یہ فکر پڑھتے تھے، یہ ماری روئے اس حال میں تھی کہ یہ ماری زبان پر نکلتا تھا اور ہم "لا اے اللہ اللہ محمد رسول اللہ" کہہ رہے تھے اور دعا۔ یہاں میں نور ابراہیم تھا بہرے دماغ میں اللہ نے ملاقات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شائبہ حاصل کرنے کا شوق تھا جو وہ روز ہاں وقت شہر پہنچا ہے اس کا اظہار کیا ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اپنے نفس نسیہ شہر پر آوی ہوئی اپنی جان و بدن اور اللہ کے بندوں نے جان دی ہے اللہ نے ستمخروں، مرہزاروں افسوس آئینوں نے جس شوق میں چہ تری ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ افضل ہے۔ اور اللہ کے رسول کے سامنے ہم سب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں، جہاد کے واقعہ، اغزوات اور شہر کے واقعات پڑھنے، لوگوں نے خوشی خوشی جائز دیں، بلکہ ایسا شوق تھا کہ قیامت بچہ اللہ کی جنگ سے موقع پڑا یا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی تم چھوٹے ہو، اس نے کہا میں تھوڑے سیس، میرا لاسکا ہوں، اس نے بڑی خوشامد کی، کسی نے دعا بھی کی، تو آپ نے اجازت دے دی، دوسرے صاحبزادے نے جو ذرا چھوٹے تھے، کہنے لگے آپ نے انھیں اجازت دی تھی، مجھے بھی اجازت دے دیجئے، آپ نے فرمایا تم ابھی بچے ہو، اس نے عرض کیا، آپ ہماری کشتی کو اگر دیکھ لیتے ہیں اس کو چھوڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجئے، یہ بچوں کا شوق تھا، کشتی ہوئی، اس نے اٹھی بچھا ڈالا، اور آپ نے ان کو بھی اجازت دین دی، درد و شہید بھی ہوئے، اور ابو جہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ ہمیں اجازت دے دیجئے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ستمیخی ہے، میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، ابو جہل کے بتانے پر دونوں ٹپک پڑے، اس کا کام تمام ہو گیا۔

اس چھوٹے روز کا خطرہ اور اس کی پابندیوں سب کو معلوم ہیں، سب روزہ دار کھائے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں، جو ممنوع ہیں انہیں اس روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو

تھے۔ وہ دیکھ کر روزِ جمعہ کو کھانے کو اس بڑے روزہ کو طویل بنی مانتے تھے۔ اس کے بعد ان کی برکت سے مزید یہ حال سمجھنے لگے کہ اس بڑے روزہ کو انعام میں مانتے اور یہ بھی اسی روزہ کے فطین میں ملی ہے۔ اگر اسلام شروع تو روزہ روزِ جمعہ کو رکھتا تھا اور یہ سب کچھ جہاں اسلام پہنچا، وہاں لکھا ہے کہ روزہ رکھنے کے لئے فطین بنے۔ اس کے بعد وہ نے فطین بنے۔ ان کے بارے میں یہ ہے کہ بعد از روزہ رکھنے کے بعد یہ سب دوستوں کی انجم کو اسلام نے فطین میں ہے، اگرچہ انہیں نہیں ملے کہ کیا یہ فطین ان کو ملی ہیں۔ یہ سب اسلام کے فطیل میں ملی ہے۔ عزت ملی ہے۔ حاکمیت ملی ہے۔ روحانیت ملی ہے۔ اور اس نے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملی۔ ان کو پہنچا دی گئی۔ "وَمَلَأْ عَيْنَ رِزْقٍ وَلَا تَذَرُ سَمْعَكَ وَلَا حَظَرَ عَلَى فَمِكَ" منبر "ان کی آنکھوں نے دیکھا کہ ان کی زبان نے سنا اور ان کی دل میں اس کا خیال گزرا تو اس (طویل و مسلسل) روزہ کا لوگوں کو کمر نہیں آتا ہے۔ اب ہم آپ کے ساتھ ہیں مصیبت میں پھر بھی ہماری آپ کی طاقت وہ پانچ سو درہمیں پہنچ گئے تھے۔ فطین کے بارے میں یہ ہے کہ آپ نے جب باہر میں دیکھا اس روزہ (رمضان کے روزہ کو فطین) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لئے اسی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ روزہ ٹوٹنے سے تو اس روزہ سے رکھنے چاہئیں۔ شبہ ان کی قضا ہوئی لیکن وہ روزہ جو اس سال رکھا ہے وہ اس کا بہت کم ہو گیا ہے، اسی لئے کہ اس میں کیا چیزیں منع ہیں۔ اس میں اسی لئے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں۔ اس میں شکر منع ہے۔ سب سے بدتر چیز جو منع ہے نہ پینا۔ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اَنْ يَشْرِبَ كَافٍ وَيَغْفِرُ مَذْنُوْبٍ ذَنْبُكَ لَعْنُ يَشَاءُ" قرآن مجید میں صرف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر کو معاف نہیں فرماتا گا۔ باقی دوس کو چاہئے کہ معاف کر دے گا۔

شکر کہ یہ ہے آپ میں شکر، ان کو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے۔ قید یہ ہے کہ یہ خیال کرے کہ کارِ خدا نہ تم نہ وہ نہ بنایا ہوا ہے اور وہاں چلا رہا ہے۔ "اِنَّ اِلٰهَ الْحَقِّ وَالْاَمْرِ" اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے جلا کر دینا اور اس کو مانتے ہیں کہ خالقِ کائنات و صورت اور کائنات پلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نہیں چلانے کے بارے میں بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں بھی ان کے دماغ میں یہ بات چلے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اہلِ بند نہیں بنائی ہے۔ اور ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ محمد اللہ نے بنایا، مگر لیکن کون ایسا یہ

اس ہنسی، مسکرتے چلانے میں دوسری ہنسیاں شریک ہیں، جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کر دے کوئی بات کسی کے ذمہ کر دے، بھائی تم خیرات بانٹ کر دو تو دیکھو کہ نے چنے کا خیال رکھنا غلط سمجھا دو، چھوٹا، جس کی ضرورت ہو کوئی بیمار ہو اس کو شفا دے، دوسری کے وارثین سے اس کو واپس عطا کر دو، کوئی مصیبت میں گرفتار ہے اس کی خاموشی کر دو، کسی کا عقد مرتضیٰ دو وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ محمد کا رخاندہ دے دیتے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی، ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے اردو سے بچ کر کیا ہے اور جب چاہے گا لے گا۔

لیکن ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا حق کا رہے پیدا کرے اور میرا حق کا رہے جتنا اور فکر دینا "الا اذ العلق والامر"۔

یہ دنیا تاج محل نہیں

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہان بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چلا۔ چار دیواری پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھوپڑی لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں اور شاہجہان کی خولہ بڑے سے بڑا بادشاہ درحکمران ہو۔

لیکن دو کارخانے یعنی کارخانہ عام پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، وہی خلاق کائنات ہے، ہر جے کا پیدا کرنے والا اور جو کچھ بننے والا ہے، درحکمران، سیاح، پیید کرنے والا، ہر آنے مارنے والا، روزی اور روزی دینے کے والے "انعام و اداف و انشاء" اور بقول لہ سنس فیکون "اولاد دینے، روزی دینا، قسمت اچھی بدی کرنا، ہر امانت اور کسی کو عزت دینا، کسی آئی ہوئی بلا کو نل دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر مل نہیں سکتا، پوری بات یہ دوزخ و جہنم حکومت اور کئی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہوئی چاہئے والا روزی دے سکتا ہے، روزی دہی دے سکتا ہے، عزت دہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اس کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے نہ کسی

تکلیف کے قبضہ میں ہے۔ نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں، ایک بات یہاں سے یہ۔ اے سرخا، اے اور یہ، وہ تکل ہے "جو ہاں خاص طور پر اس چیز کی دعوت دی گئی اور پھر وہ ہندوستان میں پہنچی، پہلے عقیدہ و توحید و باطنیت کے لیے، یہ اللہ ہی و مسووب اور سبب نکلتے ہیں اور خالق و رزق بھگت ہیں۔

ایک بات تو یہ اور اس سے بعد دوسری بات قیامت کا یقین و آخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری پیغمبر بنا دیا۔ انیسویں صدی انیسویں صدی کے ائمہ انیسویں صدی کے محبوب رب العالمین بننا اور یہ ماننا "شریعت انبی کی چل رہی ہے اور قیامت تک ہے" اور آخرت میں کام آئے گا، قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چھوٹی، اگر کوئی آپ نے بعد کی شریعت لے کر آئے تو بعد از اب اور وہاں ہے، اسی کا باقی ہے، اور وہ سب مشکل سے، شریعت شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چھوٹی اور ہر جگہ چھوٹی اور اس پر جو پیچہ کا وہی خدا ہے یہ دیکھا اور فرمایا۔

آپ صلیب خدا ہیں، تو آپ سے محبت کرے خدا کی سے محبت کرنا ہے اور آپ نے فرمایا "ابو من حدکم حتی انکون احب الیہ من والدہ وولدہ و المال اجمعہ" یہ مرید اور کسی بزرگ، ولی کیا چیز کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ساریہ، سب خدا سے آپ کے لئے رکھنا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو، عقیدہ بھی ہو، اہمیت بھی، اور شناخت و شوق بھی اور اور انتہا کے ساتھ ساتھ یہ کہ آپ میں شریعت پر چلنے کا اعتبار بھی ہو کہ آپ پوچھیں آپ کے اندر جذبہ دارانہ جو اس بات کی پیروی۔

سکھ سکتے ہیں اور علمی علم و فضل کے پاس بائیں، لیکن انہوں نے کہ سلطان میں یہ بات چور سے طور پر نہیں ہے، اشارہ کی بات کس طریقہ پر ہو، حضور مسلم اور مسیح کا کیا طریقہ کا تھا، خوشی کا وقت اور علم کو اظہار بھی شریعت و سنت کے مطابق ہونا چاہئے، ماتم کا نام، چنانچہ یہ ذات و خدشا مرحوم و رحیم اور شاہیوں میں وہ سب کا کہنا ہے سو لے کر اور زمینیں سج کر، رشوت لے کر ہو، جس جس سے ہم ہوتا ہے، شہیت عربی بلند ہوا، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں اور یہ

اور انہما علی بن ابی طالب علیہ السلام کی دعوت توحید و ہندو کا سب سے پہلے مرکز ہے۔ اور اس سے بارے انسان میں یہ دعوت چلتی۔

ذبح کا مطالبہ اور نہ دینے پر توبہ ہاں سوگ، کہ نرین شریعت سے ٹھیک جو کچھ بھی ہوئی بات ہے یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو پسند ہے، سب میں ہم یہ بند ہیں نہیں شریعت کے خلاف توبہ روزہ میں من پابند نہیں۔ ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں۔ ہر چیز میں عارے سے نکلنے سے اللہ تعالیٰ و سلم ہے اللہ تعالیٰ اے اے نبی! لی کہتے تھے جنہوں اللہ مامور ہی بیچ سکے اللہ تعالیٰ

وہی پیغمبر انگوٹوں سے (کہہ دے) اور خدا توبہ سے کہتے ہو تو میری بیعتی کر، خدا بھی تمہیں دے دے۔

اپنی زندگی پر شریعت نافذ کیجئے

تو ایسے بات یہ ہے کہ شریعت ایمانی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ کی شخصیت کے وہاں رہی زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے۔ اپنی زندگی اس لئے، محنت، بونی چاہئے، یہ شخصیت کو جس نماز روزہ و شریعت کے مطابق رہیں، اس لئے سنبھلا جائیں، اور انکار و طلاق تجارت اور کاروبار میں آزادی ہیں، آزادی بھی چاہئے، جو انہی چاہئے رہے، کئی ایمان بھی دن رات چل رہا ہے (توبہ حدیث کی بہت تشریح ہے) سراف اور انفس خرجی بھی چل رہی ہے، نمودار و نمائش بھی ہو، یہ ہے، اور سایہ تمہاری تقالی بھی چل رہی ہے۔

فقیہ و تفسیر ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے تفسیر کے ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی فقیہ و تفسیر کے مطابق طرح مجموعہ یونٹ، فیش، کلام، رشتہ لینا اور رشتہ دینا، سود خوری، سراف اور فضول خریدیں ممنوع ہے، تو آپ یہ سمجھ کر رہیں کہ یہ روزہ تو انشاء اللہ سب دن و دن باقی ہیں، اچھے جو کہ شہادہ میروں جانے والی اس کے بعد روزہ کا رمضان ہوا اس کے بعد نماز آزار ہیں، اگر انہیں سب آزار نہیں ہیں، اور روزہ اور چتر ہے گا، اور روزہ انہی بھی ہے، بندہ والا، روزہ پانچ بھی سایہ قلن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے، جو آپ رکھ رہے ہیں، اور روزہ چل رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فضل اپنے انفس و کلام سے دھارائے تمہارا ایمان پر فرمائے۔

سب سے بڑی چیز وہ تھا کہ زندگی ہے، ایک دوسرے کے لئے جان کی بڑی طاقت اور دوسرے کے لئے جان فدا کر دینے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کیچھ ہے، اور وہی آزادی، غرضی، فلسفی، ودی، مویشی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب کچھ رہنے کی، جس ن تمہارا ایمان پر فرمائے، اور پانچ اللہ کو

اس فی ہدیٰ نظر تھی، ان کے حالات چمکے، ان کا نام بیٹے سے ایمان ڈال دیا جوتا ہے، ان کو یہ خبر
 دینی تھی بلکہ وہ مہربوں سے دعا کرتے تھے، اور خاتمہ تھے، ہر مہرب سے دل سے یہ لگی ہوئی تھی، اور
 اللہ تعالیٰ نے خاتمہ تھے، ایمان کا زور تھی مافی الزماہ۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں سے حضراتِ مہربانوں نے کہا کہ آپ یہ سمجھیں کہ بعض لوگوں کی اس بات پر اعتراض ہو چکا ہے کہ اگر یہ نہیں، آپ آزاد بائبل میں آپ سے مل گئے ہیں اس امر کا حقوق پر ہے، آپ کی تحفہ آپ کے شائق کارڈ پر لکھتے کہ آپ مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روزہ کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب ہوگا، کتاب ہوگا، ہمارے آپ نے سائنس آیت پر بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الیوم اکملت لکم دینکم وانعمت علیکم نعمتی ورحمت لکم الاسلام نعم" اس نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت ہے، بارش ہے، کہ ایسا کرنا اور دوسرا چاہے، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا غور کرنے والا ہے، ناچھوئے کوئی شخص جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام ہے۔ کسی دنیا میں کسی کو اجازت یہ نہیں اور اس کے لئے مجھ ہے کہ اس میں ترمیم کرے، شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، وہ چیزیں جو ترمیم ہیں حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جائے تشریف لے گئے اور آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس چاند کو چھوڑیں ورنہ تعاقب اس پر بڑا فحش ہو گا۔ آپ اللہ سے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ خواہی چاند، اجناس کہ یہ نہیں سہارکے وہ اب نہ منے تو بہکی ہے تم بھوٹ بھوٹا، جھوٹی ٹھکی دیا، دل آزاری نہ لگائی بنا، ناجائز، حرام ذرائع آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں حرام ہیں، اور قیامت تک ناجائز رہیں گی، اسی طرح ہوا ہے کہ بعض لوگ اس روزہ پر نفع میں اس سے جو ان کی شکلیں نکال رہے ہیں کس قدر ناشونہ کہ بات ہے جس کی خوش بخت ہو میں نے حرام قرہ روزے یا قیامت تک حرام رہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجئے کہ آپ کو روزہ صحیح طریقہ پر اس کا اظہار بردار شاہ غلام محلی صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے بار مشائخ میں تھے، انہیں میر خاں نے جو ان کے مرید تھے، مار ڈال دیا، جب انھوں نے شاہ کا حضرت نے یہاں پارٹی پڑھا سو آؤں رہتے ہیں اور مدعا کھاتے ہیں اور آپ بھی جوان کی ضروریات پوری کر، پڑھیں، کوئی آھنی نہیں، کوئی

معاشرہ پر روزہ کے اثرات

الحمد لله نعمده و نسيه و نستغفره و نو من به و نتوكل عليه و
نعود بالله من شرر انفسنا و من سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل
له و من يضل الله فلا هادي له و يشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمد عبده و رسوله صلى
الله تعالى عليه و على آله و اصحابه جميعا اما بعد فاعوذ بالله من
الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

روزہ کی خصوصیات اور اس کے فضائل و احکام

اسلام نے روزہ کا جو نقشہ پیش کیا ہے، وہ قوانین و مقاصد ان کے لحاظ سے مکمل ہے۔
فائدہ کا سب سے زیادہ ضامن ہے وہ اس مزید و عظیم اور حکیم و خیر خدا کی مدت و مشیت پر مبنی
طرح و جلوہ ٹھکان ہے۔

الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر

کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا ہے؟ اور تو (بڑا ہی) بخیر میں اور (پورا) پائیز ہے۔
اس نے پورا مہینہ (اور یہ رمضان فادہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا، مسلسل مہینہ ہجر کے
روزوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔ جس ایک دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم ہے اور راتوں کو کھانسنے
پینے کی اجازت ہے اس وقت عربوں میں روزہ کا مشہور نام کی تھا، اور اسلام کی عالمی شریعت میں
بھی اسی کا اعتبار اور ہی پر عمل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سمجھتے ہیں:

”روزہ میں (دن کا دائرہ طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے، اس لئے
کہ عربوں کا حساب اور ان کے دن کی مقدار اسی بنیاد پر ہے اور عاشرہ کے روزہ میں ان
کے یہاں کیا بات معروف و مشہور تھی، مہینہ کا آغاز رویت ہلال سے ہے کہ اور رویت ہلال

نہیں ہے۔ اس لئے کہ عربوں کا سبب شمشیر میں نہیں چھتا۔

رمضان کو روزہ کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان میں فرض کئے ہیں اور انہوں کو ایک اور سے لے کر ساتھیہ روزہ مقرر کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان روزوں میں حدائق کا افتتاح بڑی عظمت اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا اور تم کو مردود انسانیت کو فتح صادق نصیب ہوئی اس لئے یہ مہینہ مناسب تھا کہ جس طرح طبعاً صبح صادق روز کے آگیا، اُسے ساتھ مربوط کر دیا گئی ہے، جس طرح اس مہینہ کو بھی جس میں نیک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی حق ہوئی، پھر اس مہینہ کے روزوں کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، خاص طور پر اس وقت جب کہ اپنی رحمت و برکت اور رحمت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا اور جہاں طور پر اس کا استحقاق تھا کہ اس کے دن کو روزہ سے لے کر روزوں کو عبادت سے راستہ لیا جائے۔

روزہ و قرآن کے درمیان یہ تکرار مطلق اور مخصوصی بنا ہے اور ان کے انشور و سحر اللہ علیہ وعلیہ وسلم رمضان میں عبادت کا زیادہ سے زیادہ وابستہ فرماتا تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کوئی تھے لیکن رمضان میں جب جبرئیل آپ سے ملتا ہے اس زمانہ میں ملاقات "موسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام" کے ہر رات میں آپ کے پاس "تے نور قرآن مجید" کا ذکر کرتے، اس وقت جب جبرئیل آپ سے ملتا ہے آپ عبادت اور اورشلی کے کاموں میں ملتا ہے، اسے بھی تیرہ گھر سے۔

حضرت محمد الف ثانی اپنے ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس مہینہ کو قرآن مجید نے ساتھ رحمت خاصہ ثابت ہے اور اس مناسب کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا ہے، یہ مہینہ ہر قسم کی خبر و برکت کا حامل ہے، وہی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ اس مہینہ کے ساتھ اس طرح ہیں جس طرح سند کے مقابلہ میں ایک قہر، اس مہینہ میں جمعیت باطنی کا حصول پورے سال پر نسبت باطنی کے لئے کافی ہوتا ہے اور اس میں اعتقاد اور بے شک کا طریقی بقیہ تمام

ہوں بلکہ چار سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ قاضی صاحب کا یہاں ہیں، لوگ ان سے یہ میٹھ رہے ہیں اور ان کا کام نہ لپیٹ میں ہے اور ان کو تو راضی کرنے پر اہم کی خبر۔
 زبانت سے ٹرہ رہا ہے۔

ایک دوسرے محبوب میں فرماتے ہیں:

”اس میں جہیز میں بھی آئی، اعمال صالحہ کی کیفیت میں ہوئے تو پھر یہ سال یہ تھا اس کے
 شامہ علی رہے اور ان کے یہ ہیں یہ فی ضرورت اور اعتدال کے ساتھ ان کے تو یہ راسخ
 ان سال میں ان کے کا اہم پیش ہے۔“

حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
 جب رمضان آئے تو بیعت کے دن روزے کھول دینے چاہئے۔ میں نے ان کے دروازے بند کر
 دینے پڑے ہیں اور یہ طبع کو پاؤں نیچے کر دیا جاتا ہے اس سلسلہ کی احادیث بشارت و اور قبولی
 ہیں۔

عبادات کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کا جشن عام

ان تمام چیزوں نے رمضان کو عبادت، ذکر، تلاوت اور زہد و تقویٰ کا ایک ایسا عالمی موسم
 اور جشن عام کا زمانہ بنا دیا ہے۔ اس میں شرق و مغرب نے تمام سسہاں عام و خاص، ہمسایہ و غریب،
 کم بہت اور غنی و فقیہ، مشرک اور مسلم، روئے کر کے لوگ ایک دوسرے کے شریک برحق اور زہد
 دوسرے نظر آتے ہیں۔ یہ رمضان ایک ہی وقت میں ہر شہر، ہر ملک اور ہر زبان میں ہوتا ہے۔
 یہ کہ کل ہر مغرب کی بھوپری، دونوں میں اس کا جلوہ نکلتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی
 شخص خود کو دینی اور خود راہی کرتا ہے نہ روزے کے لئے دونوں کے انتخاب میں کوئی اختیار
 درختلہ پیدا ہوتا ہے۔ ہر دو شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے آواز نکلیں نکالی ہیں۔ ان تمام کے
 طبع و نفس رقیب ہیں۔ جہ میں نے جلال و جمال کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے
 کہ پھر اسے اسلامی معاشرہ پر نورانیت اور سلیمیت کا ایک ذائقہ شہانہ ملے گا۔ یہ جو لوگ روزہ
 کے عہد میں راست اور کامل ہیں وہ بھی مادت المسلمین سے ملنے کی کھڑے رہے روزہ رکھنے
 پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ رکھنے کو چاہئے کہ اور شریک کے ساتھ نکلتے ہیں۔
 سوائے ان چند ملحد اور فساق کے جن کو ملائی بھی اس نے شہری میں وہی عام نہیں ہوتا۔ یہ ان

یہ راز ہر مہر و قلوب کے جو شہرہ محدود ہیں۔ یہ ایک انتہائی اور عالمی دوا و تہہ جس سے جو
 انڈیا ایک ایسی سازگار اور خوشگوار فضا پیدا ہوتی ہے جس میں ہر فرد انسان مصروف ہوتا ہے اور اس
 پاتے جاتے ہیں اور لوگ غیر انہوں میں ہی امن و برہم دہی و کھڑائی کے مختلف کاموں کی طرح
 متاثر ہو جاتے ہیں۔

عالمی فضا و رسوم کی پر اس کرا شاست

حضرت شریانی احمد صاحب کی رائے سے اس کیفیت و اچھی طرح محسوس ہونے والا
 ہے کہ "ادراجن و مصبان فصیح ابو اب الحجة بنع" کی تفسیر کرتے ہوئے ہیں۔
 "اور وہ وہ ایک مہر و قلوب اور فضا کی شکل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ ہر مہر و قلوب
 سے کھڑا ہو ہے اور کوئی بہت حد و قلوب کی پیروی کرتی ہے۔ اس لئے کہ قوشیا میں قید
 کر دیتے جاتے ہیں جو کہ ان کے ہر دماغ سے انہیں اپنے جاتے ہیں اور انہیں کے دماغ سے
 سید جاتے ہیں انہیں اپنے لکھتے ہیں۔"

"مہر و قلوب کی مختلف فضا اور مختلف مہر و قلوب کا ایک وقت میں ایک چیز پر انہیں
 اجتماع میں سب کا ایک ہر دماغ۔" یکساں ہر دماغ ان کے لئے آسان بنانا ہے اور اس سے
 ان کی بہت حد و قلوب کی ہوتی ہے۔"

"ان کی طرح ان کی یہ انجانیہ ہے جو کہ ہر دماغ میں ہر مہر و قلوب کے ہر دماغ
 اس میں اس کا ہر دماغ بھی ہر دماغ ہے ان کے کاشیں اور مہر و قلوب پر جو انہیں انہیں
 ان سے پہلے اور انہیں انہیں دیکھتے ہیں۔" جا میں انہیں انہیں انہیں انہیں
 یہ دیکھتے ہیں۔"

فضائیں اور اس کی قوت و تاثیر

زندگی انہیں کی خواہشات اور قوت کے تقاضوں کی مستقل شکل کا کام ہے لیکن اس شکل
 میں ہر دماغ انہیں کی خواہشات میں ہر دماغ کی جیسا کہ ہر دماغ کے لکھتے ہیں اور انہیں
 قوت انہیں سے ہر دماغ کی اور انہیں سے ہر دماغ کی ہے۔"

یہ قوت زندگی کے پہلے کوئی کے ساتھ تہہ تہہ کی ہے اور جس کے ہم سے دنیا کا

دیکھ کر مراد اس کی روشنی کا کمر ہے، اور تلخ پائین ہے۔ یہی اور یقین ہے جو کہ اس کی سختی و دلی نے دیکھ میں اپنے استے سے خور دیا ہے، اور انہی کے ساتھ سختی میں چوڑھا جاتا ہے، اور ان کے شہرہوں اور موٹی کی قوس میں کھیت جوتے اور اپنے سینے میں بھانے کی قوت بھٹکتا ہے، یہی یقین فیکہ بزرگوار بار اور راست و آرام یکہ ذکر اپنے چارہ مار میں مشغول ہونے پر ملامت سے۔ یہی یقین فیکہ نے اپنے سے کہتا ہے کہ ان اور زندگی کا اشارہ ہے، یہ ہے کہ چیز میں کوپنی محبوب اور کوپنیوں اور پانچھک میدان جنگ میں چپے ہائے پراگاتی ہے، اور تلخ کا یقین اور مستحق میں اس فائدہ کی توقع ہے اور حق کو کور ہے جس نے کرار زندگی کی چینی سمیٹتی ہے۔

نہیں اس یقین نے سو یک یقین اور سے برہی تھا اب انہی کی قوت ادا میں اس یقین کے کہیں بڑھ کر ہے، جس کی مثالیں اور پیش کی گئی ہیں، یہ ان مثال کے حصوں کا یقین ہے، اس کی خبر لیا کہ اس میں دنیا میں سے کرار کے اور وہی اور تمام آسانی میں اس کی تہذیب اور یقین کی اس کو ہم خدا کی خوشیوں اور دنیا و آخرت میں عمل سے بدلے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

سب چہ سنے میں کہ روز و صحت کے سے بھی مفید ہے اور خاص میں تھک نظر سے بھی ہر شخص کے لئے مزہب اور بہتر ہے، کہ وہ سال میں پانچ دن سے روز روز رکھے س لئے کہ پادہ اس سے نور پینے پر وقت انوار کو قلم اس میں ان کی فکر میں جتا، بٹھا قلم یہ ہے کہ اس نے صافی و اخلاقی و وارثیہ پر، کئے میں مرتقہ کیا و شمس ان سے عاجز اور پریشان ہے اور یہ ماننے پر مجبور ہے، کہ وہ صحت سے لئے پیکر کھڑے بھی یہ ان کے بہت خواہ ہیں۔

یہیں اگر یقین کی جائے کہ ان لوگوں کی تعداد اس سال یا چھ سالوں کے درمیان ہر روز محض اپنی صحت کو یک کر لئے سے یہ و آسمان میں اس کی بنا پر تھک اور تھکے اور روز سے تھکے جو صرف معدہ کی اصلاح، صحت کے اصولی پاکیزگی شعاری کے بندہ سے رہتے تو ہم کو مغربی انداز ہو جائے کہ کرایے لوگوں و اس قسم کے روزوں کی تعداد دہانے کے برابر تھی۔ یہاں تک کہ پہلے کے روزوں میں بھی سب میں کوئی کیس و شامی نہیں ہوتی، ان کی تعداد میں کوئی خاص اضافہ ہو، کا، اور انہی میں اور اکتھادی روز و شرعی روزہ کی پانچست زیادہ آسانی کو رکھتا ہے اور اس میں اتنی غارت پانچ یوں کی بھی ضرورت نہیں۔

اس کے برعکس اُس رات روزہ داروں کی مردہ بنادی کی جائے جو روزہ کھنٹا لیتے دینی فریضہ سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور آخرت کے بدلے کی بنیاد پر رکھتے ہیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ ماریت کے خلاف اور دینی جذبہ کی ضعف اور افسردگی کے باوجود ان کی تعداد انکھوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہ دو لوگ ہیں جو شہید ترین کُرمی اور پیاس کی تکلیف کے باوجود کھنٹا لیتی احسان کی خاطر خوشدلی سے روزہ رکھتے ہیں اور ان کو عبادت بھی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایمان کی نظر میں ان دینی منافع اور فوائد کی قیمت (جن کا علم ہمہ جہت و ہمہ آراء سے فریب حاصل ہوا) ان معاشی طبعی فوائد سے نہیں زیادہ ہے۔ جن کا ممبر طبقہ، غائبوں اور اقتصادیات کے اہروں سے ہم کو حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کے متعلق ایسی ہیئتیں اور وعدے ان کے علم میں ہوتے ہیں جن کے سامنے روزہ کی معمولی تکلیف سادہ اور وقتی بھوک پیاس بالکل نفع اور ناکارہ نظر آتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مَنْ آمَرَكَ بِمَعْرُوفٍ نَهَىٰكَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَإِنَّكَ فِي طَاعَتِهِ" اور نیکی میں اُس سے لے کر ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے واللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سوائے روزہ کے اس لئے کہ بیشک وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا میری خاطر اپنا کھانا اور اپنی خواہش کسی سب چھوڑ دیتا ہے اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک رجب سے ملاقات کے وقت اور بیشک روزہ دار کے منہ پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہے۔

سہل بن سعدیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام 'ریان' ہے اس میں صرف روزہ دار بلائے جائیں گے جو روزہ داروں میں سے ہوگا، اسی میں داخل ہوگا اور جوں میں داخل ہو جائے گا وہ کسی پریشانہ ہوگا۔"

روزہ کی روح اور حقیقت کی حفاظت

اور اسجاہیت و سلبیت کا امتزاج

رمضان کی اجتماعی نوعیت اور معاشرہ میں اس کے رواج و عمومیت کی وجہ سے اس کا اندیشہ تھا کہ عادت اور تقلید اور رسم و رواج کا عنصر اس پر رفتہ رفتہ غالب آ جائے گا اور بہت سے لوگ شخص اپنی سوسائٹی اور ماحول کا ساتھ دینے اور طنز و ملامت سے بچنے کے لئے اس ذرے کے

اس پر ایمان نہ اٹھائی جا میں مراد مرگئے پر مجبور ہوں نے، یہ اتنا عزایت، وزنی ہیبت اور اندھونے کی نگاہ میں اس کی قیمت نے لٹھیں مارا قطعاً ہے ان کے اس فانی قول کے بہت سے وہ بدنی اعتراض و تہ صد یا ضعیف اور لغائی کے اصول کے لئے، ورنہ ان کے کہیں کے امر اس طرح سے کافی قطعہ ہی قوت ہو جائے گا۔

[illegible]

من صام رمضان يضاعف له حسنة ما عمل في غيره من الصيام

[illegible]

وَمَا يَمْشِقُ عَلَى الْيَهُودِ فِي هَذَا أَوْ عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ

ایمان و احسان کی تشریح ایک اور ہی حدیث میں یہ بھی کی گئی ہے کہ ایمان خورم و مال

میرٹھ میں عمر و بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایشیا
فرمائی: "پچیس شخصیاتیں ہیں جن میں سے سب نے اہل نبی کے مہینے میں ان کے لئے کسی ایک
شخصیت پر جس کو سب کی امید پر ہوا ہے جو شہرِ ثواب تصور ہے۔ ان کے یقین کے ساتھ عمل کیو
نکہ تم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آسمیٰ و ارضی میں داخل ہو گے گا شریعت اسلامی کے راز و کھ
دیت اور لکھائی اہل پرستی نہیں کی بلکہ ان کی حقیقت اور اس کی اصل کی طرف توجہ بھی پوری توجہ

میں نے صرف حائل پہنچے اور جنسی تعلقات ہی ویران نہیں رہے بلکہ ہم اس چیلنج کو برسرِ اور ممنوع قرار دیا ہے جو روزوں کے عہدِ صمدانہ مابقی اور اس کی حکمتوں و درمیان کی و غلطی فوائد کے سے مسترب، اس کے روزوں کو وہی تقویٰ، اس سرورِ پائے کی وقت و عبادت کے سے عبادت میں نصیب دیا ہے۔ اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کوئی روزہ سے پہلے نہ بدکاری اور فحش نہ کرے نہ شر و شر پہ کرے، نہ کوئی اس کو کالی دے نہ لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو یہ جہز کے میں روزوں میں ہوں یہ بھی ارشاد مبارک کہ اس سے عبادت گزار اور اس پر عمل نہ کرے۔ پھر آقا اللہ علیہ السلام کی کوئی حد سے نہیں کہ وہ پنا ماننا چاہیو۔ اسے اور جو عبادت کی اور مطلق کی روح سے خالی ہو و حرم ہو کہ وہ ایک ایسی صورت ہے جس کی قیادت نہیں اسے انہ سے جس کی روح نہیں، حدیث میں آتا ہے، آپ نے فرمایا کہ تکتے روزوں میں جس دن کو ان سے روزوں سے سالانہ بیاس کے پیکر بہت کم کم ہر تکتے اپنے عبادت گزار، جس میں وہ اپنے آپ میں میں شب، یہ روزے سالانہ چھوٹیں ملتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزوں کے عبادت ہے جب تک اس کو چھوڑنا ہو جائے۔

اسی روزوں کے فکلی امور اور کوم کا نام نہیں جس میں صرف کھانا پینے کی بات ہے، چغل دہی، زانی، جھگڑا، اور جی کی گلوٹی کی ممانعت ہو، رویت سے اس پر صبر و حکام کا بھی نکتہ ہے یہ عبادت و عبادت ذکر، آیت و تدوین، خیر خواہی اور خیر باپوری کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اس میں جو کسی ایک شخصیت اور ایک شخص سے خدا کا تقرب حاصل کرنا ہے وہ روزوں کے، ان کی فحش کے، نہ اور سمجھنے کے، جو اور اس میں فحش اور کفر کے کو وہ اس کی طرح ہو کہ جو فحشوں میں سے فحش نہ کرے، یہ عبادت کا نام ہے اور اور صبر کا بدل جس سے ہے اور گوارہی کا صبر ہے۔

یہ بات خالصہ النجفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو روزوں و روزوں کے لئے اس کو روزوں کے برابر کرے اس کو اور روزوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صفت میں آیت کی حفاظت اور اس کے استقامت کا جذبہ بھی پیدا کیا فرمایا ہے۔ آیت کی تامل و تصور بھی خدا علیہ وسلم سے عبادت ہے۔ لیکن آپ نے تین دن بڑھ کر اس

پوری زندگی عبادت ہے

الحمد لله محمدہ ومستعینہ ونستغفرہ ومومن بہ ونسئکل علیہ ومعوذ
باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یدہ اللہ فلا مضل لہ
ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشهد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ
ونشهد ان سیدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وذریئہ وارواحہ واهل بیتہ وبارک وسلم تسلیعاً کثیراً
کثیراً اما بعد! فل ان صلاحی ونسکی ومحبای وممانی للہ رب
العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین .

(اے محمدؐ! یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت۔ میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب
خدا کے رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا
ہے اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔

عبادت کا مفہوم:

حضراتِ مرامی! اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں عبادت کا مفہوم کیا ہے، عبادت کا
مفہوم ہے کہ کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق اجر و ثواب کے الالچ میں
کرم، جہود و مل جو اللہ کی خوشی کے لئے اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ کے حکم اور شریعت کے
مطابق اور اگر آپس کوئی سنت ثابت ہے تو اس سنت کے مطابق ادا کرنا، اجر و ثواب کی امید
پر، اور اس پر جو وعدے ہیں، ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے، وہاں یہ بات ہر
عادت کو عبادت بنا دیتی ہے اور یہ روح نکل جائے تو عبادت خالی عادت اور محض رسم، اور
نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

اللہ ایک جامع چیز ارشاد فرماتا ہے کہ کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ان صلاحی ونسکی ومحبای وممانی للہ رب العالمین

بے شک میری نماز، میری عبادت۔ میری قربانی، میرا جینا اور مرنا، سب اللہ کے لئے ہے جو

دب انجمن ہے۔

پہلے مذہب کی تقسیم یہ تھی (اللہ کی طرف سے تو یہ تھی) کہ مذہب والوں نے اپنے اپنے خطوط و مسائل اور اختلاف زمانہ مذہب مذہب میں تحریف ہوئی اور خارجی اثرات غالب آئے اور ماحول زمین و مسائل سے یہ فطرتی ہونا آئے تھے۔ انہوں نے اس دین کو قبول کیا، ان کی تہذیب کی تعلیمات، انہیں خود پورا مانگتے ہیں، (Athology) اور اس اثرات مذہب پر غالب آئے تو انہوں نے مذہب میں تقسیم کی کہ عبادت تو اللہ کے لئے اور باقی زندگی آزاد، اس میں جسکی خصوصیت ہو وہی مایہ جاکے کا جیسا کا انہوں نے اس پر چلا جائے گا اور اس میں ہمہ آواز میں ہے اور اس میں ہر دینی تربت کوئی اللہ یا انہی اور خوش کرنے کیلئے جس سے بد ضرورت ہو جائے گی۔

یہاں تک کہ پھر یہ تقسیم ہوئی (جس کو سبکی تاریخ کے یہ پرانا فقرہ یاد کرتا ہے) جو مذہب کا ہے وہ اللہ کو ہے اور جو قصہ کہ ہے وہ قہر کو ہے اور انہوں نے مذہب میں دوبارہ تقسیم کی۔ در خواہ ہے کہ "ملک اف افسمۃ ضیری" کہ مذہب اس تقسیم ہوئی تو اللہ کا حصہ نہ رہے گا، قیس کا حصہ زیادہ ہوئے گا۔ اس لئے کہ اس سے واسطہ نہ ملے گا اور اس کا اثر بھی رہتا ہے معرفت صحیح نہ ہونے کی بنا پر اور اس کے جو مظاہر ہیں، طاقت کے اور سلطنت کے اور روادار، یہ اور اس وراثی رکھنے کیلئے فائدہ بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے مادی نگاہوں سے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ خاص طور پر جیسانیت (جو اس امر سے پہلے کا مذہب سے آخری دینا ہے) مذہب و عبادت کے سبب تصور سے ملے میں محمد و زکریا و عیسیٰ اور ساری مذہبی و دنیا داری کی مذہب و پستی کی دولت پرستی کی طاقت پرستی کی زندگی ہو کر رہ گئی۔ اور ساری باطل اپنے معاشرہ میں اپنے حدود و جیسانیت میں (وہاں مذہب و عیسائی تھا کروہ) شہرے پہاڑ اور ارد گرد کے جس سے فائدہ نہ دیکھتے چار پیسے کا کرتے چاہے مذہب کے باطل خلاف ہو مذہب ایک نقطہ بن گیا سمجھتا سمجھتا جیسے سطح پر ایک نقطہ ہو، وہ نقطہ بن کر روکیا نہ بن گیا جس میں تو وہ جیسانی مذہب بن گیا تو صرف تواریک کے دن اور شہر کے پہاڑ بن گئے، اور وہاں بھی روضہ زیادہ تر توفیق میں یوں کروا کر طرح مینھو اور میں غریب افراد کو رکھ کر ہوں، پھر یوں کے سامنے اس طرح مینھو اور گھانا بن جائے ہو رہا ہے کہ نہ چھ جابا ہے اس کے اور اس کے بعد وہ بالکل آزاد ہو۔

[illegible][illegible][illegible]

”تک“ کا یہاں بھی بہت موقع ہے یہ نرم ویرہہ ”تھنی“ جو ایک دلچسپ اور نیا اور نیا لفظ ہے۔

[illegible]

اکالیٰ میں جاتی ہے اور وہ ایک اکالیٰ ہے۔ بتائی!

”لا ضرر لک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین“ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا شرم و یاس نہ ہو اور میں پہلا مسلمان ہوں اور پہلا سر جھکا دینے والا ہوں۔
یہ آیات بہت جامع اور اچھی زندگی کے اندر پورا دستور العمل رکھتی ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے مشعل ہدایت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق بخشے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

- مالِ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک ایسی جگہ چھنی ہے جہاں ہر مسلمان کو اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی استطاعت کے انداز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ جگہ تو ہر مسلمان کے لیے ہے، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔

اس مبارک مہینے کے آغاز میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی استطاعت کے انداز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا موقع ملے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی استطاعت کے انداز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا موقع ملے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی مرضی کے مطابق اور اپنی استطاعت کے انداز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا موقع ملے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لعلكم تتقون“

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

یہ رمضان المبارک ہے جو ہر سال آتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی میں عطا فرمائی ہے ان سے لئے ایک امتحان بھی ہے۔ امتحان یہ کہ جو چیز بابر بار آتی ہے اس میں آدمی کے اندر اعتداس پیدا ہوتا ہے اور صرف دنیا سے لاپرواہی کا طالب بن جاتا ہے۔ لیکن امتحان یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے لاپرواہی نہ کرے اور ان کے اندر عظمت و وقعت پیدا نہیں ہو پاتی اور جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں ان پر یقین نہیں آتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْسَانًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“

یہ بڑے سوچنے کی بات ہے اور یہاں سے تو یہ نتیجہ جائے اور پورے رمضان بھر اس

کو ذہن میں محفوظ رکھئے۔ یہ اللہ کا رسول اسی اللہ تعالیٰ کے حکم کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔

جو ہم کو دیکھتے ہیں مکرہ، زنی، خرافہ میں اس سے آپ نہیں کریں گے۔ تو سب میں رہو۔
 لہٰذا اہل بیت کو چاہئے یہ یاد رکھیں کہ اس کا مہم بھی ہے اور وسیع کا مہم بھی ہے۔ اور وسیع کا مہم بھی ہے۔ اہل
 بیت کی اس سے جامع اور ہر کام میں شغل سے ملنا، اور جو کرنا نہیں اس امتداد تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ہم
 اس سے نہیں کہہ سکتے کہ اس لئے نہیں کہ یہ ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے۔ وہ سب اس شعور کے ساتھ
 ہر چیز پر ہے تو انہی کی شہادت کے ساتھ میں آجمل ہو جاتی ہے۔ اور نہ شیعہ بے فکر کی زندگی رہتی
 ہے۔ انہی کو اللہ کے لئے پڑھیں اور وہ بھی اس سے ملنے سے کہتے تو اس اپنے ہی پتے سے کہ اس
 کے معنی بہت ہے تو یہ اس سے یاد رکھیں۔ وہ شعور جو اس سے چوڑی ہے۔ اس کی تہذیب کے ساتھ
 میں آجمل ہو جاتی ہے۔

اس میں سے آپ یہ چیز لے کر پائیں کہ وہ مکرہ کتاب ہے۔ ان کی زندگی کے لئے اس سے
 سب کا سامنا ہے۔ اہل بیت کو چاہئے کہ یہ ہم تکھے میں پریشان ہیں۔ اس میں صبر ہوتا ہے۔
 آپ بجا شہادت سے ان سے ملنا ہے۔ وہ ان کے لئے ہے۔ ان کی شہادت پر وہ ہے۔ ان کی شہادت میں ان کی خاص
 تواضع کرتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی رعایت میں ہے۔ اس سے کہ اللہ دے جس پر اللہ ہے اور اللہ ہر سب
 سے ملے۔ وہ علم کی بات ہے۔ آپ یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو پوری زندگی پر ان کی چار چاندنی ہے
 اور ان کی دلایہ ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اس میں معلوم ہو کہ آپ اللہ کے ساتھ
 جو نہیں لے رہے۔ آپ قدر کے کی یہ چیز میں اس لئے کہ ان کا ایمان اس لئے کہ ان کا کہنا
 دیکھنا وہ ان سے نہیں کر رہے تھے۔

یہ کہ ہے رضوان اللہ علیہ اجمعین کا چہرہ اور شہید محمد بن ابی بکر کی اپنی اہل بیت رضائے الہی کی
 دعوتی ہے۔ اپنے آپ کو رضوان اللہ علیہ اجمعین میں سے فداء فیما القلم لساناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم
 من قبلہ و ما بعدہ۔ اور اللہ اس پر غفر کی کہہ سکتا ہے۔ اس کے لئے اس کی بات ہے۔ "غفر لہ ما تقدم
 من قبلہ و ما بعدہ" کی کہہ سکتی ہے۔ یہ کام بھی آتی اپنی خواہشات سے کہہ رہے ہیں۔ اپنے نفس کو اللہ اور
 انوار میں متعلق سے کہہ رہے ہیں۔ اور ان کی نہیں جو سکا تھا۔ انہی کو ہی اللہ نے یہ بھی بت دیا۔ ان کی
 ہے اور ان کے لئے۔ یہ سب ان کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اس میں رضوان اللہ علیہ اجمعین کا کہنا ہے۔ آپ
 کے لئے اور میں اس کو کہہ رہا ہوں کہ یہ اللہ کا پیغام ہے۔ آپ کی زندگی کے لئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

دینی سرحدوں کی حفاظت

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. آمين فاعوذ

سأله من الشيطان الرجيم **بسم الله الرحمن الرحيم** يا أيها الذين آمنوا

اصبروا وحاصبروا اور بطور انصاف تم کو قتل کروں

اسے وہ لوگ جو ایمان لانے سے ہیرے کے کام نہ لیں، صبر کی نعمت اور اس کا ماحول پیدا کر دے، ایک دوسرے کی ترغیب اور تلقین کروا دے، جعدوں کی نعمت تسلیم کرتے رہیں اور اللہ کو حاضر و غایب سمجھ کر کما کر لیں، تم کما میاب ہو اس نیت میں جو پہلے علم اور ایمان کی غلطی سے وہ یہ کہ ایمان نہ ہو اور صبر نہ ہو، کام لیں۔

ایک زبان سے کوئی لفظ جب دوسری زبان میں جاتا ہے اور وہ بہت سے سفر کرتا ہے تو وہ غریبانی بھی ہوتا ہے اور نہ کوئی بھی۔ یعنی وہ لفظ بہت دور سے آتا اور بہت دور نکلتا اور لوگوں میں پھرتا ہے تو اس کے معنی میں بے تفریق آتا ہے یہ کوئی محدود ہو جاتا ہے جس پہلے وہ لفظ بہت متبع و تابع پر محیط اور نہ کوئی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔ لیکن بعد میں اس محدود و محدود جاتا ہے اس لحاظ میں حیر کا نفاذ بھی ہے۔ پس تھے۔ تاحق تصویر کی حق حتمی ہوئی لیکن اس نے صبر سے کام لیا وہ یہ کہ صبر سے معنی یہ سوال ہے کہ اگرچہ صبر نہ پائے تو وہ کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو کوئی طریقہ ہوتا ضبط کرو زیادہ روئے جو وہ نہیں اور اپنی شکایت نہ کرو لیکن عربی میں صبر کے معنی اس کے کہیں زیادہ مستطاب ہیں صبر نے معنی ہیں۔ حیر جان اپنے رہنا اور متاثر ہونا اور اپنی جلد سے نہ ہٹنا۔ اپنے اصولوں کو نہ چھوڑنا۔ پھر میں نے بعد ازاں حیر کا لفظ ہے صابر اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو صبر کا معنی اس کی قضا اور رعیت پیدا کرنا۔ جسے کوئی بہت بڑا شامیانہ دیتا ہے۔ اگر تھوڑے آدمی ہوں گے چھوٹا شامیانہ ہوتا۔ اگر کئی آدمی ہوں گے تو بڑا شامیانہ ہوتا۔ اچھے تعان۔ لیکن فرمانے کے صبر کا لفظ بڑا شامیانہ بنا دیا کہ سب نے مدح پر ہوتا ہوا

اس کی ترغیبات والا نہیں اس کی زبان اس کا قانون تھی کہ کھانا کھو مت، پیو مت میں جہد ملی ہوئی تھی ہے، میں کسی ایک ملک اور کسی ایک زمانہ کو توئی نہیں کہتا میرے سامنے تو پوری تاریخ ہے کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے جب اپنے دین پر کھانا کرنا مشکل ہو یا تاب نہ دے مرنے کا وقت اس کو اپنے سینے میں اغراض ہوتے ہوں کہ حصول کے لئے اور اپنی طاقت میں آئے اور اپنا حلقہ چارے اور ملک پر حکومت کرنے کے لئے یہ شش، آتی ہیں کہ مسلمان اپنے دین سے ہٹ جائیں، ان سے کابلہ لیا جاتا ہے کہ ہماری دیوبالی قیوں، دیوانہ اور غرض کے متعلق اپنے رویہ میں تبدیلی نہ لائیں، دین کا مطالبہ یہ ہے کہ جان بچلی جائے مگر دین میں نہ بھارت قبول نہ کریں، دین کی حفاظت میں انگریزوں اور دیگروں نہیں اٹھوں جائیں بھلی جائیں اور حرمات میں قربان ہو جائیں تب بھی کوئی پروا نہیں کہ وصل چیز جس سے قیور اور قیامت میں واسطہ پڑنے والا ہے وہ کئی دین ہے وہاں تو یہ پوچھنا ہے کہ کیا کہا، ارب دن ہے تمہارا دین کیا ہے اور یہ منظور سلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں قبر میں یہ کام نہیں آئے گا کتا پے فلاں کے بیٹے ہیں اور انکو اسے پان میں کسی میں پہنچانی یا یہ سستہ حکومت کے کورز اور حاتم ہیں، اس طرح آپ نے دین میں بغیر کونے سوار ہو کر میں ایذا کاٹ کھنڈر ٹکٹے مانگے تو آپ یہ کہیں گے کہ تمہارے پاس انجی ٹری اور چھاسارا، سامان ہے، ہم فلاں کے بیٹے اور فلاں کے پوتے ہیں میں آپ کے اس جواب سے کوئی فائدہ نہ ہو گا وہیں تو نعمت کا سوال ہو گا کچھ حال اس طالب علم کا وہ ہے جو امتحان میں پڑ چکا صحیح جواب دیتے ہیں تو کامیاب نہ پڑتا ہے، قبر کا بھی کہیں حال ہے، جہاں اپنا دین اور اپنا ایمان کام آتا ہے اس دنیا کا بھی کہیں حال ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ یہ عمارت دین پر کتنا قائم ہے اور اس کے لئے کس نے تقویٰ قربانیاں دی ہیں اور تقویٰ ضیعی اور استعجال کا ثبوت دیا ہے۔

تو سب نے چہاں جواب دیا ہے کہ میرا ضبط ہے گا اور دین پر مضبوطی ہے، جسے دے، دوسروں کو بھی تھا سہ اور جہاں دیکھو اور ان کو صبر کی باتیں ترغیب دو۔ یہ اس طرح حاصل ہوگا کہ پہلے خود علم دین حاصل کریں اور اپنی اور اور بھی دین کا علم، اس اور اس کی فکر کریں کہ ان کا دینی عقیدہ کھینک ہے یا نہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کو پہچانتے ہیں، یہ نہیں کہ بچوں کی ترقی و خوش حالی اور دولت مند خاندانوں میں ان کی شادی کر دی جائے اس کی وجہ سے یہاں کوئی قیمت نہیں، اگر آپ نے اپنے بچوں کو دین کی تعلیم نہیں دی، اسے دنیاوی کام یہ ہے کہ اپنے

پھر کسی دینی تعلیم پر ہیست کا اہتمام نہیں اور اس کی راہ میں آجھڑی دینی پڑا۔ چوتھوہ و مول
 چنانچہ سے تین ہمت سے کام لیا اور اپنے بچوں، گھر والوں اور محلہ والوں اور اس سے بڑھ کر کاؤں
 والوں اور قرب و جوار کے موصوں کو گھوم پھر کر دین کی تعلیم دے کر لیے تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا
 ٹھکانہ رابہا ہے کہ جو نعمت اور دولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے اور جتنا دین آپ
 پانے ہیں وہ دوسروں کو بھی دے دیے۔ اس وقت سب سے زیادہ وہ دولت اس بات کی ہے کہ
 قرآن مجید اور ادب پر پڑھے بغیر بچوں کو سنبھالنا ہیستے چاہئے اور آپ کو سمجھا دیں کہ یہ
 کیا جانیں کہ کیا کہیں سے ان کی کالی زبان پر چاہئے ان کی کالی دھڑلے دھڑلے سے
 سنوں نیچے نہیں خدائے یہاں آپ ۱۰۵ برس پہلے اور ان کا چھوٹا بچہ اور بچوں کو دے کہ
 نہیں خدا کا دست قدرت اور دست غضب نہ دلو اور آپ کا دامن نہ ہو کہ یہ پڑھا تھا اپنے
 بچوں کو اور کیا کھایا تھا ان کو۔

آپ یاد رکھیے کہ دینی تعلیم کے بغیر ہندوستان میں مسلمانوں کا رہنا ممکن نہیں ہے۔ دنیا
 میں جو چیزیں اثر ڈالتی ہیں اور ان کے ماتے ہوتے ہیں تعلیمی طاقت، لسانی طاقت، ادبی
 طاقت، قانونی طاقت اور حکومتی طاقت کے اثرات اور نتائج ہم نے دیکھے ہیں لیکن دینی تعلیم
 کے بغیر ملت سماج، امت اسلامیہ بن کر ہندوستان میں نہیں رہ سکتی اس لیے ہر قیمت پر اپنے
 بچوں کو خیر افرو پڑھائیے، تارویں اور ادب پڑھائیے، سائنس اور حساب پڑھائیے لیکن دینی اور
 بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دین کی بھی تعلیم دیجئے مسجد مسجد اور گھر گھر اس کا انتظام
 ہونا چاہئے اس تعلیم کو خوب چھائیے، دُور دین کی تعلیم کو آپ پڑھائیے گا نہیں اس کو بائرنکس
 میں بند کر کے رکھیے گا تو پھر اس کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا کہ کہیں سے کوئی لوگوں کو اس پر
 ڈاکہ ڈال دے لیکن اگر آپ نے اپنے آپ کی پاس کے ماسول کو بھی رکھا دوسروں کو بھی اس دولت
 میں شریک کریں گے تو دوسرے بھی اس کو عزیز رکھیں گے اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کریں
 گے۔

اب جو زمانہ آ رہا ہے کہ وہ نیا زمانہ ہے، اس میں نئے انتخابات ہوں گے نئی حکومت بنے
 گی اور جو لوگ حکومت بن سکتے ہیں وہ قانون بھی بنائے سکتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو نئے
 خطرات اور نئے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا اور دوسروں کو بھی صبر و استقامت کی

”تقین و ترتیب اپنی ہوئی، ٹرانس نے اخلاص و انتقام سے کاشیت دیا، ورنہ اُن کا طائفہ، مانا نہ صحرا
 تر سارے ہم کیے آ کا میری مہرے کہ مہرے کی تقین آ کر سہ ماہوں نے سہ ماہی قہیر نے
 معاملے میں کوئی نہ تو سہ ماہی سے مسلمان بن کر اس ملک میں نہیں رہ سکتے، کسی اور چیز کا
 خطہ ہم نہیں بتاتے، حالانکہ کوئی مٹا نہ جائے، جانوں کو بھی مانتا ہے، غیر مسلم بھی آپ سے اپنا
 لگاتے ہیں، تقین اللہ اور اس کے رسول نے یہاں آپ مسلمان نہیں سمجھے، جنہیں کے دورا، سارے
 اور سہ ماہیوں کے دفتر میں آپ کا، مہرے نہیں لگتا ہے۔“

و اما علیہا ۱۰۱ جارج امین

ان باتوں کا خیال رکھیں تو پوری زندگی
عبادت میں مشغول رہیں گے

بِحَمْدِهِ وَنُصِي عَمِّي رَسُولُ الْحَقِّ مَا مَعَهُ الْغَايَةُ عَالِمٌ مِنْ سَيِّدَانِ

البر جيه • يسبح الله ابراهيم الخليل عليه السلام

حضرت نے فرمایا۔

پہلے ہمیں جو تصور ہوئے محو پر ہیں یہ نہ ہونی چاہیے۔ حقیقت ہے کہ ہمیں غمگینوں سے، بلکہ اپنے
محکم مضابطہ کے عروج پر ان بھائیوں کے لئے جو آئے ہوئے ہیں، درگاہان اور قیامات میں بھولی
میدانوں کی گھڑاؤ کی۔ نہ چاہئے کہ وہ اپنے لئے یہ کہ جہان سے آئے ہوئے ہیں، نہ چاہئے کہ وہ
اس سے روٹنا ہی ترقی کر لیں۔ اللہ سے تعلیق ہوئی ہوئے، اور ان سے تعلیق چھوڑ دیا، اس میں وہ
تجربہ کرنا ہی ہیں جو بھی ہیں، اور وہ ہی ہیں، نہ کہ ہیں۔

[illegible]

یہ معاملے ہمارے مالا غور سامنے ہے۔۔۔ اور یہ تجویزیں ہمیں حق اللہ کے لیے، اور
مسلمانانِ حق کے لیے غلط نہیں لگتی۔

كَبَّ تَوَكُّمَ الْجَسَادِ مُعَا فَكَبَّ عَنِّي الْيَدِ مِنْ قَبْلِكُمْ

[illegible]

نہیں یہ اور گل و غنچہ، کتابی کے سوا کسی اور فنکار نے جو آفات و دوائی کی موت میں نہ کسی حد تک اسے (مطلوبہ جو کہ دو سو سے زائد پرچے، انٹیلیکٹس کے ہیں) اکٹرا کر میں نے دیکھتے ہیں تو اس سے بڑے دھڑلے اور زیادہ افسانہ لکھنے کے میں نے دیکھ کر آفات و دوائی کی موت میں نہیں آتا۔

تائید پر تکیہ ہے اس لئے کہ قسمت ہے اور اس کے نجات دہ ہے۔ اسی لئے کہ
یہ کتاب ہے کہ جس میں ہے کہ حق ہے جس میں ہے کہ حق ہے جس میں ہے کہ حق ہے
اس میں اس کے مطابق ہے۔ اس کے مطابق ہے۔ اس کے مطابق ہے۔ اس کے مطابق ہے۔

ہے۔ علامہ غلام غوث میر آغا ہے۔ جب آملی چشم گزرتا ہے، ماحول و محو ہوتے تو اس کے ساتھ ہی جو ہاتھ لے گئے ہوں وہ سب کے سب اس نے ماتم، یہ پائی ہے۔ خرمی قنبرہ کے ساتھ وہیں جاتے ہیں۔ اس سب کچھ کرتا ہے تو رہا ہی سے جو کاماؤں نے ہیں وہ سب محاکمہ آپ سے ہیں اس کے لئے۔ یہ پائی ہے۔ قنبرہ کے ساتھ

حضرت مولانا صاحب دہلی لکھتے ہیں کہ "میں نے اپنے ہر طالب علم کو یہ تلقین کی ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس سے دعا کرے کہ وہ اپنا کمال حاصل کر سکے۔"

مکہ میں جانا، قازان کا نظارہ میں بیٹھ کر سب مذاہق پر اس کے علاوہ کسی صورت پہلی سے فوقیہ اور غلامی اس کے ساتھ اخلاقی، تعلیمی اور تمدنی مسائل میں بھی یہاں تک کہ تمام مذاہب کے علماء نے اس میں شیعہ حصہ لے لیا۔ ہم مقرر قوت آئے، ہم پر جس نے حضرت علیؑ و شیعہ فی الجملہ۔ ہاتھ کتاب میں ہم نے بھی وہی جو اسے ملتا ہے، یہاں پہلے کی بات ہے، اُن کے لئے ہے، جب سے وہی سنبھلا ہے (جب سے وہ جو پہلو پہلی ہے) اس وقت تک پہنچنے میں ہم میں ہوتے بھی تھے۔ ہمیں مصر میں بھی ہم میں یہاں میں وہی جس میں اور جیسے جیسے وہی جس میں وہی اشیاء ہوتی، کوئی خاص اصول، جو یہ بھی کہیں اپنا امتلا اور چھوٹی دیکھ کر پہلی نہیں لکھا، انہی سے ملتا تھا، جس میں مدافعی کے اور اُن کے ابلیت کے ہی۔

[illegible]

جہاں تک انسان کا چاہنا ہے۔

یہ تین چیزیں ہیں جو رہائی کے لیے ہر انسان کے حالات پر منحصر ہوتی ہیں۔ ان کا پورا کرنا ہوتا ہے۔
 پہلی چیز، ایمان ہے۔ ایمان اور یقین کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 دوسری چیز، عمل ہے۔ عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 تیسری چیز، اخلاقیات ہے۔ اخلاقیات کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ اخلاقیات کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔

وَمِنْ يَعْظُمُ شَعْنُهُ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُتَّقِينَ

جو انسان کی بات نہ ہو، اگر وہ ایمان نہ کرے، تو اس کی نصرت نہیں ملے گی۔

یہ دو چیزیں ہیں، ایمان اور عمل۔ ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ ایمان کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔
 عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔ عمل کے بغیر انسان کو کبھی نصرت نہیں ملے گی۔

اور جو کام ہم کرتے ہیں، ان میں سے کچھ ایسے کام ہیں جن کو ہم نے پہلے ہی سے کرنا شروع کر دیا ہے۔
 ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں نصرت فرمائے گا۔ ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں نصرت فرمائے گا۔

وَمِنْ يَعْظُمُ شَعْنُهُ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُتَّقِينَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں پر ایک نظر قلب پر تین اثر

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

اس وقت کہیں مسلمانوں کی تعداد سن کر، اور ایک جگہ ان کا کوئی مجمع دیکھ کر وہ پر تین قسم کے نہایت مختلف اثر ہوتے ہیں۔

۱۔ مسرت۔ ۲۔ حیرت۔ ۳۔ مسرت

مسرت :

اس کی کو الحمد للہ ایک وقت تھا کہ رونے زمین پر کل گواٹھیوں پر چٹے چلتے تھے اور یہ وہ تھے جو ساری دنیا کی اصلاح کو ٹٹکتے تھے اور پوری امت کہلاتے ہیں۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس فاعززون بالمعروف و تنہون عن
المنکر و انو متون بالحق

قرن وہ بہتر سہ متوں سے جو بھیجی گئیں عالم میں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور جن کو قرہی زمانہ میں زمین کا نقشہ اور قوموں کی تقدیریں بدلتی تھیں اور جنہوں نے اس تعداد پر خشکی اور تری سے دشمنی مولیٰ تھی۔
ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تین مرتبہ مسلمانوں کو شمار کیا گیا پہلی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد ۱۵۰۰ دوسری میں ۶۰۰۰ اور ۳۰۰۰ کے درمیان تھی اور تیسری مرتبہ شمار میں مسلمان ڈیڑھ ہزار تھے تو پھر اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اطمینان کی سانس لی کہ اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں، اب ہمیں کیا ڈر ہے؟ ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم ایک ہزار پڑھتے تھے اور پھر بھی ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہا تھا۔

ہم حال شکر کا مقام ہے، اور اللہ کا احسان ہے اور یہ احسان اس نے ایک جگہ جمایا ہے۔

و ذکیر و اذا نسف فہیں مستضعفون فی الارض و العیون اور بنحیثکم
 ادم و اولادکم و ایدکم نصرہ و روز ذکیم من انطینت فعلنکم تسکرون
 اور باور آئے اس وقت قرقور۔۔۔ تھے صبر بہ پڑا۔۔۔ دے ملک میں رہتے تھے۔ یہ
 اس قمریہ نے پھر اس نے قمریہ کا یہ اوقات ولی قمریہ کی وجہ سے مہر اس قمریہ کا
 بنی بنی تاہم قمریہ۔

ایک ہی نے پھر قمریہ کا یہ اوقات ولی قمریہ کی وجہ سے

و اذکمر و اذا کنتم قلیلاً فکفرکم

اور باور آئے اس وقت قرقور۔۔۔ تھے قمریہ کی وجہ سے

آئی۔۔۔ ایک ہی نے پھر قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 امور میں نظر آئی ہیں ان سے بہت کم اور ایک ہی نے قمریہ کی وجہ سے
 قمریہ کی وجہ سے۔۔۔ اس کے ذریعہ قمریہ کی وجہ سے
 نہیں قمریہ کی وجہ سے۔

ایک ہی نے پھر قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 میں نکلتا قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے
 میں علماء اور ائمہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 میں قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 سے قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے

حیرت:

اس کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے
 قمریہ کی وجہ سے قمریہ کی وجہ سے

بدل دی پھر دیکھتے دیکھتے اسکی کاپی ایلٹ ہوئی کہ جہاں سے پہلے تھے اس سے بھی پیچھے بہت گئے
وہ تیار چیز تھی جو آئی اور مٹی ا حیرت اس کی ہے کہ جب وہ مٹی بھر تھے، ایک ٹھہر بھر بھی نہیں تھے تو
بڑا بڑا پتھر چھوٹے ہوئے تھے۔ ہوا کی طرح کوئی جگہ ان سے قائل نہیں تھی اور جب مورد مٹی کی
طرح ہوئے تو ان کا نشان نہیں ملتا۔ سب سے بڑھ کر حیرت اس کی ہے کہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ
مسلمان کہلاتے تھے، اور یہ بھی کہ جسے کہ مسلمان کہلاتے ہیں، حیرت ہے کہ یہ یہ محمد جو دنیا میں
سب سے زیادہ بے ظلم و مظلوم نظر آتا ہے فکر و تردید اس سے کوسوں دور معلوم ہوتا ہے جس کو
ظلم برائیا کے ہر کام سے فراغت ہو چکی ہے یہی حقیقت دنیا کی سب سے بڑی سراں بارہا مہر دار
مور مصر و قادقو م ہے جو دوسرے زمین سے برائی اور بد اخلاقی دور کرنے اور ظلم منہ سے
لے لے کر انکی کی اشاعت و مظلوموں کی حمایت ان کی حفاظت کے لئے بھیجی گئی ہے یہاں پانا کام فخر
کر چکے کیا دنیا سے برائیاں اور بد اخلاقیوں دور نہ چکیں، کیا اب کسی پروردگار خود اس پر ظلم نہیں ہوتا
کیا جن کے پیروں پر فائز تھے۔ سرست، لہجوں پر کام افی کی سکر اہست آ نکھوں میں شامانی کی
چمک ہے، دنیا کی وہی سب سے بڑی مصیبت زدہ اور بد بخت قوم ہے جس پر روز بروز زمین
ثقل ہوئی جا رہی ہے اور جس کے وہ ملک ہاتھ سے نکل گئے جو دل کے ٹکڑوں اور اول د سے
بڑھ کر تھے، جن کے ایک ایک ہاشت کی قیمت مسلمانوں نے خالد اور ابو عبیدہ... و حدود محاذ
طارق و محمد بن قاسم و نور الدین و صلاح الدین کی جان اور خون سے ادا کی تھی جن میں کا ہر ایک
اس وقت کل مسلمانوں سے زیادہ قیمتی ہے کاش کہ ان میں کا ایک ہی ہوتا اور ان میں کا ایک بھی
نہ ہوتا۔ کیا یہ وہی قوم ہے جن کی عزتیں، جن کی آبرو، جن کے نبی کا ناموں اور جن کے شعائر
وئی کسی وقت محفوظ نہیں رہے اور جن کی زندگی اور موت جن کے قلب اور دماغ اور جن کی اولاد بھی
دوسروں کے ہاتھوں میں رہ چکی ہو یا ہو۔

کیا یہ وہی چہرے یہ شاہد ارد ہادقاہ صورتیں۔ یہ پارعب جسم وہ ہیں جو تجزیہ کار دشمن
دست کی نظر میں حقیر، پتھر و بے رعب ہیں۔

وَادِرَاتِهِمْ تَحْجَبُ اجسامہم وان یفلو اتسمع لقولہم کاتہم
حسب مسئلۃ یحسبون کل صیحة علیہم .

اور جب تم ان کو دیکھو گے ان کے جسم پر سے نکلے معلوم ہوں گے اور جب یہ کلمہ کہنے

تکلیف کے تو کو کتنا کرا کر رہنے لگو۔ لیکن ان کے حقیقت کیا ہے، جو کہ یہ ٹیک لگائی ہوئی سزیاں ہیں یہ آواز آواز اپنے خلاف ہی نکلتے ہیں۔

۱۔ یہ جو کلمہ ہے سے کادھانہ پہنچا دینا چاہئے جس سے وہ چلے جائے، یہاں سے باہر جاتوں میں اور حالتوں سے باہر باتوں کی طرح لڑ چکے ہیں اور لڑتے رہتے ہیں۔ یہ کلمہ ہے۔ سے کادھانہ پہنچا دینا چاہئے جو کہ ہیں لیکن ان کے دل باگلا لگ لگاتے ہیں۔

نحسبہم جمعہا و قہو بیہم ہستی

تجربان و انکھا تجھتے آواز و انکھان کے دل طے ہیں۔

کیا وہ قوم فی سرت تک بھی کبھی مسرور و مطمئن نہ ہوتی ہے اس کی تاریخ میں ایک مرتبہ بھی یکن کا واقعہ ہو چکا ہو اور جس کے بعض اور دوسرے مرتبہ بھی ایسی کن بن چکے ہیں۔

یہ وہ قوم المینان کی سرتس لے سکتی ہے جو اپنے نبی کی نصرت،

آخر جو الیہو ذو النصاری من جبرہ و العرف

(یہودیوں اور مسیحائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔) پوری نہ کر سکتی ہو۔

کیا وہ قوم جس کے اذکار و الحاکم مسابہ اور مآثر و مشاہدات ہوں، اور دوسری زمین اور قومی دیگر پر دوسرا کا قبضہ ہو جائے کو کچھ با اختیار سمجھ سکتی ہے۔

حسرت :

ہفتا سم ہوتا ہے، جسے نبی انھوں سے پر اسے سمجھتے جاتے ہیں اور دل کی حالت ہوتی جاتی ہے، اکثر اطمینان کے بجائے حسرت اور حسرت کے بجائے حسرت ہوتی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے

تو نعمون ما اعلم لف حکنہ قلیلا و لکیتمہ کثیرا

اگر تم وہاں جاتے ہو تو تمہارا ہنسے روز یاد رہے۔

آپ جب دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف سے مرد کے جوان تو ان کا مدرسہ سنت ہیں اور پوتے ہیں تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بوجہ ہے جس میں اس کا سہارا اور آنکھوں کی خفگی ہے، ان کو کچھ کراں کا دل باغ باغ ہو جاتا ہو گا کہ جو ہمارے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا وہ میری زندگی میں پھل پھول رہا

ہے، ایسے اقبال منہ تھوڑے ہوتے ہیں، اس کی منہ ٹھکانے ٹلی ہوئی ٹنگر جب دوپہر مردن کو دیکھتے ہیں تو اس پر کمرہ دھاتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی مرتے ہوئے ہے۔ اسے ملنے میں پانی پٹکانے کا روادار نہیں، وہ کہتا ہے کہ کاش کہ یہ نہ ہوتے تو یہ نہ رہتے تو نہ ہوتی کہ مر کر کے بھی میرے نہیں۔

یہی حالت اس وقت بھڑکی ہے، اسلام جب اپنی اوار پر نظر، انسانیت کو کہتا، بہت ہیں ان کو کم سے ہوتے تو ان سے بہت تم بھی کافی تھے، یہ سب میرے ہی نام سے پڑنے جاتے ہیں، اور میرے ہی کہلاتے ہیں، لیکن ان میں سے میرے کام کے تھوڑے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ان تھوڑوں پر پروہن ہوا ہے، عیب پیچھے ہوئے ہیں، اگر وہ اٹھ جائے تو آنکھیں دیکھیں کہ کمزوریوں کا، ان کا عیب کا اور دشمنوں کا باز اور میلہ کا ہوا ہے، اور بن زرق، بنی لباسوں میں بہت جو نور اور درندہ ہیں، لیکن اگر جوہری آنکھوں پر پروہن ہوا ہے تو عالم الغیب تو دیکھ رہا ہے، دیکھ رہا ہے، لیکن، مانتے نہیں، چاہتے، وہ دل اور عمل دیکھتا ہے۔

وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ انسان نہیں انسانوں کا نور اگر نکلتے ہیں، جن میں دانے اور کام کے موتی بہت تھوڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم پر تو میں اس طرح تنہا ہو جائیں گی جس طرح تمھارے دانے اٹھن پر لوگوں نے چوچھنا، رسول اللہ ہماری تعداد کی کمی کی وجہ سے کم فرمایا نہیں، تم بہت ہو گے، لیکن تمہارا رب ان کے دونوں سے اٹھ جائے گا، تم سب کے گونے کر کے کی طرح ہو جاؤ گے۔

یہ تو اللہ دیکھتا ہے، لیکن ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ

۱۔ ان میں سے بیویوں وہ لوگ ہیں، جو کلمہ کے معنی نہیں جانتے اور شرک و توحید و رسالت کے متعلق میرے سے ان کا کوئی عقیدہ ہی نہیں، ایسے کثرت سے ہیں جن کے دل میں توحید پوری طرح سے نہیں، حتیٰ کہ شرک سے ان کو کوئی نفرت ہے، ایسے بھی کچھ ہم نہیں کہ قرآن مجید کے مطابق صریح شرک و بت پرستی میں مبتلا ہیں۔

۲۔ ایسے نکلروں ہیں جو سلام کو بالکل نہیں سمجھتے نہ کبھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان کو اسلام یا اسلامی نام گھر کے سامان اور دیانت کے ساتھ باپ دادا کے ترکہ میں ما ہے اس کے متعلق ان کو اور کوئی غم نہیں وہ نہیں جانتے اللہ ان سے کیا چاہتا ہے، اسلام کے کیا

حقوق اور شرائط ہیں اسلام نے ان کی زندگی میں کوئی درستگی یا غرق کیا نہیں۔

۳۔ ایسے بہت ہیں جن کی زندگی اور موت کسی طرح اسلامی نہیں، اور ان کے رسم و رواج شادی، جہن، تہن و معاشرت، وضع قطع نشست و برخاست، معاملات و تعلقات کسی سے بھی کوئی من کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔

۴۔ ایسے آئے ہیں جو کسی معنی میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے لئے مشیہ نہیں اور ان کا ہونا خداوندی ہے۔

۵۔ ایسے بہت ہیں کہ ان سے اسلام کے مسلمانوں کی شہرت و عزت و کامیابی کو نقصان پہنچ رہا ہے ان کو دیکھ کر اور ان کے ساتھ رہ کر لوگ اسلام سے بد عقیدہ اور کفر بھی مہرہ ہو جاتے ہیں۔

۶۔ بہت سے ایسے ہیں جن کو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلامی شعائر اور مقامات مقدسہ کی بے رحمی کے لئے عفت اور بہت تھوڑی قیمت پر بروقت استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ ایسے بہت زیادہ ہیں جن کو اسلام کے ساتھ کوئی محبت و ہمدردی نہیں، انکو ان کی مشکلات و ضرورت کا کوئی غم نہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کہاں کہاں بستے ہیں اور وہ ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔

۸۔ ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں مسلمان کہلا نے سے شرماتے ہیں اور مذہب پر ہنستے ہیں۔

۹۔ ایسے بہت ہیں جو اپنی اور مسلمانوں کی حالت پر قانع ہیں۔ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور ترقی کے دیکھنے کا کہیں کوئی شوق اور ارمان نہیں ہوتا اور نہ ذلت سے کوئی تکلیف ہوتی ہے ان کو یہ چیز کوئی غیر معمولی نہیں معلوم ہوتی۔ بہت ایسے ہیں کہ خود اپنی نظر میں ان کی کوئی عزت نہیں، وہ اپنی قیمت نہیں جانتے، اپنی تاریخ اپنے ماضی اپنے اسلاف اور بزرگوں سے بالکل ناواقف ہیں وہ کسی وقت ان پر غرور اور اپنے اسلام پر شکر نہیں کرتے اور نہ ان کو ان کی پیروی کا شوق اور نہ کھوئی ہوئی چیزوں کا افسوس، ان کے سامنے اسلام کا کوئی اصلی نمونہ اور اس کا کوئی بلندہ مثال نہیں، اس لئے وہ سست، دل شکستہ اور مایوس ہیں۔

۱۰۔ اکثر ایسے ہیں جو محض دیکھا دکھی طور کی مسلمان ہیں۔ اس لئے ان کو اسلام کا علم

ہے۔ اناس پر فتح و فخر ہے نہ کہ میں میں ان ذوقی کھٹک ہے اور ان کے اخلاق و اشیاء میں ان کے
تور و زبانت اثر ہے۔

یہ ہے۔ اسے مجمع کو کچھ کر یہ فطری ہو تحقیقت میں؟ کل جہاں مسلمان جمع ہو جائیں
وہاں علامہ امام ربیع کا حجاب نہ لگائی اور دیکھی اس میں کچھ نہ لگے کیونکہ وہ اس کا حجاب نہ لگاتے۔
مکرم

یہ دیکھ کر حجاب نہ لگاتے تھے

حجرت ہے:

اب اس بات کو دیکھتے ہیں کہ بعد میرت میں کیا ہوتا ہے۔ تو وہ لوگ اس
وہ لوگ بھی ملے رہیں۔

ان فی ذلک لعبر فلا تنس الا بصر

آئیے ہم بتا دیتے ہیں کہ اس کے پہلے نمونوں سے سب

اور میں پہنچنے کے تھے اور تم میں پہنچ رہے تھے

۱۔ تم اس قدر کہیں اور زمین پر بھارتی زور ہے توں۔

۲۔ جو کہ وہ شاہزادوں پر ملاحظت کرتے تھے۔

۳۔ میں ملا۔ وہ اور ملا۔ وہ کی تھی کہ اس کے سے اس کے ذوقی ہے۔

۴۔ سمجھ رہے تھے اور سب کچھ نہ لگتے۔

۵۔ امام سب کچھ تھے اور کچھ نہ لگتے۔

۶۔ مہاجر کی مہاجر تے اور اطمینان سے اس کے ذوقی تھی اور اثرات اس کے نہیں ہوتے۔

۷۔ یہ دیکھ کر غمت و غم و فکر و پانی کے سے لڑتی ہے اور اس کے کئی بھی لگے ہر مہاجر کی

نکست

اب میں غور کرنا چاہتا ہے کہ یہ کس چیز کی خواہش ہے اور وہ اس چیز کی برکت تھی صحابہ کے پاس
کونسا ایسا کیا کچھ تھا کہ اس کے است تھی۔ ان کی زندگی میں۔ جیسے دیکھنے کے کیا کچھ تھا کہ اس
نے کیا میں تھا کہ یہ کچھ ہے۔ ان کی پوری زندگی کا غور و فکر اس کے سے علم ہوئے ہے۔ اس
نے وہاں کی تو میں نے کچھ نہیں دیکھا کہ اس کے سے اپنی زندگی و موت حاصل ہوا۔ اس کے

درمان مرضی و خیار اور پنی چوری مشین کی کئی ایک ایسے انسان کو سپرد کر دی تھی جو مصوم تھا، خود دین کا سب سے بڑا عقیم تھا اور جو خدا کے مشورہ و حکم سے کام نہ لیتا تھا جس سے غلطی ہوتی ممکن نہیں۔ اسی کی وجہ سے ہاتھ کرتا تھا۔ اسی کی روشنی میں چلتا تھا۔

ان ہوا و سحر و سحر

درویش اپنی خواہشات سے ہاتھ نہیں کرتا اس کی گفتگو غصہ و غی ہے جو کبھی ہوتی ہے وہی ان و انھان تھا، بیٹھتا تھا، چلاتا تھا، پھراتا تھا، جدا کرتا تھا، ملا تھا۔

بھڑکتی نہ تھی، نو، نو، آک ان کی

شریعت کے فتنہ میں قحی ہاگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نرمائے

جہاں کر دیا گرم گرمائے

پھر دنیا میں کوئی قوت کوئی عقل تھی جو ان کا مقابلہ کرتی وہ خدا کی تقدیر اور قضاء و مبرم سے مٹے تھے، جوئل نہیں کھتی تھی۔ وہ خود کیا کرتے تھے اللہ اور اس کا رسول کریم تھا۔

جس وقت اس زمانہ میں بچے (است) نے اس الٰہی عقیدہ میں مری اکبر اس انا جہاد دیا، وہی چھوڑ دی، وہ بچہ دیکھوں میں، بھینڈ میں پڑ گیا، وہ جتنا چلتا ہے، اپنے گھر سے دور ہوتا جاتا ہے، چھوڑتا ہے، اور وہ ہے مگر کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑتا وہ بھوکا ہے اور پیاسا ہے مگر کسی کو اس پر ترس نہیں آتا۔

وہ تاتیل اب بھی ان تمام موعول سے اس بچے سے زیادہ قرب ہے، لہذا زیادہ شفیق ہے، جن کی صورت یہ نکلتا ہے مگر وہ منہ پھیر لیتے ہیں جن کا ہاتھ یہ پکڑنا چاہتا ہے مگر وہ پھرا لیتے ہیں، لیکن وہ بچہ اس کی طرف کسی حرج متوجہ نہیں ہوتا۔

مظلوم ہو کہ ہم میں اور ان میں جو فرق ہے وہ اجار کا ہے وہ نسخہ کیسیا (قرآن) اب بھی موجود ہے، استعمال کرنے کی ہر ہے نسخہ استعمال کرنے والا نسخہ پڑھنے والا ہر نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید پڑھو پڑھو کر سنو، فراموشی واکام کی فہمست و گھو، جو کی ہو، پوری کرو اپنی اپنی اصلاح کرو، اگر قوم کی اصلاح اسی طرح ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ

علم اسلام سے اور جہالت جاہلیت سے جڑی ہے

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى انا بعدد قاعدہ باللہ

من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

حضرات اچھے نکلے ہوئے لوگوں نے دو لفظ سے ہوں گے ایک اسلام اور دوسرے جاہلیت۔ یہ قرآنی اصطلاحات ہیں اور کثرت سے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، لیکن جاہلیت کا لفظ اب بولا جاتا ہے تو ذہن مہذب و مسرت کے قفس کے زمانہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، رسالت سے قبل ساری دنیا میں جہالت پھیلی ہوئی تھی لوگ خدا کو بھول گئے تھے اور زندگی کے مقصد کو بالکل فراموش کر چکے تھے اور انہیں نیت کے منصب اور خدا سے اس کا جو تعلق ہونا چاہیے تھا اس کو بھول گئے تھے عام طور سے لوگ اس کو ایک تاریکی سمجھتے ہیں اور اسلام کے پہلے کے زمانے کو عہد جاہلیت کہتے ہیں اس کے بعد کا اور اسلامی کہلاتا ہے۔

اسلام کے معنی اپنے آپ کو اللہ کے واسطے کر دینا سنا اپنی تمام چیزوں، اپنی خواہشات، اپنے ماضی اپنے نواسہ، اپنے اغراض، اور اپنے ان مقدمات سے جو اس کے دل و دماغ پر حاوی ہیں ان کے قیام سے نکل جانا اور ان سے دست بردار ہو جانا ہے جسے انگریزی میں surrender کہتے ہیں، اللہ و رسولی کے احکام پر چلنا یعنی خدا چاہی زندگی گنہگار اسلام ہے اور جاہلیت کے معنی ہیں کہ ماضی زندگی گنہگار رہا جو دل میں آئے وہ کرنا، جیسا کہ دنیا ہے ویسا کرنا، جو لوگ چاہتے ہیں اس کے مطابق کرنا، جس میں آوی فائدہ اٹھیں وہ کرنا، جس میں شہرت ملے عزت ملے نام و نورو ملے وہ کرنا، جو دنیا میں آئے وہ کرنا، جس میں مزو آئے اور جس میں فائدہ و معلوم ہو، جس میں جہ چاہو کرنا ہو، لوگ تشریف کریں جس میں لذت ملے اور عزت ملے وہ کرنا لیکن جاہلیت کے متعلق آپ کے ذہن میں ایک بات یاد رہنا چاہئے کہ جاہلیت جہالت کے لفظ سے ہے، اور جہالت جاہلیت پیدا کر دیتی ہے، اسلام قبول کرنے کے

بعد، مسلمان گھر نے میں پیدا ہونے کے بعد اپنے دو مسلمان بھائیوں کے بعد اُتر آئی تھی۔
 دین کی ضروری اور بنیادی معلومات حاصل نہیں کیں، قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا، نہ جسد کے
 زریعہ، ماحولوں کے ذریعہ، دینی کتابوں کے ذریعہ اس کو اللہ و رسول کا فیضان نہیں معلوم ہوا اور اس
 نے اس کی کچھ پروا نہیں کی تو وہ جاہلیت پھر آ جائے گی، یعنی وہ جاہلیت جو گذر گئی اس نے
 متعلق بر گزرتہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اس نہیں آ سکتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، بار بار فرمایا،
 اِجِزْ اَهْلِيَهُ حُدُودَ الْاِسْلَامِ ”کیا اسلام کے بعد جاہلیت چاہتے ہو“ اور ایک صحابی بن سنانی
 بنی غنم کی بیوی تھی، ان کے متعلق آپ نے فرمایا: ”اِنَّكَ اَمْرٌ فَبِكْ جَاهِلِيَّةٌ“ (تم ویسے
 آدمی ہو جس کے اندر جاہلیت کی بواقی ہے) تو معلوم ہوا کہ جاہلیت کوئی گزرا ہوا زمانہ نہیں
 ہے جو گزرے ہوئے وقت کی طرح دلچسپ نہ آ سکتی ہو، بلکہ جاہلیت ایک طرز زندگی کا نام ہے
 اور اس طرز زندگی کو بنیادی طور سے جو چیز جاہلیت بناتی ہے وہ جہالت ہے تو اسلام کا جہالت
 کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے، اسلام کے لئے ضروری ہے کہ بنیادی معلومات حاصل ہوں، اور
 آدمی کو معلوم ہو کہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کیا اللہ تعالیٰ کو نا پسند ہے کیا چیز اللہ و رسول کے
 منشا کے مطابق ہے کیا چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ہے، کیا چیز مسلمان ایمان، اور
 عقیدہ کے مطابق ہے اور کیا چیز مطہر بن نہیں ہے تو اس کا علم حاصل کرنا چاہئے لئے بھی اپنے بچوں
 کے لئے بھی، وہ سند و تسلسل کے لئے بھی اور اس کا انتظام کرنا ضروری ہے، اگر ہم قرآن مجید کی
 زبان سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی سطح اور شان سے واقف ہوں اور یہ معلوم ہو کہ اس کا کام کا
 ایک ایک لفظ کتنی، گہرائی رکھتا ہے، اور کتنی بلندی رکھتی ہے، اور اس کی کتنی اہمیت اور قدر و قیمت
 ہے تو کاتب جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اِنَّهَا بَعْضُ شَيْءٍ اَللّٰهُ مِنْ عِبَادَةِ الْعُلَمَاءِ“ ”انعام“

کلہر مصر ہے یعنی اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ سے وہی ڈرتے ہیں، اللہ سے وہی ڈر سکتے
 ہیں وہی ڈریں گے جو علم رکھنے والے ہیں۔ اردو زبان میں علماء سے مراد وہی صاحبانِ مدرس کے
 فضلا۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف میں اضافہ کرے، اور ان کے علم سے فائدہ ہو نچائے۔ مراد لئے
 جاتے ہیں، لیکن کلام الہی اور کلام نبوت میں ان کا علم محدود نہیں ہے۔ ”والعلماء“ ”جب کہیں گے تو
 ہمارے سامنے بڑے بڑے علماء آئیں گے“ عظیم الشان حضرت تھانوی کا مسموع ہے، کچھ حضرت

ہی کا نام ہے اور حضرت شیخ الحدیث زکریا بیگنام نے جو اس سید سلیمان کی خدمت کا آگے
کا۔ بعد ازاں آگے بھی ہیں۔ چاہئے کہ اس کے وہ اب اللہ نے یہ عطا کیا کہ اللہ نے اس کے
سے ان اور نیک ہیں اور صبر رکھتے ہیں جو معلوم ہو کہ یہ وہ ہیں جو ہم کو اس کے نام سے ملے ہیں
مصر کے بزرگوں سے اس کا حکم ہے کہ وہ ایسا رہتا ہے جو نیک نہیں لگتا، ہم اس کا ایک قسم وہی
ہو گیا وہی غصہ ہے اس میں کچھ عقیدہ نہ کہ علم ہو جائے اور انفس کا علم نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی خدمت
تعمیمات کا حکم ہو جو نے کیا چیزوں کی کہ مثلاً وہ ان کا حکم ہو جائے ایسا چیزیں یہ بھی فرمیں اور
وہ اب ہیں اور اس نام ہے وہ یہ ان کے کہ فرق معلوم ہو تو حید اور فرق کے کا فرق معلوم ہو وہ
حکمت اور فرق معلوم ہو، معاشرت اور محبت کا فرق معلوم ہو، جو اس سے باطن کا فرق معلوم ہو،
جو اور جاننا کا فرق معلوم ہو، اللہ تعالیٰ کی سرکشات اور نامرغبات کے کا فرق معلوم ہو

دویم جو اعلام کے لئے ضروری ہے، وہاں افکار کے ذریعہ محبت کے ذریعہ منجلی جہت میں شامل ہو کر یہ کوئی اور ایسا ماحول اور نصیبت اختیار نہ کرے ضروری مضم حاصل کرے۔ ہم کے وسائل بہت ہیں اور اللہ آسان ہو گئے ہیں اور وہاں کی وجہ سے وہاں کی سببیں ہیں اور ان کی کثرت ہے اور ان کا نقصان ہے۔ یہ اس کوئی حصول چیز نہیں جیسا اللہ تعالیٰ ان کو قہم نہ دے۔ کچھ دن کی وجہ سے ہندوستان کی ملت، سدا یہاں ایک خصوصیت کی وجہ سے باقی ہے آزادی سے قبل کا زمانہ مجھے یاد ہے جب انگریزوں کا وقتہ و شرب پر تھا اس وقت خلیفہ شجاع الدین نے ایسے زمانے میں مضمون لکھا کہ اب ان مہربانوں کی یہ ضرورت ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے ان مہربانوں کو اس میں تبدیلی کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ آج کل انھیں لوگ دیکھ رہے ہیں۔ علامہ اقبال کے کچھ جج و جج میں سے تھیں اور ان کے وقتوں اور حالات میں ان کا زمانہ یہ تھا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ نہ ان کے قریب نہ دور اور نہ وہی مہربانوں کے زمانہ میں انھیں اختیار نہ ہاں کا وہ جج میں کہیں نہیں وہی اللہ مہربان ہیں شیخ امیر کی کہ میں ان عربی وہاں مہربانوں میں فقہ مہربانوں میں ایک ایسے مسند سے کہ ان کے ہاں مل جائے کہ قریب بہت ہے اس میں کسی سے بڑھتی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ایک زمانہ میں یہ مسند بنایا تھا کہ عمل قریب بہت ہے وہاں علماء کے فیض اور عربی علماء کے اثر سے وہ محققین کے پیدا ہونے سے وہ محققین کے پیدا ہونے کے لئے کہ ان کی زندگی سراسر ہے، وہ مجھ میں دھن کی محنت کا عطا کرنا کافی تھا۔

قرطبہ میں، ایسا ہوتا تھا، جس ملک کا ایسا حال ہو وہاں کا عملِ محبت ہو اور پوری شمائی و فریقہ کی پٹی چو لیبیا اور سوڈان سے شروع ہوتی ہے اور مراکش تک جاتی ہے۔ اور پھر اسپین تک جاتی تھی یہ سارے علاقے سو فی صد مالکی ہیں ایسا کوئی ملک نہیں جو سو فی صد حنفی ہو، وہ ملک مسلمانوں سے خالی ہو جائے۔

علم ہمارے لئے اس لئے ضروری ہے کہ ہمارا اسلام کے ساتھ وابستہ رہنا اور اسلام پر پورے طور پر چلنا اس کے بغیر ممکن نہیں بلکہ ممکن ہو سکتا ہے اور کلمہ سے کم (ہمارا ہندوستان) جیسا ملک ہے۔ جس کے چاروں طرف جہالت کی جو فضا ہے اور جو کفر و شرک اور دوسرے مزاجبِ ثیالوجی (دیومالائی) جو پھیلی ہوئی ہے اور اب آج کل ریڈیو، ٹیلی وڈی کے ذریعہ پریس کے ذریعہ اور تاریخ کے ذریعہ اور ہر طرح سے وہ چیزیں پھیلانی جا رہی ہیں جو کبھی ہندوستان میں نہیں وہ بھی سامنے لائی جا رہی ہیں اس صورت میں دین کی تعلیم کی سخت ضرورت ہے گویا اس وقت اسلام کے باقی رہنے کا دار و مدار اس پر ہے کہ آپ کے گھر والوں کو آپ کے بچوں کو ضروری دینی معلومات حاصل ہوں، اس کا انتظام ہونا چاہئے، ہار ہار کہا اور لکھا ہے کہ بچوں کی محنت اور بچوں کے کپڑے، خوانے، بچوں کے رواج علاج کرنے، بچوں کو، پیار یوں سے تحفظ فراہم کرنے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ ان کو اللہ و دوس سے واقف کرانیں اور ان کو کفر و ایمان کا فرق بتائیں، انہیں شرک و وحید کا فرق بتائیں، اور شرک و بت پرستی کا فرق بتائیں، ہماری ماؤں اور بیٹیوں پر فرض ہے اور گھر کے لوگوں پر فرض ہے کہ ان کے دل میں ان سے کھن پیدا کریں، ایسی کھن جو گندی و پاخانہ، پیشاب سے ہوتی ہے، جب تک ہماری نئی نسل کی دل میں بت پرستی چاہے وہ کسی قسم کی بت پرستی ہو اس کائنات میں کسی کو متصرف مانے، کسی کو کار ساز مانے کا ذکر مانے، اور اپنی قسمت کا بتانے والا اور بگاڑنے والا جانے، اس سے جب تک کھن نہ آئے بیسے پاخانہ اور پیشاب اور گندی چیزوں سے ہوتا ہے اس وقت تک اس کے ایمان کا اطمینان نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔

کفر و شرک سے مسلمانوں کو ایسی نفرت ہونی چاہئے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے نفرت ہو کفر و شرک کی تمام شکلوں سے جب تک اس کے دل میں نفرت نہ ہو، ہندوستان میں جو دیومالائی چیزیں ہیں اور بت پرستی کی جو چیزیں ہیں اور یہاں کے دیوتاؤں کے بارے میں

موجودیت ہے جس میں اس کے نہ صرف بچ رہے ہیں ایک بڑی فوج ہے بلکہ اس سے فوجت ہووا۔
اس کے نام سے اس کا فائز شراب ہو جائے اور اس کے دل میں فوج اور اس کے سات پر ایسا اثر
ہے کہ جیسے کوئی نہدی چڑھتی ہو۔

انجمن کو اپنی تعلیم دینا اور ایسی علمی تعلیم کا انتظام کرنا جس سے اس میں دین کا نہ صرف علمی
حاصل ہو جائے بلکہ فخر اور شرافت سے یہ قسم کی فخرت و شرافت نہ پیدا ہو اس وقت تک
اطمینان نہیں کہ وہ کفر و شرک کا کوئی کام نہ کرے۔ اس میں ایسے قسمے نتائج جس سے فخر و شرک
بہ طور معصوم ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد تھا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے کہ
میں یہ ہوئے جس میں صرف حکومت ہے۔ پڑھوں کی نہیں بلکہ ان کا معاشرہ ہی اس سے وابستہ
تھو لہذا ان کو اور ان کی معاشرہ کو ان کے لئے سزا کی تھی۔ ان کے لئے سزا تھی لیکن اعدا تعالیٰ نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی تہ بنایا تھا کہ وہ خدا سے کافر بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے
نعمت کے فخر و شرف کے ذریعہ کو سزا دے کھولی ہے۔ اور سزا دے گا۔ (اس آیت کی تفسیر میں اس
جانی ہو جو)۔ اس میں اس کا اپنا قصہ ہے۔ اس سے واقعات سے بچوں میں انجمنوں میں اور
راہوں میں فخر و شرف کا امتیاز بھی ہو گا اور اسلام کا حق ہم ماس کے لئے کی رہا ہے یہ ہوئی اسی
لئے ہم کو اس کے ساتھ جو چاہے کیا ہے تاکہ مسلمان اس کی تعلیمات کے ساتھ مسلمان
رہے ایمان و عقیدہ کے ساتھ رہے۔

وما عینہ الا ابلاغ العین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله

سبحانه و عظمى علي رسوله الكريم ام محمد ﷺ طاعة لله و طاعة
النبى ﷺ الرضى ﷻ بحسب الله ﷻ نعم الله ﷻ على المؤمنين ﷻ

تفصیل اور اس کے فرق

[illegible]

اس شہادت کی اہمیت اور تاریخ میں اس کے کارنامے:

جب آدمی صدق دل سے اس کلمہ پر ایمان لاتا ہے اور اس دعائی کی عظمت و بزرگی کی شہادت دیتے ہوئے "اقتدا کرنا" چاہتا ہے اور یہ عقیدہ اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ تب وہ عینک میں سنا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی نظر میں بڑے بڑے باغدادوں، گھوڑوں، سربراہوں اور مطلق اہلخانہ غرض ہر قسم کی مادی نعمت، اشد کسرت پہنچ جاتی ہے۔ پھر نماز میں جاتی ہے۔ ان کا رعب اس کے دل سے بالکل نکل جاتا ہے اور اس کی نگاہیں حقیر جہ نوروں و انسانی تصویروں اور معمولی گریزوں اور مخلوقوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ وہ ان کی دولت و عظمت کے ظاہر سے وہ حاملہ کرتا ہے جو کوئی بلند قامت انسان انہوں کے ساتھ تھکا یا کوئی بزرگ و مرہون اپنے شرمزدوں اور چھوٹے بچوں کے ساتھ کرتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے بڑے اقتدار اور دولت و ثروت کے مظاہر اور نمائش کے خلاف جو طرز عمل اختیار کیا اور جس سے ان چیزوں کی بے وقعتی کھل کر نکلی ہر بولی اس کی بھڑت مثالیں اور واقعات تاریخ کے ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔

مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں

"حضرت سعدؓ نے ربیع بن عاصمؓ اور ابی قحافہؓ کے سپہ سالار و حشمتی طرفہ قلوب میں قاصد بنا کر بھیجا۔ تم کا وہ بار اس سے پہلے خوب سراست لیا گیا اور تمہیں پروں و گدھوں پر پاؤں اور دوسرے قیمتی چیزوں اور سوچوں کی خوب نمائش کی گئی تھی۔ ہر قسم کے سر پرانی اور بہت قیمتی پوشاکیں تھیں۔ وہ ایک سوئے کے تخت پر بیٹھا، داغدار ربیع بن عاصم اپنے پرانے کپڑوں اور ٹکڑوں اٹھانے کے ساتھ ایک پرہیزگار و قد فیکر پر ہمارے بارشہ و اہل ہونے اور فحش اور قماربازوں کے ایک گروہ کو راندتے ہوئے آئے۔ ہر گھمے بچھڑا کرے اور انہیں کاؤنگیوں میں سے فیکہ میں گھونڈنے کو بے تلفک یا نہ بدایا۔ پھر ہتھیار رکھے اور وہ پیشہ اور سر پر خود رکھنے کوئے و قہم کی طرف بڑھے۔ ان سے کہا گیا کہ تمہیں درکھو دیں، انہوں نے جواب دیا کہ میں خود سے تمہارا سپہ کس نہیں آہ ہوں تمہارا سے بلانے پر آ رہی ہوں۔ مجھے ہر ای طرح چھوڑتے ہو تو خیر و برکت میں وہاں باتوں میں رہتے رہے کہا کہ "جائز است انہی قولین پر نہ ماننا و نہ ماننے کے آئے"

ہو جس کی وجہ سے اس کا بڑا حصہ چھٹ گیا۔“

اس طاقتور عقیدہ اور ایمان و یقین کی بدولت اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایسے محیر العقول واقعات پیش آئے، اور ان لوگوں میں ایسی غیر معمولی اور خارق عادت قوتیں پیدا ہو گئیں کہ وہ مسلمانین و امراء سے اس طرح کا معاملہ کرنے لگے جو بہت سے لوگ فقراء اور ضعیفاء سے بھی نہیں کر سکتے۔ سلطنت کی جاہ و شہرت ان کے سامنے حباب کی طرح تحلیل ہو گئی اور ان کی نظر میں اس کی کوئی قوت باقی نہ رہی، شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام کے ایک رفیق ”الباہجی“ نے ایمان کی اس قوت اور اخلاقی جرأت کا ایک واقعہ اپنی کتاب میں قلم بند کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

ہمارے شیخ عز الدین ایک مرتبہ سلطان کے پاس قہو گئے، یہ کادون تھا انہوں نے دیکھا کہ وہ بارانگہ ہوا ہے اور لشکر بادشاہ کے سامنے ایستا دو ہے، سلطان اپنی چوڑی شوکت و عظمت اور برہنہت کے ساتھ موجود ہے، امراء سلطان کے سامنے تعظیمائے میں بوس ہیں، شیخ سلطان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا نام لے کر پکارا ”ایوب“ اللہ کے سامنے تم کیا جواب دو گے اگر اس نے یہ پوچھا کہ ہم نے تجھ کو مصر کی فرمانروائی عطا کی اور تو شراب خانہ کرتا ہے، سلطان نے کہا کیا ایسا ہوا ہے شیخ نے کہا کہ ہاں فلاں دکان پر شراب فروخت کی جاتی ہے اور دوسرے منکرات ہوتے ہیں اور تم اپنے ہمیش و آرام میں پڑے ہو، یہ سب باتیں بہت بلند آواز سے کہتے رہے اور لشکر کی اسی طرح مہو ب کھڑے رہے اس نے جواب میں کہا کہ یہ میرا کیا ہوا نہیں ہے یہ سلسلہ تو میرے والد کے زمانہ سے قائم ہے، شیخ نے جواب دیا کہ کیا آپ ان لوگوں میں ہیں جو کہتے ہیں۔ ”انا وجدنا آباءنا علیٰ املہ“ کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا۔ یہ سنتے ہی سلطان نے اس دکان کو بند کر دینے کا فرمان جاری کر دیا جب شیخ سلطان کے پاس سے واپس آئے اور یہ خبر مشہور ہوئی تو میں نے شیخ سے ماجرا پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ میرے عزیز جب میں نے اس کو شوکت و عظمت میں دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ انکی بھلائی اسی میں ہے کہ اس کی تھوڑی سی تذلیل کی جائے ورنہ اس کا نفس مونا اور سرکش ہو کر اس کو نقصان پہونچا دے گا میں نے کہا کہ آپ کو کچھ ڈرنیں لگا، فرمایا خدا کی قسم جب میں نے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ہیبت و شان کا اقصاء کیا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے سامنے کوئی بلا نہیں

ایمان و تقویٰ اور موت و حیات کی تاریخ اپنے آپ کو ایک صریح اور بے غبار تاریخی
سچائی کے طور پر سامنے رکھتی ہے۔ یہی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے آپ
سید المرسلین علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ صریح و صاف تاریخی حقائق نے شیخ سب الدین غفر کو مدلی جھلکایا۔ انہوں نے ہاشم و
محمّد کے اس مبارک پیغمبر کی حق میں پرورش اور تہذیب و تمدن کے وہ دربار میں داخل ہونے اور
ایمان و شہادت میں رہنے کو دیکھ کر تمام امور اور دربار و حکومت اور دنیا کی تہذیب و حکومت کے
معاویہ و بادشاہ و مہمرازوں کے لیے اور شہادت و شہادت کے لیے اور دنیا و دہر و دنیا کے لیے اور
ان کے معاہدات کے نور الدین کی حق میں جو اس وقت میں تھے اور انہوں نے اسے مظلوم کی نہیں
دیکھا تھا اور دیکھ کر ان کے لیے اور معاہدات کے لیے شیخ سب الدین نے یہ دیکھ کر ہرگز نہ ہٹا کر
نے دیکھا ان کے لیے کہ یہاں نور الدین العظیمی نے نور الدین یونانی کے لیے اسے یہ آواز سننے میں
ہیں نے اپنے ہر ایک عجیب و غریب قوت میں لئی۔ ہر ایک قوت کے لیے اور ان کی اور ان کے لیے
نور الدین کے لیے کہ ان کے لیے نور الدین یونانی کے لیے اور ان کے لیے۔

وعدہ لا اله الا انت

قصہ دو باغ والے کا

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين احصى ○ اما بعد
 فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ○ بسم الله الرحمن الرحيم ○

مطالعہ نرائی قہر اسرارہ ہفت میں دو باغ والے کو کہہ دیا کہ کیا ہے یہ وہ واقعہ ہے جس سے تم نور و سرور کی زندگی میں پہلے قدم سے لڑیا، وہاں پہلے پڑتا ہے، اگر اس کو پہلے نہ سمجھیں اور برسوں میں غور کرتے ہوئے یہ قصہ تقریباً قدامت و وقت دور سے مانگنا آتا ہے اور بار بار دہرایا جاتا ہے یہ کیا ایسے شخص کی کہانی ہے جو ہر اعتبار سے خوش نصیب اور اقبال مند تھا تا سائنس و شہنشاہی کے سرے سے اس نے اپنے لیے نہیں چھوڑا۔ اس کے پاس ان امور چھنے کا ایک دوسرا ٹوبہ بھی تھا دو باغ والے نے ان سے چاروں طرف مجبور کے رخسار و رخت تھے انہوں نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا دو درمیان میں قاتل کے قتلے بھی تھے یہ ایک منہ دار اپنی زندگی کے لئے عادت، مسرت کی آخری منزل تھی، اور توشیح و عقد اور درویشی سے چار زندگی خیر و فلاح میں عادات میں مباد و بنیاد ہے لیکن اس وقت مند اور خوشحال کی عادت، وہ کہ میری کار و آمد، رخصتیں ان باغات کے وجود تک محدود نہ تھا بلکہ سارے اسباب و وسائل اس کے لئے کھڑے تھے، یہ وہاں پڑا اپنی بہترین پیداوار سے رہ رہے تھے

كلما الحسن تمت اكملها ولم ينظم عنه شيدا ولا حرجا ما حال اليها نهر
 پس یہ ہوا کہ وہاں دو باغ چھوڑے کہ کئے پیدا ہو جس کی طرف کی کمی نہ ہوئی اور نہ
 ان کے درمیان (آب پاشی کے لئے) ایک نہری چرائی تھی۔
 خوش اس طرح عادات و عمارتیں اپنی چوٹی تک پہنچیں، اور آرام و راحت کے
 رہنے اسباب نہ صرف موجود بلکہ ان کے اقرار اس تھے اس واقعہ پر اس شخص کے اندر وہ دینی

مزان اپنا رنگہ اکھاتا ہے جو ہمیشہ علی نعمت، چمکداروں، قوی لیزروں، صنعت نگاروں، کارخانہ داروں اور فوجی طاقت رکھنے والوں میں نمایاں ہوتا رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شہ پرانی روحانی پیدا ہوتا ہے جو ایمان، معرفت، سمجھ و تربیت کا پائیدار نمونہ، وہ جلی ساری خوشحالی اور خوش فہمی کو اپنے علم و لیاقت اور اپنی قربانت و محنت کی طرف منسوب کرتا ہے جس طرح اس سے پہلے قاریوں نے لیا تھا کہ اہل حقانیت، اوسنہ علی علیہ السلام، عسفی یہ سب سچ تو سمجھتے اس علم کی بنا پر ہا کیے سب جو سمجھتے وہ عمل ہے۔

وہ اپنے اس دوست پر فخر کرتا ہے اس کو یہ سب کچھ حاصل نہ تھیں اور بڑی سہراست پڑا۔ تاراج سہراست سے کہتا ہے۔ نسا اکتسرتک مالا و اعوا بغوا، دیکھو تم میں سے میں زیادہ مالدار ہوں اور میرا جتنہ بھی بڑا ان قوتور جتنہ ہے۔

وہ اپنے اقتدار و قوت کے سرچشمہ میں اور دوست و خوشامان کے اس مرکز میں اس عراج داخل ہوتے ہے کہ نہ اس کو اپنی خبر ہوتی ہے نہ اپنے رب کی نہ بھی اسباب اور ارادہ الہی کی جو سات آسمان سے اپنا فیہر صادر کرتا ہے اور انسان اور اس کی ملکیت بلکہ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر کسی و مکی اخلاقی اور عقلمی م غلط سے ظہر کرتا ہے۔ یہ کوہ نشتم، اکی نہ ہنیت اس کی زبان، ستاعلان کروائی ہے سب نے اس کو زوال ہے۔ نہ اس کے باغات کو دم شہرہ انکار کرتا ہے اور بڑے پھو ہنرین اور غایت و جہد طاقت کے ساتھ یہ جہا نے کہ یہ کامیابی و خوشی کی ابدی و لا فانی ہے، ادنی و آخرت (آخرت، غرت ہو) کسی جگہ قائم ہونے والی نہیں۔

و دمن حسنه وهو ظالم لنفسه قال ما اظن ان تبذره ابداء و ما اظن الا ساعه فلتعذ.

پھر وہ (یہ) تمس کرتے ہوئے، اپنے بارغ میں مریا اور وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہا تھا۔ اس نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ یہاں سب بارغ بھی ویران ہو سکتے ہے۔ مجھے تو قہر نہیں کہ (قیامت کی) گھڑی پر پاب ہو۔

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا شمار ان معدودے چند خوش نصیب و کامراں افراد میں سے ہے جن سے یہاں بھی سب نہیں موزتا اور قسمت بھی ہے وہ فانی نہیں کرتی اور جو بیش اور ہر جگہ

سودت اور عزت کے چم مروغہ پر نظر آتے ہیں۔

ولئن زدودت الی دینی لا جلدن حیرانہا مغلیہ

اگر اُترایا ہو ابھی کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ونا کی تو (میرے لئے کھٹکا ہے؟) مجھے
نصہ و رہنمائی اس سے بھرتا کھٹکا، ملے گا۔

اس طرح کے لوگ ہمیشہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان، عمل صالح، اور محنت و کاوش ہی کیا نصہ ورت
ہے ایمان کی فہرہی اور بھی - دعوات ہے جو بوقتِ ان کو شاد کام، ہمارا اور کھینکتی ہے۔

اس کے دوست کی دشمنی بصیرت اللہ تعالیٰ نے حق و ایمان کے لئے کھول دی ہے، اس کو
معرفت آئی اور اس کے صفات و فضائل نے ملہنی اذراں، دولت و صلح بھی وہ جانتا تھا کہ صرف
دینی اس کا نات - میں تعزبات کرنے والا ہے، اور سب کا خالق ہے، اور جب چاہے
ماذات کو طیت سکتا ہے، اس نے اس کی اس بات پر اعتراض کیا اور اس کے اس مادہ پرست نہ طرز
فکر کی مکمل کشفِ الحقیقت کی، اس کو اصل حقیقت اور تہذیب سے کھد لیا، یہ وہ سخت اور سنگین حقیقت
ہے، جس کو یہ ظاہر پرست اور اپنے کو خوش نصیب سمجھنے والے ہمیشہ فراموش کرنا چاہتے ہیں اور
اس سے تہذیب و تہذیب دور بھگتے ہیں۔

قال له صاحبه وهو يحاوره: كفرت بالذي خلقك من تراب ثم من
نطفه ثم سواك رجلا.

یہ سن کر اس کے دوست نے کہا: اور باہم قتل کا سہمہ دہی تھا، کیا تم اس بے حق کا انکار
کرتے ہو جس نے تمہیں پہلے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا اور پھر آدمی بنا کر نمودار کر دیا؟
شکیر اور مغرور اشتیاع اس نے اس بات کا سن کر کتنا شام و زکوار ہے، اس کا اندازہ ہم کر
سکتے ہیں، اس نے کیا کہہ دیا کہ وہ اس کے بالکل دوسرے رشتہ پر ہے اور دوسرے - محنت کا حامل ہے
اور وہ ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان۔

لکھا ہو اللہ دینی ولا شرک ہر ہی احد ان میں شر تو یقین رکھتے ہوں کہ وہی اللہ
میں اور نگار ہے، اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی دشمن نہیں کرتا۔

پھر اس نے اس کو وہ بنیادی اور اصولی حقیقت یاد دلائی کہ جس کے لئے پوری سورہ کہف
تشریح کر دی ہے اور اس جگہ عقل و فہم کی جو اس طرح کے لوگوں کی کمزوری دکھائی دے رہی ہے۔

اس نے کہا کہ دیکھنے کی چیز اسبابِ ظاہری نہیں بلکہ وہ خالق و مالک ہے جس کے ہاتھ میں ان سارے اسباب و مسائل کی آواز ہے، اور یہ مسلمان راحت اور اسبابِ بخشش میں پرو خوشا اور نازاں ہیں، اسباب کی کارگزاری ہے، اور نہ خود اس کی دستکاری یا قتل و ذبح کی کار فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و قدرت کا نتیجہ ہے، جس نے ہر چیز کو بہترین طریقہ پر بنایا ہے، وہ بڑی نعمت اور نری کے ساتھ اس تو خدا کی قدرت کے معجزات اور اس کی نعمت کے شکر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

ولولا اذ دخلت جنتک قلت ما شاء الله لا قوة الا بالله اور پھر جب تم اپنے باغ میں آئے (اور اس کی شاادایاں دیکھیں) تو کیوں تم نے یہ نہ کہا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اس کی ہر چیز کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

ما شاء الله لا قوة الا بالله اور اصل اس سورۃ کی روح اور سارے قصہ کی جان ہے چنانچہ خدا نے تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور آپ کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے والے کو اس کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنا سارا معاملہ اور ساری طاقت و صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور مستقبل کے ہر ارادہ اور نیت کو اس کے سپرد کرے اور اس کی مشیت کے ساتھ مشروط اور وابستہ رکھے۔

ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله واذ كمر وليك اذا نسبت وقل عسى ان يوجعني ربي لا اقرب من هذا وشدا۔ اور کوئی بات ہو، مگر بھی ایسا نہ کہو میں کل اسے ضرور کر کے رہوں گا الا یہ سمجھ لو ہو گا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور جب بھی بھول جاؤ تو اپنے پروردگار کی یاد تازہ کر لو، تم کہو امید ہے میرا پروردگار اس سے بھی زیادہ کامیابی کی راہ مجھ پر کھول دے گا۔ اور ہر موقع پر دل سے انشاء اللہ اور ما شاء اللہ کہتا ہو۔

جو شخص ہر فضل و کمال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو اور ہر نیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر بھروسہ کرتا ہو اور اس کے فضل و کرم کا امیدوار ہو، وہ اسبابِ ظاہری کی قدرت اور مادی پرستوں کے سامنے اپنا سر کیسے جھکا سکتا ہے، وہ نفس اور نفسانی ارادہ کے ہاتھ میں اپنی تمام کار کیسے دے سکتا ہے؟

”ما شاء اللہ اور انشاء اللہ“ بظہر و بظہر سے ہلکے پھلکے لفظ ہیں اور کثیران کا استعمال بغیر

سوچنے سمجھنے کیا جاتا ہے اور اس کے پیچھے کوئی اساس اور شعور نہیں ہوتا لیکن درحقیقت یہ دونوں بڑے ذہنی بڑے گہرے اور معانی و حقائق سے بھر پور یوں ہیں، مگر اندھی مادیت نفس اور ارادۂ انسانی پر بھروسہ اور اعتماد پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔

مادی تہذیب اپنے مسائل اور ذرائع قوت پر حد سے بڑھے ہوئے اعتقاد میں مبتلا ہیں، یہ مادی حکومتیں اپنے ان عمرانی و اقتصادي منصوبوں کا براہِ اعلان کرتی رہتی ہیں جو قدرت کی ہم آہنگی و رسوخوں کے تغیرات سے تسلسل رکھتی ہیں۔ وہ بڑی قطعیت کے ساتھ اس کی مدت اور اس کا ختم متعین کرتی ہیں اور یہ طے کرتی ہیں کہ وہ کون سے مسائل کے اندر اپنی پیداوار ضرور پیدا کرے نہ نہیں کی اور ان کے ملک خود کفیل ہو جائیں گے اور بیرونی مداخلت پر ان کا انحصار ختم ہو جائے گا لیکن ارادۃ الہی ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتا ہے کبھی قحط سے واسطہ پڑتا ہے کبھی سیلابوں سے، کبھی ہائش بہت تاخیر سے ہوتی ہے، کبھی اوس قدر مسلسل کہ کٹری ٹھیکتیاں غرقاب ہو جاتی ہیں، ایسے قدرتی حوادث اور جان و مال کے مصائب سامنے آتے ہیں، جو حیرت انگیز خیال انگیز ہوتا سکتے تھے، غرض کہ ان کے سر و انداز سے غلہ اور منصوبے کام ہو جاتے ہیں۔

یہ انشاء اللہ دراصل ہماری انفرادی زندگی کے چھوٹے اور حقیر کاموں، ہر سر کی ملقاتوں اور سفر میں یا محض تاریخ کے یقین کے لئے نہیں ہے، بلکہ ان تمام اجتماعی کاموں اور عظیم منصوبوں پر حاوی ہے جو پوری قوم کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، اس لئے ان سب چیزوں کو (بشمول جدوجہد) اسباب و وسائل کی ذمیت اور قرآن و سنت، اسوۂ اور عمل صحابہؓ، اسوۂ نبویؐ اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت کے (اس یقین کے ماتحت ہونا چاہئے کہ فیصلہ کن اور بالآخر اور بالآخر خیر و برکت اور قرآن و سنت پر ہر صورت ارادۃ الہی ہے اس آیت میں ولا یفلحون لشیء الا ان یشاء اللہ اور کوئی بات ہو مگر کبھی ایمان کہو) میں کل اسے ضرور کر کے دے دوں گا" الا یہ سمجھ لو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔

صرف ایک فرد مخاطب نہیں ہے بلکہ ہر ذہن کا معاشرہ تمام حکومتیں، دارے اور جماعتیں اور تحریکیں مخاطب ہیں، مگر ان سب سے اس کے اجتماع و التزام کا مطالبہ ہے، یہ ہر اس اسلامی معاشرہ کی روح ہے جس میں ایمان اچھی طرح سرایت کر چکا ہو اور اس تہذیب کی روح اور

جو ہر حیات ہے جزو ایمان بالغیب کی بنیاد پر قائم ہو اور یہی وہ خط فاضل ہے جو مادی تمدن اور ایمانی تمدن کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔

یہ صاحب ایمان ساتھی اس کو مستیہ کرتا ہے کہ تمہارے کمال کا الٹ پھیر اور خوش نصیبی اور بد نصیبی کی یہ تقسیم مادی اور ناقابل شکست نہیں رہا مگر اور شرف و اقتدار کا اختیار خالق کائنات کے ہاتھ سے چھوٹ نہیں سکا وہ اب بھی اس کا مالک ہے خوش نصیب پہ قسمت ہو جاتا ہے اور بد قسمت خوش نصیب باللہ اور غریب بھی ہو سکتا ہے اور غریب باللہ اور بھی اس لئے حالات پلٹ جائیں تو اس میں تعجب نہ ہونا چاہیے۔

ان ترون انما اقل منک مالا و ولدا فغسی رمی ان بوء نبی حیرا من
جنتک ویرسل علیہا حسباناً من السماء فصبح صعباً ازلفاً و فصبح ماء ہا
غور اقلن تستطیع لہ طلباً

اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پارہا ہے تو بعد میں کہ میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر مظاہرہ دے گا اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح تنگال سکے اور آخر کار نبی بڑا بخدا کی بھیجی ہوئی ایک آدمی آئی اور دیکھتے دیکھتے یہ لہبھاتا ہوا گھڑا چھیل میدان میں بن گیا اب اس سے دے دو جو شخص کو ہوش آیا۔

وا حیط بصرہ فاصبح بقلب کلہ علی ما انفق فیہا وہی خلویۃ علی
عروشہا ویقول بیسی لم اتوک بری احداً ولم تکن لہ فہ بنصرہ وہ من دون
اخذ و ما کان منتصراً ہذا لک المولایۃ للہ الحق ہو خیر اوابا و خیر عاقلاً

اور پھر دیکھو یہ ہی ہوا کہ اس کی دولت (برادری کے) گھیرے میں آگئی۔ دو ہاتھ مل کر افسوس کرنے لگا کہ ان باغوں کی دروغی پر میں نے کیا کچھ خرچ کیا تھا (دوسب برابر دو گیا) اور باغوں کا یہ حال تھا کہ ٹیالیاں نہ کھڑی تھیں اب وہ کہتا ہے اسے کاش میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا اور دیکھو کوئی جتنا نہ ہوا کہ اللہ کے سوا اس کی مدد کرتا اور خور اس نے یہ طاقت پائی کہ ہر آدمی سے جیت سکا! یہاں سے معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت سارا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے نہ ہی ہے جو بہتر ثواب دینے والا ہے اور اسی کے ہاتھ بہتر انجام ہے۔

یہ بات قابلِ طرحِ مشرق و مغرب ہے۔ عام شریعتیں جو کہ ہیں قرآن نے تو نہیں یہ
تاکید کی ہے اس کا شوکت ٹھیک رہا، جس کے پرشس قرآن کے مطلوب اور اندازِ نگاہ سے یہ جلوہ
نکلتے کہ وہ اللہ ہی ایمان رکھتا تھا۔

وکنس و دھوت ملی رہی لا حلوں غیر امید مفل۔
 و اس سبب وہ اب بھی تہہ پہنچے اور چھائی طرف لٹا کر تیر (میر) سے یہ کٹکا
 ہے۔ مجھے خبر ہے کہ وہیں بھی اس سے کٹا کر لیا جاتا ہے۔ پھر اس کا دوشٹ لیا جاتا ہے پر اس سے
 کھلے اس کو سب سے زیادہ ہر وقت کا انہر رہتا۔

[illegible]

یہی وہ شریک ہے جس میں موجودہ دینی تہذیب جڑا ہے۔ اس نے عقلی، مادی اور فنی اسباب اور ماہرین فن (specialist) کو خدا کا ادب سے رخصت کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں فنی اور مادی اسباب اور ماہرین فن نے اپنی پوری زندگی ان کے مجرم و کرم پر بھولی ہوئی ہے۔ اور کھتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور موت کا وسیلہ ہی وہ فانی انسان ہے۔ بار خدائی، عیسائی، مسیحی، سب ان کے ہاتھ میں ہے۔ اسباب مادی و فانی تو تھیں اور نتیجہ کی یہ پڑتائیں، بالقدیں اور عقل کا احساس اور مادی نین پر اعتماد ہی۔ ان کو خدا کا ادب پر رخصت کر دیا۔ فنی وراثت اور دنیا شریک ہے اس نے قدم ٹھرت پڑتی ہے ذخیرہ میں اس کا ترکہ اس کے پاس اب بھی محفوظ ہے اور جس کے مائے دانے اور چوکنے کے اب بھی بھشت معبود ہیں۔ ایک نئی قسم کی رست پر تکی کا اقتدار ہے۔ وہ ایمان اور مہریت کی ترکیب ہے اور یہی وراثت ہے جس کو سودا بھشت نے اپنی کیا ہے اور اس سے وہ چوری طرح ہر پرہیزگار ہے۔

قرآن مجید اس دنیا کی زندگی اور کچھ سے متوجہ نہ ہے جو جہد حق کے لئے دلی اور تمام

واعلم يا بني انهم مثل النجاة الذباقتما عزاء من النجاة لا تلتذ به

بنا الا رضى واصبح ههنا مذروء الرياح وكان الله على كل شى مقننا
 اور (اے پیغمبر اکرم) تو اس بات کی مثال سادہ اور سہل مثال بتا رہے ہیں (وہی جس کی
 روایت کا معاملہ آسمان سے سم نے پایا ہے۔ عیا اور زمین کی روایتی میں سے ملے جملہ راہبر آتی
 (اور وہ بھی چوٹی) پھر کیا ہو گیا ہے۔ یہ بات وہم و گہم پر پور پڑا رہا ہے۔ وہاں سے پھر نکلتے آتے
 حشر اور یہ ہیں اور ان کی بات ہے اس سے کہنے پر اعد ہمارے ہیں

بسم الله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو
 على كل شى قدير

وما عيا لا يبلغ الحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندگی کے کرشمے

۲۵ جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ نصاب میں تعلیم حاصل کی۔
 علامہ اقبال یونیورسٹی لاہور میں پڑھائی کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 بسم اللہ الرحمن الرحیم
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات ضعیفہ کیا ہے؟

تھوڑا سا کچھ سمجھنا کہ قرآن نے کیا بتایا ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 ذکر و انسی جو کوئی نیک نسل ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 تذکرہ انیس ہے۔ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 ایلہ بالاعلان ہے۔ بہت بڑا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 حیات ضعیفہ نہیں۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 چیز ہے۔ زندگی کی ہر چیز میں عجز ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 زندگی کی بدولت، انسانی عجز ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 میں، اگر سمجھتا ہوں تو ہر شے میں انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔

زندگی کی بے شبہائی!

انسانی حیات ضعیفہ ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 زمین، ہوا، آبی، یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔
 ہر شے میں عجز ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی حیات ضعیفہ ہے۔

خاطر ماں اپنی رات آنکھوں میں کات جتی۔۔۔ ذرا اس بچہ کو تکلیف ہو مرنے تو سب گل سو جاتی ہے۔ یہاں کا آرام کہاں کا سون رہا غصہ اب بن جاتی ہے۔ یہ وہ اولاد سے سخت ترین عذاب۔

مال ایک عذاب:

مال آیا تو قانون کی مسیت تھی۔ طرح طرح کی گھمٹیں دلاں ہو کیں کچھ نہیں تو ۹۹ سے جحیم میں پڑ گئے۔ کوئی میوز کا روٹ نہ گئے۔ یہ۔ میں تو کہتا ہوں کہ آپ ورثہ لے لیں۔ ۱۰۱ وہ مال تو نکلے کے لئے ہیں کہ اچھے لگے۔ مال میں کوئی کمی نہیں۔ لیکن یہ رننگ لگی۔ اگلا میں کی نہیں میں پیسے لگ رہے ہیں۔ آپ دھوا کی تھریلی میں پیسے لگ رہے ہیں یہ برا نہیں کس نے تجویز کی تھی کہ مال ان چیزوں میں جس رہا ہے اور مہلک بیماریاں لگ رہی ہیں۔ امیروں کی بیماریاں جی ایس تر ہوتی ہیں۔ بیماریوں کی جہ سے نہ ہی کو آرام نہ رات کو۔ حقیقی آرام ان کو حاصل ہی نہیں۔ ایسے مہل بھی ہے اور بنگلے بھی۔ جو ہیں گھنے جان بھٹکی پر دیتی ہے۔ نہ تعلیم نہ کچھ ہوتا ہے نہ دولت سے کچھ کا تعلق کسی اور چیز سے ہے حقیقی مسرت کسی اور چیز میں ہے۔

فیض اہل بیوی:

ہمارے دوستوں نے ہمیں بتایا کہ آج کل تعلیم یافتہ لڑکیوں میں شادی نہ کرنے کا رجحان عام ہو رہا ہے۔ شوبہ دن بھر کہہ کر تو کبابز آگے آئے تو سیاست پر بحث شروع ہو گئی کہ آپ نے آئی بہن آف انڈیا میں علاج خیر پڑھی ہوئی۔ سو غمزہ سے میں وی لکھے تعمیراتی سوال۔ شوبہ نے کوئی بات نہیں تو بیوی نے کہا کہ آپ ٹھیکہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ میں نے تو کہاں کتاب لیں پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے تمام شر و فتن سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اس پر اکثر اترتے ہوئے آپ سے اجازت چاہوں گے۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين الصطفى امين ﴿ فاعوذ بالله

من الشيطان الرجيم ﴿ بسم الله الرحمن الرحيم ﴿

سورۃ الانبیاء کی آیت ہے

(ترجمہ) ”تم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے تم غور کیوں نہیں کرتے۔“ (الانبیاء۔ آیت ۱۰)

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ قرآن ایک صاف، شفاف ہیروغادار اور دیانتدار آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے خدوخال دیکھ سکتا ہے، معاشرہ میں اپنا مقام پہچان سکتا ہے، کیونکہ قرآن انسانوں کے اخلاق و صفات بیان کرتا ہے، اور اس میں انسانیت کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر طرح کے نمونے کی تصویریں موجود ہیں۔ یہ ذکر کم یعنی اس کتاب میں تمہارا بیان ہے تمہارے حالات اور اوصاف مذکور ہیں۔ جو یا کہ بہت سے علماء نے سمجھا ہے۔

مختلف قرآن کو ایک زندہ، بولنے والی اور زندگی سے بہرہ ور کتاب تصور کرتے تھے ان کے نزدیک قرآن کوئی تاریخی اور آثار قدیمہ کی چیز نہیں ہے۔ جو صرف ماضی اور اگلے وقتوں کے لوگوں سے بحث کرتی ہو اور جس کا زندہ لوگوں سے بدلنی ہوئی انسانی زندگی انسانیت کے ان بے شمار دلائل و نمونوں سے جو ہر زمان و مکان میں موجود ہے جس کوئی تعلق نہ ہو۔

ہمارے اسلاف اپنے اخلاق و اوصاف اور اپنے اندرون کو بخوبی جانتے تھے ہر چیز ان کے سامنے روشن اور عیاں ہوتی تھی۔ وہی قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اسی عجب و غریب کتاب میں اپنے چہرے و عیون تھے اور اپنے اخلاق و احوال کی چٹائی اور صبح تصویر کشائی کرتے تھے اور بہت ساری سے خود کو اس کتاب میں پا جاتے تھے اور پہچان لیتے تھے اگر ذکر خیر ہوتا تو خدا کا شکر ادا کرتے اور کچھ اور ہوتا تو متغیر کرتے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتے

تھے۔

اس آیت کی تلاوت پر مجھے سیدنا احنف بن قیس کا ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت احنف بن قیس کبار تابعین میں سے ہیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مخصوص ترین اصحاب میں کا شمار ہوتا ہے طہم میں ضرب المثل تھے مگر اس کے باوجود جب غصہ میں نہ جاتے تو ان کی غیرت ہمیت میں جوش آ جاتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ جب احنف کو غصا آتا ہے تو ان کے ساتھ ایک لاکھ گوارا کی غصب لاکھ بولہائی ہیں۔

یہ واقعہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن النعمان الرواسی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ”تیار لیلیاں“ میں بڑے حجاب سے مستفاد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اور شاگرد مدہ میں سے تھے۔ اور نعمان نامی بے نامی کتاب کی تصنیف آپ کے شریک مدہ میں ہوئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ روز حضرت احنف بن قیس تشریف فرما تھے کہ انہوں نے کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو چونکہ پڑھنے اور فرمایا قرآن مجید اپنا ذکر تلاش کر رہے ہیں اور معلوم کروں کہ میں اس کے ساتھ ہوں اور اس سے مشتاق ہوں قرآن مجید بھولا تو اس فہرست پر نظر پڑی جس میں بھولوں کے متعلق ارشاد ہے۔

(ترجمہ) اے اے کے قوموں کے جسے میں سوتے تھے اور اذکار تحریر میں بخشا گیا تھا کہ کرتے تھے نہ ان کے ہاں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے وہاں کا حق ہوتا تھا۔ (الذاریات ۱۹-۲۱)

پھر یہ آیت نذر دی

(ترجمہ) ان کے پہلے چھٹنوں سے انکے رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور ہرید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (اسجدہ آیت ۱۶)

پھر ان کے سامنے آپ سرودہ آیا جس کی تحریف اس طرح کی گئی۔

(ترجمہ) ”اور جو اپنے پروردگار کے آگے جود کر کے غزوہ اب سے کھڑے رہ کر دشمنی برہ کرتے ہیں۔“ (الفرقان ۶۳)

پھر ان کا منہ دایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے۔

(ترجمہ) "اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے خداؤں کا ذکر کرتے ہیں انہوں نے اپنے رب سے قسمیں کھائی تھیں کہ خدا ان پر رحم باقی ہے وہ بڑے۔۔۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (التوبہ: ۱۰۲)

تو قرآن نے ان کے خداؤں اور انہی انہی انہی میں سے ہوں، آپ نے بھی اپنا خدا اپنی تصویر پوری دیانت داری اور تعجب کی قربت میں کمال کر رہا قرآن بشر میں ہے اور اللہ بھی ہے سلاسل کے ساتھ کائنات و مشرق میں کو بھی تھا۔ وہاں میں موجود ہے قرآن اور اور جماعتوں انہوں کی تصویر کشی کرتا ہے۔

(ترجمہ) "اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی عقل و ایمانی زندگی میں تمام کائناتیں مہلکہ رہتی ہے اور وہ اپنے مالی انصاف پر خدا کو گواہ کرتا ہے کہ وہ کھلتا ہے اور جب پینچو پھیرا جاتا ہے تو زمین میں رہتا ہے پھر اس نے انہوں میں خدا کی عبادت کو اور کھیتی کو (برباد) اور انسانوں اور ممالک کی فصل کو ہرگز نہ دے۔ اور خدا انہیں آئینہ کی مانند نہیں کرتا اور جب اس نے کہا جاتا ہے کہ خدا نے خوف کرو تو انہوں میں سے کئی کئی ہیں جو اپنے کو انہیں مبرا رہتے اور وہ بہت برا ہو جاتے ہیں۔" (البقرہ: ۲۵۵-۲۵۶)

پھر اس کے بعد ارشاد ہے:

(ترجمہ) "اور کوئی بھلا شخص ہے۔ خدا کی خوشنوازی نہ حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان بچاتا ہے اور خدا اپنے لیے بہت مہربان ہے۔" (البقرہ: ۲۵۷)

ایک اور جگہ اس طرح ہے:

(ترجمہ) "الہین والادبار فی حق میں سے کوئی اپنے زمین کے پھر یہ۔۔۔ کا قتل" ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ جن کو وہ دوست رکھے اور اپنے دوستوں اور حواریوں کے حق میں فریادیں کر کے انہوں سے نفرت کی۔ انہیں خدا کی اور میں پناہ دینی۔ انہیں مانتے تھے۔ والے سے کہتے تھے۔ یہ خدا کا نقص ہے وہ کہنے چاہتا ہے کہ یہ خدا کی شان و آلاء پر ہونے لگتا ہے۔" (نہ مد: ۱۱)

ایک اور جگہ اس طرح ہے:

(ترجمہ) "مومنوں میں کتنے تو ایسے شخص ہیں جو اگر انہوں نے خدا کی کیا تھاں کو

یونہی یا تو اس میں بعض چیزیں ہیں جو اپنے اندر سے طاری ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آگیاں سے
ہوتے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) برا بھی نہیں کہا۔ (۱۱۰: ۱۰۰)

تقریباً دو سو برس کے بعد جب کہ اس کی طرف سے کوئی بھی شکر و امان بخشنے کی نئی قرینہ دلاتے ہوئے قرآن میں ملے تو یہ بالخصوص امام احمد کے عقیدے میں آکر رہتا ہے۔ وہ اس شکر، و امان بخشنے کی روشنی میں اور اس میں ملوث کا جواب دہ ملوکی سے اپنے لیے مذمت کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ میں یہ ہے کہ تم نے اسے فراموش کیا ہے۔

(ترجمہ) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے اسماء کو بخٹوری سے بدل لیا اور حق کو کافرانہی سے گھوڑ میں اتار دیا؟

(ابراہیم - ۳۹)

اور اس کی مثال ایک ترقی سے رہتا ہے جس نے حد کی غلطیوں میں جوقاوش مزہ یہ اور ہمیں نے

جبر مغرب سے، اقلیت قریب و غایت چلا آ رہا تھا، عربان و کفار نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو خدا

یہاں سے امریکا کے حبیب بن کر چھوٹے اور خوف کا لالہ بن کر واپس آئے۔ امریکا کے حبیب بن کر چھوٹے اور خوف کا لالہ بن کر واپس آئے۔ امریکا کے حبیب بن کر چھوٹے اور خوف کا لالہ بن کر واپس آئے۔

اگرچہ ان کے نام سے مثلاً فرعون، انیس مئی سرٹس اور یونس کے نام سے مثلاً جان انیس مئی مخلص اور نوح کے نام سے مثلاً نوح کے نام سے مثلاً نوح کے نام سے مثلاً

شعور۔ یہ تمام بزرگوار ائمہ فی عصر نے جس جو کسی زمانہ و مملکت نے ماسخِ مفسدہ نہیں ہیں۔ اور یہ تمام ائمہ نے ائمہ فی عصر سے کئے گئے کمزور پہنچانوں اور ماسخوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

قبر آں کریم نے ابن افرہ اور سہ ماہی کو ملی پنجاہ پر بھی رہائی دلائی ہے۔ بدعاقبت نے سہ ماہی کو
 سجا ہے کہ جو بھی ان کے قتل نہ کرے پٹاکا اور ان کو اپنے رہنما اور قائد تسلیم کرے وہ اس کا پنجاہ بھی

وہابیوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسا نیا مذہب ہے جس کا تعلق اسلام سے نہیں ہے۔

(ترجمہ) ”لو! پہلے مار پکے تیرا ان میں کچھ خدا کا نہیں دستور ہے اور خدا کا دستور مقدر و نیک ہے۔“

علم حدیث ایک بیش بہا خزانہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ؕ فَاغْوِذْ بَالَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّحِيمِ ؕ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ؕ

حضرات! حضرت محمد علی اللہ علیہ وسلم کے بعثت و تعلیم کے مقاصد و نتائج جہاں قرآن مجید بیان کئے گئے ہیں وہاں صحیحہ ان چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اسے تلاوت اور تغیر کتاب، جو تغیر حکمت اور ترمیم غلطی۔

هو الذي بعث في الامم رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين

(ترجمہ) "وہی ہے جس نے ان پر جنوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب انکوت سکھاتا ہے اور بخشتا ہے وہ اس سے پہلے صریح کفر ای میں تھے۔"

كذلك ارسلنا قبلك رسولا منهم يتلوا عليهم آياتنا ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وعلّمكم ما لم تكنوا تعلمون (البقرہ ص ۱۸)

(ترجمہ) "جیسا کہ ہم نے تم میں آیت رسولی ترقی میں سے بھیجا، جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور انائی سکھاتا ہے۔ اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"

یہ حقیقت بعثت نامی ان چاروں شعبوں پر مشتمل تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے اخلاق کے جذبات و کیفیت و نیو شوق آخرت، نیا جذبہ زہد و تقویٰ، دنیا کی متاع ظہیر اور لذات فانی کی تجسیم غنی محبت و الفت حسن سلوک و ہمدردی، بر و مواسات، مکارم اخلاق، ہی طرح نیا و قد عبادت، خوف و خشیت،

تو یہ دلائل و غاۃ تشریح کی دولت عطا فرمائی۔

اور انہی خصوصیات کی بنیاد پر دو نیا سماجی معاشرہ اور دینی ماحول قائم ہوا جس کا مجید
مرتبہ اور مجید صہب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صہبہ مرہم ان مقدسہ و نہایت نفع بخش سُنَّہ کا جس
تاریخ نامہ اور بہترین نمونہ تھے انگریز ان شعبہ دین نے نبوت کو عام زندگی میں جلوہ گرد و یکتا نہ
تو سجادہ کرام کی جہت کو دیکھ لیا جائے۔

پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت و تعلیم ان مسلمانوں کا سربراہ محمد قی اور
اسی سے پوری زندگی اور قرآن ان کی سماجی معاشرہ و ہود میں آیا۔ لیکن اگر اس نے طرز عمل
کی تفصیل اور اس کے ذرائع و مسائل کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس محمد یعقوب انقلاب کا
ذوالجہدہ اس نئے معاشرے اور انسانی امت کی تشکیل کے عناصر و ارکان یہ تھیں چیزیں تھیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی آپ کی زندگی اور سیرت و اخلاق۔

(۲) قرآن مجید۔

(۳) آپ کے ارشاد و ہدایات و مواظبہ و نصائح اور تعلیم و تہذیب انگریز کیا جائے تو معلوم

ہوگا کہ بعثت نبوی کے وقت صدقہ و شائع کے کامل نمونہ میں اور جدید امت کی تعمیر و تشکیل میں ان
قیوں عناصر و ارکان کا نقش ہے۔ وہ آئندہ بھی ہے کہ ان قیوں کے بغیر ایک مکمل معاشرہ کھلی
زندگی اور ایک ایسی نئی امت ایسی جس میں حق و عدل و اخلاق و خدائی و جذبات و ذوق و روحانیت۔
تعلق سے سب ہی ہوں و جو میں نہیں آسکتی۔ زندگی کے لئے زندگی شرط ہے یہاں دیکھئے سے
یہ جتنا ہے سجادہ کرام اور ان کے صحیح چارٹوں کی زندگی میں ہمیں حق و عدل و اخلاق کے ساتھ اور
خاص انسانی اخلاق اور اس کے سب سے اسی اخلاق اور گہرے دلیا ہدایت اور انسانی
کیفیت نظر آتی ہیں۔

یہ بنیاد و کتاب کا مقصد نہیں بس اس کا مل ترین موثر ترین زندگی کا بھی اثر ہے جو شب
وروز ان کے سامنے رہتی تھی۔ اس سیرت و اخلاق کا نتیجہ ہے کہ جو ان انھوں کے سامنے تھی۔
اور ان مجاہد اور صحابوں کا بھی فیض ہے اور ان ارشادات و نصائح و تلقین کا بھی جس سے وہ
حیات حبيب میں برابر مستفید ہوتے رہتے تھے۔

اس کے بعد وہ سے اسلام کا وہ مزاج خاص و ہود میں آیا جس میں صرف قوام و نسو و اہل اور

ان کی قانونی پابندی نہ تھی بلکہ ان پر عمل کرنے کے محرکات و ترغیبات اور عمل کی صحیح کیفیات اور روح بھی تھی۔ حدود کی پابندی اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ لطف احساسات اور مکارم اخلاق کے وظائف بھی تھے۔

انہوں نے قرآن مجید سے اقامت صلوٰۃ کا حکم بھی پایا تھا اور الملین ہم فی صلاتہم غلغلوں کی تعریف بھی سنی تھی مگر انہوں نے اس کی صحیح کیفیت معلوم کی جب آپ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور آپ کے رکوع و سجود کی کیفیت دیکھی جس کو انہوں نے سمع لہ ادیمزاکا زیز المو حل (ہم آپ سے سنے کی آواز اس طرح سنتے تھے بانڈی میں ہمارا آتا ہے) کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید سے سمجھا تھا کہ نماز مومن کا ایک محبوب فعل ہے۔

لیکن جب تک انہوں نے زبان نبوی سے قوۃ عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھوں کی نمونہ نمازیں ہے) اور بے قراری اور استیائے شوق و اضطراب کے ساتھ اور حسنی بسا بسلام (بلایا! اذان دے کر مجھے آرام پہنچاؤ) نہیں سنا۔ ان کو نہ ان کے ساتھ اس عشق و شغف کا اندازہ ہو سکتا تھا۔

اس طرح جب تک انہوں نے خاصان امت کے سلسلہ میں و قلب معلق فی المسجد حنی بعود الیہ (ان کا دل مسجد میں ٹکا رہتا ہے مسجد سے نکل کر جب تک دوبارہ مسجد میں نہیں آتے ان کو چین نہیں آتا) کے الفاظ نہیں سنے ان کو مسجد اور قلب مومن کا باہمی تعلق معلوم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے قرآن مجید میں پر بار دعا کی ترغیب دیکھی تھی وہ عائد کرنے والوں پر عذاب بھی سنا تھا اور تضرع و اجتہاد کر یہ و زاری اور انداح و اصرار کے الفاظ و مفہوم سے بھی وہ آشنا تھے لیکن اس حقیقت کو انہوں نے اس وقت جانا جب انہوں نے میدان بدر میں آپ کو خاک پر سر رکھے یہ الفاظ کہتے سنا کہ:

للمم تشدک عہدک و عندک اللہم ان شئت لم تعہد

”اے اللہ میں تجھے میرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے اس بھی

بجہ جماعت کو بدل کر تاتو میری عہدت نہ ڈال۔“

دریغ قاری کی وہ کیفیت دیکھی جو حضرت ابو بکرؓ سے نہ دیکھی جا سکتی یہاں تک کہ انہوں

نے بعض کما۔ جسک بارمول لفظ کافی ہے ان کو معلوم تھا کہ مکی دستانہ اور پتی
مخروارہ تہذیب کا اظہار ہے اور کسی دماغ میں یہ جوہر جس قدر زیادہ ہو وہاں قدر و عافیت ہے بلکہ
بہتری اور غرور و دہشت کا اظہار ہے اس کے حقیقت یہ ہے ان کو معلوم ہوں یہ سب انہوں نے
مذہب میں آپ کو یہ کہتے تھے۔

اللہم انک تسبح کلامی و تری مکتبی و تعلم سری و تعلم نبی لا
یخفی علیک شیء من امری و انا الدانس الغیر المستعین المستعیر ارحم
الرحمن المستقر المعترف بدی اسئلک معانۃ المسکین و بنہال الیک
ابنهال المذنب الملیل و ادعوک دعاء المعانف الضریر و دعو من حصص
لک رفیعہ رفاحات نک عبرتہ و دل لک حسہ و دعو لک اعداء ظلم لا
تجعل لی بدعا تک شفیقا و کس لی دفازا حیما یا حیر الصولس یا
خیر المعطین

(ترجمہ) "اے اللہ تو میری بہت نوستا ہے اور میری تلمذ کو اختیار ہے چاہیہ
اور ظاہر ہو جاتا ہے تجھ سے میری کوئی بات نہ چھپی نہیں رہ سکتی میں معصیت ذرا دوں بھلائیوں
فریادی ہوں مینہ و تندیوں پریشان ہوں ہراساں ہوں اپنے گناہوں کو اقرار کرنے والا ہوں
استغفر کرتے والا ہوں حیرت کے سوال کرتا ہوں جیسے یہ کس سوال کرتے ہیں تیرے
آگے کڑا کرتا ہوں مجھے گناہ فراخ و توار خراشا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف
زور و قوت رسید و طلب کرتا ہے اور جیسے وہ نفس طلب کرتا ہے جس کی کہان تیرے سامنے تنگی
ہو اور اس لئے آسو بہہ ہے ہوں بوقت ہلاکت سے وہ تیرے آگے کڑوئی تے ہوئے ہو اور اپنی
تاک تیرے سامنے کڑو رہا ہے اللہ آٹھو اپنے سے وہ مانگے میں ناکام نہ تھا اور تیرے
حق میں ناامید یاں نہ رہتا تھا نے ادا ہوا ہے سب مانگے جانے و اس سے بہتر اور اس
سب دینے والوں سے اچھے۔"

انہوں نے قرآن مجید میں دینی ہے حقیقی ہوا قرمتی پر میری کا ذکر پڑھ تھا اور

ما الحیوة الدنیا الا لیل و لعل و بن اندار الاخرة للہی الحیوان

(ترجمہ) "دنیا کی زندگی محض بھیں تھا شب ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔"

کے الفاظ ان کو یاد تھے مگر اس کے حقیقت اور عملی تفسیر ان کو آپ کی زندگی سے ہی معلوم ہوئی اور آپ کے طرز زندگی اور گھر کے نقطہ کو دیکھ کر ہی سمجھے کہ آخرت کو اصل زندگی سمجھنا کیا مطلب ہوتا ہے اور آخرت کو اصل زندگی سمجھنے والوں اور اللہ لا عیسیٰ الاعلیٰ لا خیر فی ایمان رکھنے والوں کی زندگی کی صورت کیا ہوتی ہے۔

اس عملی زندگی اور اجمالی تفسیر کے ساتھ جب ان کے سامنے ارشادات نبوی میں جہنم کے شدید عذاب اور جنت کے انعامات و لذائذ کی تفصیل اور تصویر آتی تو ان کے اندر خوف اور شوق کی ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی اور ان دونوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت کھینچا رہتا۔

اسی خوف اور دست تواضع بظوق رفیق جیسے اخلاقی و تعلیمات کے مفہوم سے نا آشنا تھے۔ صاحب زبان بھی تھے اور قرآن مجید میں صاحب نظر بھی تھے لیکن ان الفاظ کی وقعت عملی زندگی میں انکی طبیعت نیز صحیح عمل کو صرف اس وقت معلوم ہوا جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزدور اور غرقوں بچوں، قیدیوں، غریبوں، یتیموں اور اپنے عہد فقرا و اصحاب و اہل خانہ اور خدام کے ساتھ برتاؤ دیکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں ہدایت و مستقیم اور ارشادات سنے۔

ان کو عامہ مسلمین کے حقوق ادا کرنے کی جہانی ہدایت قرآن سے مل چکی تھیں، مگر اس کی بہت سی صورتیں مثلاً عیادت مریض، جنازہ شہیدیت، عیال و غیرہ وغیرہ ایسی تھیں جو شاید انہوں انسانوں کے ذہن میں خود آتیں اور آخر آتیں تو ان کی اہمیت و افادیت ان کو معلوم نہ ہوتی۔

اس طرح ولید بن ابی حقوق کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم قرآن مجید میں پورے شد و مد کے ساتھ ہے مگر کتنے معلمین اخلاق میں جن کا ذہن والدین کے ساتھ حسن سلوک و ادائے حقوق کے اس رفیع و جہت مقام پر پہنچتا جس کا اظہار حدیث نبوی میں اس طرح کیا گیا ہے۔

(ترجمہ) "اگر کے کا باپ کے ساتھ حسن سلوک و وفاداری کا بہترین درجہ یہ ہے کہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں اور اہل محبت کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔"

اور کہتے ذہن میں جو وفاداری اور شرافت کے اس بلند مقام تک پہنچ جتنے جس کا اظہار

بعض کی نیت فضیلت اور اس کا اجماع مساجد کے طرف جانے اور اس کے راستے میں پڑنے والے قدموں کی فضیلت، راستہ کی دعا مسجد میں داخل ہونے کا ادب اور ذکر تحویۃ مسجد یہ سب راہبہ و نماز کے انتظار کی فضیلت اور بیعت کا ادب، جماعت کا ثواب و عزائم و احکامات کا ثواب، امت کی فضیلت و منصب اور اس کے احکام و احکامات کے اتالیق و مفسرین کی ترتیب اور مفسرین میں کھڑے ہونے والے آدمیوں کی ترتیب مساجد میں حلیم و غلیم کے حلقوں کی فضیلت ذکر کے حلقوں کی فضیلت مسجد سے نکلنے کی دعا اور اس کا ذکر و غیرہ وغیرہ۔

نکاح ہے کہ ان فضائل نیز ان آداب و ہدایات کے مجموعہ میں سے نماز کوئی بہت کم ہوتا ہے اور ترکیب و اصول و تعلیم و تربیت اور ان کی تربیت و توجہ الی اللہ کا کمال و موثر ذریعہ بن جاتی ہے پھر اس کے ساتھ ان مختصرات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیم کی کیفیت، نوافل کے ذکر و قدر ان مجید چیزوں میں رفعت و کبریت کے واقعات کا جو احادیث میں اہتمام کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں انہیں کہتے ہیں۔

اس مجموعہ سے امت کی نماز کس مقام تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے نیچے کیا دینی اور روحانی ماحول تیار ہوتا ہے صوم و صلوٰۃ و حج کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور حدیث سے ان کے آداب و فضائل و مہمونات نبوی و اور واقعات زندگی کو جمع کر کے غور کرنا چاہئے کہ ان میں ہدایت کو ان آداب و فضائل اور واقعات سے مجرور و قطع کر لیا جائے اور اس ماحول سے جدا کر لیا جائے جو حدیث ان کے لئے مہیا کرتی ہے اور جواب حدیث کی ہنا و پران کے ساتھ لازم ہو گیا ہے تو ان کی تاثیر کہاں باقی رہتی ہے اور ان میں جذبات کو ابھارنے، ذوق و شوق کو پیدا کرنے، اشتیاق و عطا کرنے اور قلب و دماغ کو خدا اور خدا عطا کرنے اور ایک ایسے نئے معاشرے کی تعمیر کی جس کے اندر عبادت تعوی و عبادت کی روح سرایت کئے ہوئے ہو کہاں تک صلاحیت باقی رہ جاتی ہے؟

در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور ارشادات و ہدایات (جن کے مجموعہ کا معروف نام حدیث و سنت ہے) ان کے لئے دو قضا اور ماحول کہ مہیا کرتے ہیں جس میں دین کا پورا سرسبز و بار آور ہوتا ہے۔

دین کسی خشک اخلاقی مذہب یا قانونی مجموعہ کا نام نہیں وہ جذبات، واقعات اور عملی مشق

الفلان کمون عبد الشکور

"تو میں خدا کا شکر گزار بندہ ہوں۔"

وہ وفات کا اس طرح ہرکار دیکھتے ہیں؟ مرنے کی آنکھوں نے کاشا نہ نبوت میں روز و سبیلے چوتھ سہرم ہوتے نہیں، یکمہ و سبیلوں نے شکر نبوت پر پتھر بندہ ہو ہو۔ پست مہارک پر نکلتا ہے پڑے ہوئے دیکھے۔ جس نے سہ کی بھر نری کے ساتھ صدق کا بچا ہوا ہو، راو خدا میں فرج ہوتے دیکھے، جس نے مرض وفات میں تڑاؤ کا میں پڑوسی کے گھر سے قرض آئے۔ دیکھے اس پرانی کی حقیقت کیسے چھپ سکتی ہے؟ اور یہ کاجہ ہاں کے اندر دیکھتے نہیں دیکھ لکنا؟

جس نے آپ کو سہ سہرو وٹوں کی خدمت اپنے آپوں کے ساتھ نبوت، اپنے خادموں کے ساتھ رہا، یہ اور اپنے رفقاء کے ساتھ رہا، یہ اور اپنے دشمنوں کے ساتھ شعل فرماتے ہوئے دیکھا ہو، کاہم اخلاق اور انسانیت کا درس اس کو چھوڑا اور وہاں سے لینے جانے کا؟

جہاں اس حوالے میں کاشا نہ ہوتی کا وہ ازاد نہیں ملے ہوا جس سے نہ دیکھتے وٹوں کو یہ سب نظر آتا ہے بلکہ صحابہ کرم کے گھر ہاں کے اردو ترے بھی کھنڈے وہاں ہیں۔ دور میں کے گھر ہاں کی زندگی معاشرت ان کے وٹوں کی تہش ان کے بیوس کا ٹھکانا، ان کے ہزاروں۔ نی صبر و نیا سے در مسجدوں کی فراغت۔ ان کی بے نفسی و بکویت اور بے نفسی ان کی کے نفع ان کا اختیار و کام اور ان کی بے نیازی و غرضی۔ یہ وہاں ہیں یہاں وہاں لکھنا ان کی کے نفع ان کی آنکھوں نے مانتا نہ دیکھتا ہے اور نہ اسے سمجھتا ہے۔ مانتا نہ دیکھتا ہے کہ وہاں سے کچھ ہونے وٹوں بھی پیش آتا ہے غرض یہ ایک یہ طبعی و قدتی ہاں ہے جس میں زندگی و پندار۔ یہ تو کاشا نہ دیکھتے ہو۔ ان کی فطرت اپنے تمام نساخ کے ساتھ مروت ہے اور حدیث نے اس کا پورا نقش لے کر قیامت تک کے لئے رہنمائی کو محفوظ فرمایا ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ مہد نبوی کی اس تصویر کا باقی رہنا اسلام کا اہواز اور اس کا ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی مذہب اور کوئی امت اس کی شریک و شریک نہیں۔ ایک ایسا مذہب جس کو قیامت تک باقی رہنا اور تمام آئے والی نسلوں کو مسمیٰ نمونہ اور نمونے کے چہ باہت و محرکات اور قلب و دماغ کی غذا فراہم کرنا ہے۔ یہ حوالے کے بغیر نہیں رہ سکتا یہ اصول حدیث کے ذریعہ محفوظ ہے۔

تو دین حدیث کی تاریخ پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک انتہائی امر اور دور رس فکر کی

کوئی حدت نہیں ہے صحابہ کرام کا عہد بڑی ہی کمالات حدیث کے طرف متوجہ ہوتا رہا بہت بڑی تعداد میں احادیث کا محفوظ کر لینا پھر انہی کے آخروں میں تابعین کا تدوین و ترتیب کی طرف توجہ رہا پھر ایران و فرامان و ترکستان کے طائیفین عہد کے مسند رکھنے کا امتداد آنا اس کا پہلا خطہ حدیث سے شیعہ و شیعہ ان کا غیر محمود احفظ ان کا عرس عالی جمعی پھر اسما انرجاں اور ثمن روایت تشہدین کا پیدا ہونا جن کو ان کا مکدر اختا اور حیرت کا طالعہ عمل بھی پھر ان کا انہماک اور نورانی سوشی پھر امت کی حدیث کی طرف توجہ اور اس کی علامہ اسلام میں مقویست و دانشمندی۔

یہ سب واقعات اس وقت کا ثبوت ہیں کہ جمع قرآن کے طریق اللہ تعالیٰ کو اس صحیفہ زندگی کو بھی محفوظ کرنا مصدق تھا اس کی بدولت حیات طیبہ کا امتداد و تسلسل باقی رہا اور امت کو اپنے دور میں دور زمانہ کی روشنی و ایمانی میراث ملتی رہی یہ صحابہ کرام کو بدو راہستہ حاصل ہوئی تھی۔ اس طرح صرف عقائد و کاسمی میں تواتر کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ حدیث کے اثر سے عہد صحیحہ کا مزاج و مذاق ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک طبقہ سید دوسرے طبقہ تک منتقل ہوتا رہا اور امت کی طویل تاریخ میں کوئی مختصر سے مختصر عہد بھی ایسا نہیں آئے پایا جب و حزن و مذاق کسرا نا پیدا اور معدوم ہو گیا ہو۔ ہر دور میں ایسے افراد رہے جو صحابہ کرام کے مزاج و مذاق کے عمل کے جیسے جاسکتے ہیں انہی حیات کا ذوق و تفریق و خشیت وہی استقامت و عزیمت وہی تواضع و احتساب وہی شوق آخرت وہی دنیا سے بے رغبتی وہی جذبہ امر بالمعروف انہی میں انہی بدعات سے نفرت اور جذبہ انتہا سنت جو حدیث کے معالو و شغف کا نتیجہ ہے یا ان لوگوں کی صحبت و تربیت کا فیض ہے جنہوں نے اس مشکوٰۃ نبوت سے روشنی حاصل کی اور اس میراث عارفی سے حصہ پایا امت کا یہ ذوق و مزاجی تواتر قرنوں سے ہر چودہویں صدی جزیری کے عہد انحطاط و مادیت تک رہا قائم ہے۔

سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، ابو امام احمد بن حنبل سے لے کر مولانا غلزل الرحمن منج مرزا، ہادی مومنانا، رشید احمد گشتی، نور موزا، سید عید اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تک کی زندگی اور یرت و اخلاق میں ان کا پرتو صاف نظر آتا ہے؟

جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی رہے اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری اور اس کے ذریعہ عہد صحابہ کا ماحول محفوظ ہے دین کا یہ صحیح مزاج و مذاق جس میں آخرت کا خیال دنیا پرستوں کا اثر دم

درواق پر، روحانیت کا اثر مادیت پر غالب ہے باقی رہے گا اور کبھی اس امت کو دنیا پرستی، سرکاپا مادیت، انکار آخرت اور بدعات و تحریفات کا چور نہ طور پر شکار نہیں ہونے، دیکھا جلتا اس کے اثر سے بیخبر اس امت میں اصلاحی و تہذیبی تحریکیں اور عظیم انجمنیں رہیں گی اور کوئی نہ کوئی نہایت حق کی علمبردار اور سنت و شریعت کے فروغ کے لئے نفع بخشہ پیشہ پیشہ کی جڑوں کی امت کو زندگی، پدایت اور قوت کے اس سر نہ شہ سے محروم کر نہ چاہتے ہیں اور اس میں اس ذخیرہ کی طرف سے ہے اعتمادی اور شک و داریاب پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ امت کو یہ نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس کو یہ منظم سرمایہ اور تقنی بلا کی دولت سے محروم کرنے کی سازش کا شکار ہیں۔

اگر وہ سوچ سمجھ کر ایسا کر رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر اس امت اور اس دین کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پھر اس مزاج و مذاق کو دوبارہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں جو صحابہ کرام کا امتیاز تھا، اور جو یہ تو کمال طور پر یہ درست صحبت نبوی سے پیدا ہو سکتا ہے یا بالواسطہ حدیث سے، یہ عید جو اس عہد کا جتیا جاسما سر قیام اور دنیا کی نبوی کا بولتا چا انا روز نامہ ہے اور جس میں عید نبوی کی کیفیات لکھی ہوئی ہیں۔

وما علینا الا البلاغ طیبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابدی کتاب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ○ اما بعد ○ فاعوذ باللہ

من الشیطان الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

انسان کی جدیت کے لئے بہت سے قانون ہدایت اللہ تعالیٰ نے نازل کئے مگر ان کے پیروہ رول اور سامنے والوں نے ان میں تبدیلی کر دی اور اپنی طرف سے بہت سی کمی بیشی کی آج کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں نہیں آئی قرآن کریم وہ ابدی کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف تک جوں کا توں محفوظ ہے جس کا معنی خود اس کے ناظمین نے بھی لیا ہے۔

حضرات قرآن سے پہلے آسمانی صحیفہ ہمیشہ تحریر و تبدیلی کا نشانہ اور متغیر و متبدل رہے مشق بنتے رہے ہیں اس لئے کہ مذاق نے ان کے مفہوم و معنی کو بدلا دیا اور انہیں اپنی تہمتیں بدلانے ان کے خلاف دھماکے سے مار دیا تھا۔ اس کے علاوہ بشریت اور انکی تعالیٰ امتداد ان کی ضرورت ایک عرصہ ہی کے لئے رہی۔

"چونکہ ہم نے تو رات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ تو کے مطابق بنایا۔ جو (قدوس) اقرآن پر درج تھے یہودیوں و مسیحیوں کے ہیں۔ اور یہ کتابیں گم ہو گئیں، کیونکہ وہ کتاب خدا کے فیضان پر مبنی تھیں۔ اور اس پر کوئی تھی۔" (یعنی ان کا یقین رکھتے تھے) اور یہ کتاب بھی طور پر بہت اور ایک علمی تحقیقات ہے جس کا معنی خود ان امتوں و فرقوں کے لئے لیا ہے جن کے پاس یہ صحیفہ آئے تھے۔ عہد متقی کے صحیفے برابر عادت مری اور آشور کی کا کئے۔ اور یہ نشانہ بنتے رہے ہیں۔ اور خود یہودیوں و مسیحیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ کتابیں بار اپنے موقع پر پیش آئے ہیں یہی بارادب بحث نمبر (۱۰۵-۱۰۶ ق م) و جس کے بارشاول نے یہودیوں پر ۵۸۶ ق م میں حملہ کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کو اس میں ہتھ ملانے کے لئے

[illegible]

دوسری بار جب اطلاع ہوئی چہاں نے جس کا نسب بتا دیا تھا۔ اور جو یونانی اہل انجیل
 بادشاہ و قہبانیت کے قہر میں پڑے۔ اسی میں جملہ کس اور مختلف مقدمہ کو بنا دیا اور قہر کی تہات اور
 کی بودی شدہ کردار وایت کو نکلا رک دیا۔ یہ وہ اس قہر نے مقدمہ کی کھول کو پھیرے تھے۔ اور مرتبہ کوری
 شروع کی۔ اور مہدی پیش میں مجھنوں کے تیسرے سہارے کا اضافہ کیا۔

تیسری بار مائیکس (حصہ - ۸) : وہن بادشاہ نے بیت المقدس پر فتح آپس کو مناجات اور اس کو نکال سنیوں سمیت بر باد کرنے میں دوہرائے اور صوبہ میں تہلیل کر دیہ و مقدس شخصوں پر قبضہ نہ کر کے فتح کی یادگار کے طور پر اپنے وی ہمارا حکومت لیتا ہے۔ اور یہ وہ دو جادوئی آراء کے شہر کے گرد و مہروں کو ہساتا ہے۔

[illegible]

یہودی روایات اس پر اس پر مصر میں کہ عیدنا، عیدہ، عیدہ، عیدہ کی تصنیف ہے۔ یہ
 ان میں سے ہے۔ اور یہ قطعاً غلط ہے۔ غرض اس پر کہ عیدہ کوئی فعل نہیں ہے
 کہ ان میں سے فعل کتاب میں بعد از مسجود الخاضعہ کی آیت ہے (تیمم نہ ہو، نہ ہو، نہ ہو)

۱۵ زبانوں کو سنے تھے وہ جتنے حضرت مسیح اور ان کی قوم یوں تھی۔ بلکہ وہ ایک زبان سے دوسری زبان میں براہِ ترجمہ کرتے چھپے آ رہے ہیں اور مختلف مذاہبوں کے ہاتھوں سے لکھ کر پھیلے ہیں ان لئے یہ اور حقیقت سیرتِ اربعہ کی کتاب میں اور بعض مواضع کے نمبروں میں اور انیس و تیرہ مسلمان عوام میں پھیلے ہوئے سینا اور انہوں سے یاد کرنے کو انہیں زیادہ سنا دیا۔ یہ جتنے نمبر کی کتاب حدیث کا وجود دیا چاہتا ہے۔ جن میں صحت و تحقیق کا پتہ نہ ہو۔ وہ کفار کیسے رہا۔ انہیں سب حقائق کے پیشِ نظر ان گھنٹوں اور قرآن کا موازنہ اور عقیدے سے ہیں نہیں اور متاثرہ کتابیں اور بے کیا چیزوں میں دوتا ہے۔

۱۶ مسلم قرآن بھی مشرقِ وسطیٰ میں پھیلنے لگا۔ ان انجیل کے قاریوں اور ان کے ملی اور باغی مقام کی تسخیر کرتے ہوئے خوب لکھا ہے کہ۔

اللہ نے جو انیس حضرت یحییٰ کو ان کی قوم کی زبان میں دی تھی وہ تو کوئی شک نہیں کہ سب کی توجہ کی ہے اور سب کی کا کوئی نام نہ نہان بھی نہیں رہ گیا ہے یا وہ خود کتب ہو گئیں یا بعد ازاں کتب ہو گئیں اسی وجہ سے انہوں نے اس کی جگہ پر تالیفات کو اپنا لیا جن کی صحت اور تاثری حیثیت مشکوک کی ہے۔ کیونکہ یہ یونانی زبان میں ملتی ہیں جس کا مزاج حضرت مسیح کی اصل سامی زبان سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اسی لئے ان یونانی و عجمیوں کا اپنے بتارنے والے سے رشتہ نورِ رابطہ نبوی کی ذرات اور عرواں کے قرآن سے کیسی ضرور ہے۔

۱۷ انہیں کی دخلی شہادتیں بھی اس کی صریح تاریخی غلطیوں، واضح تشادات اور عقائدِ خیالی چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جیسے اس میں اللہ کی طرف ان چیزوں کا اعتقاد کیا گیا ہے جو اس نے عدل و انصاف کے کسی طرف شایانِ شان نہیں اور نہ اس کی ان صفات ہی کے مطابق ہیں جو آسمانی تعالیم میں متفق علیہ ہیں اور انہیں عقل سے تسلیم کرتی ہے اس میں انبیاء پر ایسے احترام والا نام ہیں جن سے معمولی انسان بھی برتری اور برتر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اخلاقی شاہد قوراء و تخیل میں (جنہیں مجموعی طور پر باطل یا کتابِ قدس کہا جاتا ہے) الحاق و اضافہ اور تہذیبی کی تکمیل ہی کرتے ہیں۔

۱۸ اپنے موضوع پر ضرور کتابِ انبیاء و ائمہ، جہولانہ و حمت اللہ کرانوی (م ۸، ۱۳۸۷ء) میں لکھا کہ۔
تکریمہ اس کے قلم سے ہے، ملاحظہ ہو، مصنف نے کتابِ مقدس کے ۱۲۳ اخلاقی اختلافات کی

نہایت کی ہے اور وہ الہی تعلیموں کی طرف سے دی گئی ہوگی۔

”تاکیداً فرمائی کہ اصلاً عربی زبان میں ہے یہ سارے فیصل دوست معجزانہ توفیق دہانی نے اس کا ترجمہ کر دیا اور اس پر ایک مفید مقدمہ لکھا، یہ کتاب عربی سے ہانگرنے والے قرآن کے لئے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوئی۔“

یہ ان جلیل القدر کمال ہے جن کو ان کے ماننے والے ہزاروں برس سے ستوں سے اگے کے ہوئے ہیں۔ اور یہ ان کی وہ عمدہ ترین توفیق (یعنی ان کی حقیقی اور حیرانی) ان کی حلقہ ہوش اور طلبہ اور ہیں اور اسلام اور مسلمانوں نے بھی ان کو اس حد تک تحسین کیا ہے کہ ان دونوں کو اس کتاب کا لقب اور امتیاز دیا ہوگا۔ یہ بقی رب، ہندوستان کے رہنے والے ان کی دستاویز کا نام تھا کہ ان کے بارے میں تاریخی معلومات اس قدر کم، اور ان کے اصل مطالب اور حقیقی قاصد تک پہنچنا اس قدر مشکل ہے۔ اور ان کے ساتھ بھی ایسے تاریخی حقائق پیش کرنے کی صحت اور بھی مشکوک اور ان کے زمانہ کا تعین اور بھی دشوار اور ان کے متعلق کچھ کہنا اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ اسے ہر ترجمہ مبرا اعلیٰ سوسہ کی زبان انیشیا پس ہندوستانی مذہب میں لکھتے ہیں۔

اگر ہم اچھا لائق مواد ایک نرہ میں شہتہ تشبیہ کے ذریعہ نہ کرنا مشکل نہیں ہے تو پھر اس صحیفہ کی بحیثیت مجموعی صرف صحت عبارت باقی رہ جاتی ہے جہاں کچھ حد تک اس کا دعویٰ بھی کرتا ہے یعنی کہ یہ مختصر خداوند نے نام کی ہے اور نہ کسی مصنوعی طرز بقصد اپنی طرف پرورش رکھتا ہے اس کی عبارت میں یہ کثرت اضافہ اور تحریکات کی گئی ہیں جن سے یہ سب ایک نئی کے ساتھ نیا بنایا گیا ہے پھر بھی ان صحیفوں کی عمر کا تعین کرنا یا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ بہت دور سے سب سے بعد میں تحریر کئے گئے ہیں وہ ہمارے عہد کی ابتدا سے پانچ سو سال سے زیادہ پرانے نہیں ہیں۔ یہ وہی کا پتہ سوا اس سے بھی قدیم ہے اس قدر قدیم کہ متعین طور پر اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ جاسکتا اور اس کی قدیم ترین تحریروں کے بارے میں تو کچھ سہا پہل نامک ہے خود ممتاز ہندو فضلا اور ہندوستانی ماہرین فن و محققین ان صحیفوں کے متعلق نیا رائے لکھتے ہیں اور ان کی بے حد تحقیق اور فکر و نظر نے انہیں اس نتیجہ تک پہنچایا ہے اس کا اندازہ ذیل کے ہا

اقتدار سے ملے گا۔

”مشہور فاضل سریش چندر چمروٹی نے پھر رکت یونیورسٹی ایک کتاب

ہے، نویں صدی عیسوی کے بعد صرف عبارات سے متعلق بیچا مسجد ہندوستان — ہویا گیا اور وہاں پانچ حصوں میں پایا جاتا ہے جسکے نام یہ ہیں: شمول کا تھا (سپر، vesperae) ، بندہ (venou) اور خورد (vesta)۔

لیکن قرآن مجید پر اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں سب سے آخری کتاب اور سب کا مصداق و گرام ہے، اور جس پر ہر نبی کی ہدایت، مخلوق کا خالق سے رابطہ اور رحمت محمدی — قیامت تک دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ہے۔ تو اس کی شان و سبب آسمانی کتابوں سے بالکل مختلف ہے اور اس کی ہمت ہی پختہ اور سے اللہ تعالیٰ نے خواہ اس کی حفاظت اور ہر قسم کی ایف و تہدائی کی اور زیادتی سے دور رکھنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

اور یہ تو ایک عالمی سرچہ کتاب ہے اس پر جہنم کا فضل آنے سے ہو سکتا ہے اور یہ چھپے (اور راتا) (میر) خوبوں والے "خدا" کی اماری ہوئی ہے (مہما سجدہ)

ی طرح سے مسیح جوئے اور کسی بڑے کاری کا نشان بنے حافظ سے نکل جانے اور سینوں سے نمودار ہونے یا کسی مبارک میں معبود ہوجانے سے بھی متعلق ہو گیا ہے۔ جیسا کہ بقرہ کے بارے میں بار بار چٹن آیا۔ ان کے فرمایا ہے شک یہ (کتاب) نصیحت ہماری نے تماری ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

میں وعدہ حفاظت میں قرآن کے حفظ و تحفظ و فروغ و حفاظت کئے جاتے پڑھے اور بچھے جانے مترادف و انکار و نفی کا قائل عمل ناقابلِ شہرہ و نقیض طاقی نسیان ہو جانے کی پوری نفی موجود ہے اس لئے کہ عربی کا لفظ حفظ کا معنی وسیع و فاقی اور وسیع و فاقی رکھتا ہے۔

سب اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس کی اصیبت اور اس کے تمام لوازمات کے ساتھ (جیسا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی) باقی رکھنے کا فیصلہ کر لیا تو اس کے لئے اللہ نے لغز بھری فطری درختاری اسباب اور حوادث کے لئے کو اس مقصد جیسے کی تکمیل میں مدد دیا۔ نہ تھوچھے ہی قرآن کی کوئی آیت نہ ہوا نہ موت سے نکلتی اور کانوں میں اس کی آواز نہ پڑتی مسلمان اسے جہز جان بناتے ہوئے اس پر نقش اور حفاظت میں مچھوڑ کر مرنے کے لئے پروا نہ کرتے، اس مہارت میں اس فطری محبت کو بھی دخل تھا، جو قرآن کی طرف سے ان کے دلوں میں رکھی تھی اور خود قرآن کے الفاظ و بلاغت اور اس کے الفاظ و تفسیر کی نرمی و لطافت کے علاوہ حفاظت و

حاجتین قرآن کے فضائل کی آیات و متواتر احادیث کو بغرض قہاس نے عبادہ مسلمانوں و قد آن سے نذر عبادت قانونی و انکاس تہمت و معاشرت درہم و ادب کے مختلف پہلوؤں کے ذریعہ متعلق کر دیا مگر قہاس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن سے مسلمانوں کا قلبی تعلق مشق و دانش کی حد تک پہنچ کر اور آواز و سواہی سے ان میں حفاظ کی غیرت انگیز کثرت ہو گئی۔ چنانچہ واثق و یقیناً میں جو ۳۰۰ میں پیش آیا مسلمانوں میں سے ایسے ۷۰ (۷۰) آدمی عہد ہوئے جو قادیانی حاکم و عامل کہلاتے تھے اور ای طرح حفاظ کی تعداد مسلمانوں کی تعداد میں صد فی صد کے تناسب اور حفاظ کی رغبت کے سبب جو حقیقی بن رہی ہے۔ مسلمان قرآن کو ایک عین سے دوسرے عین اور ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتے رہتے ہیں اور وہ اس کے حفظ میں دو مہارت و مہار کی قرأت اور صحیح پڑھنے اور ایک دوسرے سے پڑھ جانے اس کی عبادت اور اس کے ذریعہ عبادت کا دوشوق و شغف رکھتے ہیں کہ عام غیر منسوب کو اس کا یقین نہیں ہوگا۔ البتہ وہ غیر مسلم جو کسی سزا یا نول میں رہتے اور مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں اس کا کسی قدر اندازہ کر سکتے ہیں، ان حفاظ کی تعداد ہر زمانہ میں حد درجہ سے باہر رہی ہے اور اس زمانہ میں قرآن کی تعداد انہوں نے تجاوز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے باغیوں اور مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار لوگوں کو اس طرف اہمائی طور پر تنبیہ کیا تھا جبکہ یہ مسئلہ حسب کثرت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے، تو انہیں اندیشہ ہوا کہ حفاظ کی شہادت سے قرآن کی بقا و کون (کر اس کا دوزخ دار حافظ پر ہی رہا) خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ خیالی سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو، ابو سحاب میں مسلمانوں کی مصلحت و ضرورت کو سمجھنے میں ولایت رکھتے تھے، اور جن کے اس کی آواز اکثر مقام صد شریعت سے ہم آہنگ ہوتی تھی چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے دو خطبہ وقت تھے قرآن کو جمع اور قید کر رہا تھا۔ اس کی تجویز رکھی جو اس وقت تک چڑے کے نکلے، کھجور کی پھالوں، ورنٹک سفید کی پتھر کی تختیوں پر لکھا ہوا اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو شرع صدور مقرر فرمایا اور انہیں نے اس کام کی ذمہ داری

حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد کر دی جنہوں نے اسے پورے اہتمام سے نبھایا اور قرآن کو حفاظوں کے سینوں اور کتابان وحی کی تحریروں اور سفینوں سے جمع کیا، اور اس طرح یہ قرآن

اللہ صلی علیہ وسلم پر نازل کیا گیا: وہ وہ بھی مذکورہ بالا خیال سے متعلق ہیں چنانچہ یہاں پہنچتے ہیں
محققین کے اقوال درج کرتے ہیں۔ سرہلم میر جو اسلام اور بغیر اسلام کے متعلق اپنے
تصائب کے لئے مشہور ہیں جس کے صلب سے ہندوستانی مسلمانوں کی نئی تعمیر کے طبع دار۔
سیر احمد خان اپنی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یونائیٹڈ کالج آف محمد کے جواب میں خطبات
محمدیہ یعنی پڑی تھی ۱۰ دفعہ اور کتاب میں لکھتے ہیں۔

”حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے ربیع صمدی بعد کے اندر ہی ایسے شدید منافقت اور فرقہ
بندیوں پیدا ہوئیں جن کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ عہدہ کر دیے اور یہ اختلافات آج بھی باقی
ہیں۔ لیکن ان سب فرقوں میں قرآن ایک ہی ہے، ہر زمانہ میں تو قرآن کے ساتھ ان سب فرقوں کا
ایک ہی قرآن بڑھنا اس بات کا قائل ترویج ثبات ہے کہ آج ہمارے سامنے وہی سچ ہے۔
ہو یہ قسمت غلیظہ کے حکم سے تیار نہ کیا تھا، شاید پوری دنیا میں کوئی دوسری ایسی کتاب نہیں
جس کی عبادت ہر صدیوں تک اس طرح خیر تدلی کے باقی رہی ہو۔ قرآن میں قرآن کے
اختلافات بھی خیرت اعلیٰ طور پر بہت کم تعداد میں ہیں اور یہ بھی ان عراب کی وجہ سے ہیں جو
بہت بعد کے زمانہ میں لکائے گئے تھے۔“

وجہی اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے کہ ”تمام قدیم صحیفوں میں قرآن سب سے زیادہ غیر
مکلوہ اور خاص ہے۔“

قرآن ہ سرور انگریزی ترجمہ پام کرتا ہے:

”حضرت عثمانؓ کا ترتیب دیا ہوا متن اس وقت سے آج تک سچا شدہ اور مسلم صحیفہ

رہا ہے۔“

لیکن پورا لکھا ہے: ”قرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے
صرف جو ہم آج پڑھتے ہیں۔ اس پر اختلاف کر سکتے ہیں کہ تقریباً تیرہ صدیوں سے غیر مسلم
رہا ہے۔“

(یہ شہادتیں اور اقتباسات مولانا عبدالصاحب اریا آپدنی کی انگریزی تفسیر سے لئے گئے

ہیں۔)

ایک سبق

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اخلاق رازجوں سے فاسد عزائم سے
لے کر شمس و دریش کی غلط فہمیوں سے نکال دے، بلکہ دنیا کی زندگی کے ہر شعبے میں یہ بات
نکال دے کہ جس روحانی اور اخلاقی بلندی کو دنیا فطیروں اور مردانوں میں تلاش کرتی ہے۔
رسول اللہ ﷺ کے کلمات، ارشاد و وعدائات کی نوبت پر اٹھائے۔ آپ نے تہذیب کے
کوارٹر میں نہ اتریں اور نہ اس سے کام لینا چاہیے۔ آپ نے بتایا کہ انیت یہ ہے کہ فیک
آرکی، ایک حاکم، ایک فاضل، ایک سپر سٹار، ایک قیادار، ایک تہذیب و تمدن کا کوارٹر و سبکی تمام
مقصدیں جھٹلتوں سے ایک پروڈیوٹر بن کر بھیجیں ہر اس مقصد پر اپنا خدا ترس اور ایمان دار ہونا
نات ہے اور ہے، جہاں اس کے ایمان کو قوت و فاضل سے ساتھ چٹکے آئے اس صورت آپ اخلاق
اور روحانیت کو بہانیت کے گوشوں سے نکال کر معیشت و معاشرت، سیاست و عدالت، صلہ اور
جنگ کے مسائل میں سے نکالے اور یہاں یا کمزور اخلاقی کی تحریفی قائم کی۔

یہ اسی رہنمائی کا فیصلہ تھا کہ اپنی نبوت کے آغاز میں جن لوگوں کو آپ بھیجے گا وہ لوگ آپ کے لئے
ان لوگوں میں بھجوا کر دے گا۔ اور ان لوگوں میں سے جو اللہ کی جانب سے آئے ہوں گے ان کے لئے
تھے جن لوگوں کو حق ماننے والے بنائے تھے، انہیں حق ماننے والے بنائے تھے اور ان کے لئے
واللہ اعلم بالصواب۔ پھر ان لوگوں سے وہ لوگ بھیجے گئے جو ظلم و جور سے
بریت کرنا شروع کیے اور ان کے لئے بھیجے گئے اور ان کے لئے بھیجے گئے۔

تو پتہ چلتے ہی دنیا کو اپنے سانکھوں سے روشناس کرایا جو ہزاروں میں عام انسانوں کی طرح چلتے تھے اور عدل و انصاف سے انہوں پر غفلت کرتے تھے۔ آپ سے پہلے دنیا ان توجہ انہوں سے واقف تھی جو کسی ملک میں گئے تو ہر طرف قتل عام ہر پاتے رہتے تھیں وہاں کہہ دیتے اور منتظر قوم کی عورتوں کو بے پردہ کرتے پھرتے تھے۔

آپ نے اس دنیا کو ایسی فوجوں سے محارف کر لیا جس میں شیر میں لاشیں داخل ہوتیں تو دشمن کی فوج کے موٹسی پر دست و رازی نہ کر لی تھیں اور فتح کئے ہوئے شہر سے واپس نہ آئیں تو اصل شہر و مومن کئے ہوئے ٹھیکر ہیں، ایسے مرد جی تھیں۔ انسانی ظرافتوں اور شہروں کی فتح

کے قلعوں سے چوٹی پر تھی ہے۔ سر فٹے غلہ کی دہلی تھی آپ مہاراجہ شہنشاہ سے منجس شہر نے
لوگوں نے میر ویرس شک، مولی اللہ سی اللہ علیہ وسلم پر غلط ارہتم اسلایا تھائی شہر میں آپ نے کھانکا
لوگوں نے غلہ اس شان سے، واقعا کہ آپ نے کھانکا مہر خدائے آگے جہان پار پاتا تھا آپ نے کھانکی
چوٹی کوٹ کے بجائے لے لی جاتی تھی اور آپ نے کھانکا میں غور و تمیز کیا تھا آپ نے کھانکا
تھی۔

وہ ایک بونہ ویرس آپ نے کھانکا پر غور، اہتم برتے تھے انہوں نے آپ نے کھانکا
جہرے پر مجبور کر دیا تھا اور جہرے کے بعد بھی قانہ ویرس تھا آپ علی اللہ علیہ وسلم سے
جہرے رہے تھے۔ جب مغلوب ہو کر آپ کھانکا کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے آپ سے
برسر و سرسائی اتھائی اور آپ کھانکا نے اہتم لینے کی بجائے فرمایا
'توئی شہر کوئی رہتے نہیں، یہاں تو پہلے رہتے تھے۔' (ایرے سر ہر مانم و کھانکا)

تھار میں آپ تو میر ویرس کو کھانکا میں لے گئے تھے آپ نے کھانکا سے کھانکا
یہ بول کا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زکوٰۃ کا صحیح مصرف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ○ شاعود باغہ میں

الشیطان المرجوب ○ بسمہ اللہ الرحمن الرحیم ○

حضرات اہل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے زکوٰۃ کے مناسب کھل اور اس کے اوقات کی حکمت و مصلحت کی بڑی اچھی وضاحت کی ہے، دو لکھتے ہیں:-

”اور درازے جو صالح مسلمانین نے جو کسی تکلیف و مشقت کے زکوٰۃ کے لئے کھلے تھے، جن کو انھیں بھی قبول کرنی ہے چاہیں۔ اول یہ کہ اموال ہر سال سے زکوٰۃ لی جائے اس لئے کہ اس کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، ہر قوم و ملک کے باہر آنے ہونے کے بغیر پرانگن ہوتا۔“

اموال ہر سال کی تین قسمیں ہیں۔ مہیسی، کاشت، تجارت اور سہ پہر خزانہ۔ کئے مالکوں اور سرمایہ داروں سے لی جائے اس سے کہ انہو چورن اور ان کوڑوں سے اپنے اہل کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور ان کی آمدنی کی بد میں اتنی زیادہ ہیں کہ انہوں نے خرچ سے ان کو کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ ان کے اموال سے لی جائے جو بغیر کسی محنت و سعی کے ہاتھ لگ جاتے ہیں مثلاً مہر، جاہلیت کے خزانے، اور قدامت و خزانے اس لئے کہ ان کی حیثیت بالکل مفت کی ہی ہے اور اس میں سے خرچ کرنا بہت آسان ہے۔

چوتھے یہ کہ عام تجارت پیشہ لوگوں سے لی جائے۔ اگر سب سے تھوڑا تھوڑا لیا جائے گا تو ان پر زیادہ بار بھی نہ ہوگا اور مجموعہ کافی ہو جائے گا۔

تجارت۔ (مع درآمد برآمد) ملہ اور پھس زکوٰۃ کی سب سے اہم قسمیں ہیں جن میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کیلئے ایک سال رکھنا کیا ہے۔ جب یہ ہے کہ ہر سال میں مختلف فصلیں، درختان، پیشہ واریتیں جن میں بیہزاروں میں اضافہ کیا۔ مکان بہت رہتا ہے اور

نفس ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ زکوٰۃ سے بنیادی مصالحہ اور اس کے اسرار اور عقیدوں کا ذکر کرتے ہوئے عین اللہ والہ انداز میں لکھتے ہیں:-

”جاننا چاہئے کہ زکوٰۃ میں سب سے زیادہ اہم و مصالحہ ہیں پہلی مصلحت تہذیب نفس ہے۔ اس لئے کہ نفس اور حرص و غفل کا چرلی دامن کا ساتھ ہے جو معاہدہ میں انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔ جو حرص ہوگا مرتے وقت بھی اس کا دلی مال میں انکار ہے گا اور اس کی وجہ سے عذاب میں جہاں کیا جائے گا۔ اگر زکوٰۃ کی مشق اسکو ہوگی تو یہ حرص اس سے ختم ہوئے گی جو بلا غرا اسکو قلع پہنچائے گی۔

انابت اور رجوع الی اللہ کی بعد معاہدہ میں سب سے علیٰ اخلاق مساوات نفس ہے جس طرح رجوع الی اللہ انابت و عبودیت دعا اور تضرع سے عالم جبروت سے مناسبت اور قرب پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح مساوات، خشیت اور پست دنیاوی صورتوں اور شکلوں کو توڑتی ہے اس لئے کہ وہ بھیبت کی ضد ہے۔

اور اس کی اصل یہ ہے کہ ملکوتی (فرشتوں والی صفات) غالب ہوں اور پہچانہ صفات ان سے دب جائیں بلکہ ان کے رنگ میں رنگ جائیں۔ اور ان پر بھی اس حکم کا اطلاق ہونے لگے جو ملکوتی صفات پر ہوتا ہے۔ اس کا راستہ یہی ہے کہ مال کو باوجود ضرورت و احتیاج کے راہ خدا میں خرچ کیا جائے عالم کو معاف کیا جائے۔ مصائب پر صبر کیا جائے اور دنیاوی تکالیف و مشکلات آخرت کے یقین کی وجہ سے آسانی و خوشگوار ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان سب چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان کی حدود و مقرر فرمائے ہیں، رحمتیں مال کا خرچ کرنا بھی ہے جو بہت سے حدود و تقوٰہ کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی اہمیت اتنی ہے کہ ایمان اور نماز کے ساتھ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ اہل نماز کے بارے میں فرماتا ہے:-

فَالْوَالِئُ لَهُمْ نِكَاحُ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ نِكَاحُ الْمُصَلِّينَ وَلَا نِكَاحُ الْمُصَلِّينَ

مع الخائفین

(ترجمہ) ”وہ کہیں گے کہ ہم تو نہ نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ ہم غریب کو کھانا کھلایا کرتے

تھوڑا مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں پڑ رہے تھے۔
 دوسری مصلحت کا قلع شہر سے ہے اس لئے کہ ضلع خا، اور اہل حاضریہ جمع ہوں نے امر
 ان کی بددروہی و اعانت کی یہ ملت نہ ہو تو وہ سب بھوک سے ہلاک ہو جائیں۔ اس کے علاوہ
 شہروں کا انکسار مالی پر قائم ہوتا ہے اور ان شہروں کی حفاظت کے ذمہ دار اور وہاں کے رہبرین
 و منتظمین اپنی ان مشغولیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہیں کر
 سکتے ان کی معیشت کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے مشترکہ اخراجات یا چندے نہ سب کی لئے
 آسان ہیں نہ ممکن اس لئے رحمت سے ان مصارج کے لئے مقرر رقم وصول کرنا سب
 دستور ہے۔

اور چونکہ مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ یہ دو مصارج باہم لازم و ملزوم رہیں اس لئے شرٹن نے
 بھی اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رکھا ہے علامہ عمر اعظم فرنگی بھلی لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ
 ٹیکس نہیں بلکہ دوسری عبادتوں کی طرح خالص اللہ کی عبادت ہے وہ کہتے ہیں:-

واللہ تعالیٰ زکوٰۃ کے وقت نیت کی ادنیٰ بہت ضروری ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ بہت بڑی
 عبادت ہے جس طرح نماز کا مقصد سوائے حصول عبادت کے کچھ نہیں چنانچہ نیت اس کے لئے
 فرض ہے اگر جانیت ادا کر لیا تو جس طرح نماز بلا نیت کی نہیں ہوتی زکوٰۃ بھی دانیس ہوگی۔
 البتہ نماز بلا نیت کے باطل ہو جاتی ہے خلاف زکوٰۃ کے جو بلا نیت کے بد یہ ہو جاتی ہے چنانچہ
 بد یہ کا ثواب اس کو ضرور حاصل ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نیوکار لوگوں کے عمل کو مناسبت نہیں کرتا۔

زکوٰۃ کی نمایاں خصوصیات

حضرات قدس سرہ انہی نے بہت سی ایسی نمایاں خصوصیات ہیں جو انسان کے خود ساختہ
 قوانین اور حکومت کے عائد کردہ ٹیکسوں سے بہت مختلف ہیں۔ ان کا بالامیاد خصوصیات نے
 زکوٰۃ کو ایک خاص رنگ اور مزاج بخشا ہے اس کو دینی تقدس اور پاکیزگی عطا کی ہے اور اس کے
 اندر زندگی و اخلاق پر اثر انداز ہونے اور خداوند سے تعلق کو استوار اور مستحکم کرنے کی ایسی قوت
 و صلاحیت پیدا کر دی ہے جو کسی دوسرے دنیاوی ٹیکس میں (خواہ اس میں انصاف و اعانت کو
 زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہو) نہیں ہے اور نہ ممکن ہے۔

اللہ نے چاہا اور اپنی دیکھ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اسے وہاں ہے اور ظہور ہے۔

ہر ایک کے اعمال اللہ کی راہ میں ترقی کرتے اور جو باندھ کر رکھتے ہیں اس کے قریب ہیں۔ اس میں وہاں ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے لئے لکھا جاتا ہے پر وہاں کے پاس ہے اور ان پر وہاں کی طرف واقع ہوا ہر شخص کو ملے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اسلامی شریعت میں ان مسائل کے مقام و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے خوب لکھا ہے۔

”اللہ کی قریب انصاف پر جو احادیث آئی ہیں انکا ایک مقدمہ یہ بھی ہے کہ یہ عمومی احکامات کے ساتھ جو جو ترقی و توحید کے اور تہذیب نفس کا کام بہت حد تک اس سے انجام پاتا ہے۔ محل لی برقی بارہ اس لئے بیان کی گئی کہ حرمش انہی چیز ہے جو ماضی و توحید و توحید کا پیکر تھی ہے اور جس کا اشارہ اس حدیث میں ہے کہ۔“

اللہم اعط مفسقا حلفا و انعم اعط ممسکا نلفا۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ حرمش کے پھر اس لئے کہ حرمش ہی کے قوت سے پیغمبر والوں کو بولک کیا ہے۔ اور اسے موقوف ہے اور شاہ ہے۔

ان النصیحة لطفی غصب انوب۔

یونیک صدق اللہ تعالیٰ کے غضب کی کیا آواز ہو جیلا کر دیت ہے۔

ان النصیحة لطفی لطفیہ۔

بے غصب صدق تھا ہوں واس میں انجھادوں ہے اس طرح پائی کہ نہ انجھا رہا ہے۔

غیب اور نہ ہٹ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ صدق و اپنے اپنے باتوں میں کے لیتا ہے اور اس کو دیکھا جاتا ہے۔“

مالداروں سے لیا جائے اور غریبوں میں تقسیم کیا جائے

دلوں اور ان کی سوس نے ہر میان کو شخصی مصلحتوں میں دے کر مائے کی جھپڑی اور جھڑی غم و غم میں نظر آتے ہیں یہ تمام اور غریبوں کی فرقہ و اس کے اثرات و نتائج پر چڑے ہیں۔ پر اثر نہ لگتا ہے وہ کسی شریعی معاملے اور حقیقت ہے جس کو جس جگہ کے اپنے ہی غم و غم۔

اساتذہ کرام کے طریقیان فرمایا۔

نوح خدمہ اغلیا نھم ونورہ علی فقر انھم

یہ کلمہ سات صدیوں سے پرہیزگاروں کے غریبوں میں تقبیہ کیا جا رہا ہے۔

یہ زکوٰۃ کی وہ شرط حیثیت ہے جو ہر انسان میں نظر آتی ہے۔ اور جو قیامت تک برقرار رہنی چاہیے۔ اس کاغیر غریبوں کے شرائط و ضوابط پر چلے گا۔ اس کے تحت ہیں اور زکوٰۃ کا مخصوص اور معین نصاب ان کے پاس ہے۔ یہ ہے امت کے ان مصارف میں سرف کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں اور ان کی تحقیق اور قانون مازاداً ہے۔ یہ تحقیق تو اس کا حق نہیں دیکھا۔ اس میں ہی طرف سے تہذیب و تمدن کے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساكين والمہتممین فی سبیل اللہ (ادب القوم صرف غریبوں کا حق ہے۔

شریعت اور احادیث نبویؐ کاغیر غریبوں کے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہم و تنبرے فقیر اور اس کا ذات ہیں۔ زکوٰۃ کا یہ تمام ایسے لغو و بربادیوں میں بھی کوئی نہ ہو۔ ہر انسان میں تو انہیں کی تحقیق پر سو فیصد مبنی مائل نہ تھیں۔ چنانچہ فقر، استغنیٰ، ان نعمتوں کے سامنے میں انہیں اپنے حقوق سے محروم نہیں۔ یہ اور حد و اللہ بھی پوری ملے گا۔ یہ وہ سبب ہیں جنہیں حدت میں بہت سے غرض مند صوفیاء اور مشرق چش چش نظر آتے ہیں۔ یہ ان کے خلاف علم و جرات بلند کرنے کے واسطے ہیں۔

اتقوا کی تواضع اور اخلاص کی اسیریت

زکوٰۃ کا تیسرا امتیازی پہلو اخلاص، تواضع اور کمونیت کی وہ دونوں پہلو ہیں جن میں جاری و جاری رہتی ہے اس سے مراد زکوٰۃ کے ادب، علی و اطلاق اور دینی جذبات کے اس کا زکوٰۃ قرآن مجید میں بہت اہتمام سے بار بار فرمایا گیا ہے اور زکوٰۃ دینے والوں کو ان صفات سے ہم و تن ہونے کی ترغیب دی گئی ہے اس نے اہل غیرہ اس کی تحقیق کی ہے کہ وہ انسان بننے کے لیے ایہ چیز کریں، وہ اپنے صدقہ و خیر سے اس سے ملوث کرنے سے قیمت نہ لیں اس نے اہل غیرہ کو اس سے۔ چنگ انداز تواضع و اخلاص کی یہ بات پائی پائی ہے اور زکوٰۃ دینے والے وقت یہ سب کیفیت ان پر جاری ہوتی ہیں۔ ورنہ وہ

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا تَوْأَوْ قُلُوبُهُمْ وَجِلَّةٌ إِلَيْهِمْ رَاجِعُونَ .

(ترجمہ) اور جو لوگ دسیہ دیتے رہتے ہیں تو انھیں پتہ رہتے ہیں اور نئے دل اس سے
دست دیتے رہتے ہیں کہ انھیں پروردگار سے پاس دینے جانا ہے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے:-

اسْمَاءُ وَبِكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ .

(ترجمہ) تمہارے دوست تو ہیں اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز کی
پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اس حال میں کہ وہ خشوع بھی رکھتے ہیں۔
ان اہل فیض کی تعریف کرتے ہوئے وہ انکو خلاص نام اور سر قسم کی اہم بات سے نوازی
سے متصف قرار دیتا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

رمضان المبارک مومن حقائق کی حیات نو

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین

وعلی آله وصحبه اجمعین

پیر سے دوستو اور بھائیو!

سب سے پہلے تو آپ کو یہ خود اپنے دماغی مراعات دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر رمضان کا چاند دکھایا اور پھر رمضان کے مہینے کے ہمارے دوست اور احباب ہیں جو شاہد نعم سے بھی افضل ہیں۔ اُن کے اور اہل کے یہاں سے طایا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ بشارت ہے (رمضان کے اہل رخصت سے ہوتے) اگر ان کو قبل میں اس کا اچھا خیال دوا (لئے ذکر و تکرار) تو وہ اس پر اُن کو کمر بستہ ہوں گے کہ یہ گور رمضان نہیں ملے۔

رمضان کا کوئی بدل نہیں:

رمضان کا کوئی بدل نہیں سب میں اللہ کے ہیں اللہ ہی نے یہ لایا ہے اُن فرما دیا ہے ایا اور ان میں تبدیلی کوئی بات ہے لیکن رمضان کی قسمیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شهر رمضان الذي نزل فيه القرآن هدى للناس و بيات من الظلمات

والفرقان سورة بقرہ ۱۸۵:

رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا جو تم کو ہدایت دے اور (اس میں) ہماری بات کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کے) مابین الگ کرنے والا ہے۔

رمضان کی فضیلت و عظمت:

یہ معمولی بات نہیں ہے، ہر مہینہ پر جو چیز چھتے رہتے ہیں ان کو ہمیں ہر مہینے سے گزرتے رہتے ہیں، مثلاً اس پر توجہ نہیں ہوتی، جو چیز پر ہر شے رہتے ہیں اس پر توجہ نہیں ہوتی، یہاں تک کہ مزان کے معلق کی طرف ہر چیز توجہ نہیں ہوتی، یہ معمولی بات نہیں، جو اللہ تعالیٰ نے قرآنی کی

وہ انسان کا مجاہد ہے کس میں قرآن ہیہ نازل لیا گیا۔ جو سب سے بڑی جہاد سے بڑی جاسوسی تھی
کسی وقت کو کسی جگہ اور یہ کہ کس میں اللہ کا نام نازل ہو، جہاں تک نہ ناس کا تعلق ہے مہینوں
اور صدقہ کے کا تعلق ہے اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت کی بات نہیں ہو سکتی جس میں قرآن کچھ اللہ
کا کام نازل ہوا۔

ناور موعظ:

ایک قاری نے کہا: ہاں تو کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو پھر رمضان میں ہی نازل کیا اور خود
کامیاب تم سے اور میں یاد دہار سے خیال میں آتی ہے کہ خود اپنے حساب لینے سے جو فی الواقعہ سے
چھپے رمضان میں ہوا اس میں پوری ہی بات آتی ہے۔

جو ملک جو سمجھتا ہے کہ اس میں کئے بغیر اور جی ہے۔ اس حالت میں ہوا کوئی شب نہیں کہ
اللہ تعالیٰ وہاں روزے کا اجر پھر دے اور یہ اس میں روزہ رکھنے کا اور وہی براہ راست ہے۔ یہ کہ
اور پھر اس نے اس کو رمضان کے مہینے پر سے کر لیا اور پھر شہادت ہوتا ہے۔

اللہ پر یقین اور ثواب کی لابی

اس میں کوئی بات جو درحقیقت میں اور اس پر نقش کر لینے کی ہے وہ یہ کہ اللہ نے رسولؐ کے
خاص مہینوں کے تعلق فرما دیا ہے کہ

مَنْ فَامَ لِّلَّهِ الْقِدْرَ اِمْلَانًا وَاحْتِسَابًا عَفَرَهُ مَن تَقَدَّمَ مِنْ رَّعِيٍّ وَرَمِيَ
وَمَنْ اَمْلَانًا وَاحْتِسَابًا عَفَرَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

یعنی جس نے اللہ کی شہادت میں اللہ کے وہ مہینے پر یقین کرتے ہوئے اور
اس کے لئے اللہ کی لابی میں اور اس کے لئے اس کے سب سے بڑے مہینے کا مہینہ ہے اور
اس کے مہینوں کے لئے اللہ کے مہینوں پر یقین رکھتے ہوئے کہ اس مہینے کی یہ
نصیحت ہے اور اس مہینے میں کہنے کا یہ اثر ہے اور اللہ کے مہینوں میں مہینہ کا یہ وجہ ہے اور اللہ کو
اللہ نے اس کے لئے یہ مہینوں کو دیا ہے اور اللہ کے مہینوں کی لابی میں روزہ رکھنا
اور اس شوق میں کہ اللہ جو دے اور کوئی چیز نہیں کہ اللہ رمضان کی تہمت پر ہی نہ دے اس کے لئے یہ

نہیں کدوڑے نہیں رکھے اور ہمارے بھی "لمن مکرہ روزہ" تھا۔ نئے نئے ثواب کا رمضان کی عظمت و فضیلت کا اور رمضان کے اجر و ثواب کا اتنا شمار نہیں کہ وہ ہمارے لئے شکر اور مشرقی موبہت سے لوگ اپنے ہیں جو عبادت یا راہِ جاہلانوں کے اثر سے یا نہ تائی روایات کی بنا پر روزہ رکھتے ہیں۔

روزہ برائے افطار:

اس سلسلہ میں آپؐ تجربہ ہوا کہ ایک مرتبہ آٹھ سے نو بجے میں چھپیں تیس پہلے کی بات ہے کہ نعتہ یوٹو اسٹیشن نے ہم سے ایک تقریر کی کہ وہ رمضان کی پہلی گارنٹ کوٹھڑی جا رہے ہیں وہ ہم نے ٹکڑے کر کے اس کے بعد مجھے ایک دعویٰ سنا کہ آٹھ بجے میں پشاور کوٹھڑی اور قندھار کے راستے میں افغانستان کے قریب تک کا سفر تھا، جو ایک دینی ضرورت سے یہ کیا تھا تو ہم کو کدوڑے میں تھے کہ رمضان کا چاند نظر آیا ایک فوجی افسر نے یہ کسی رئیس نے دعوت کی تو اس میں ایک فوجی افسر بھی شامل ہوئے جو اب ہندوستان کی طرف گئے تھے وہمچھ سے تقریریں کر آئے تھے (بیس تو اس کا موقع نہیں تھا) انہوں نے کہا مولانا ہم نے منصور یوٹو اسٹیشن سے آپ کی تقریر سنی تو اس میں آپؐ نے رمضان کے بہت سے فضائل بیان کئے اور اس کی تصویریات کا ذکر کیا لیکن آپؐ نے ایک بات کا ذکر نہیں کیا۔ روزہ رکھو لئے میں جو حیرت آتا ہے وہ کسی چیز میں نہیں آتا۔ مری کا زمانہ ہے تو پانی پینے میں اور دوسرے موسم ہے تو انتظار کرنے میں جو مزہ آتا ہے وہ ان کی کسی نعمت میں نہیں آتا اور میں تو روزہ اسی لئے رکھتا ہوں انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں تو روزہ اسی لئے رکھتا ہوں۔ مری کے زمانہ پر کہ روزہ رکھ کر جب افطار کر دو وہ مزہ آتا ہے جو دنیا کی کسی نعمت میں کسی بڑی سے بڑی خوراک میں دکھانے میں بھل ہو سیدہ میں نہیں آتا۔

روزہ عبادت و عبادت:

یہ بات بڑی آواز نہیں کی ہے مری دنیا کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بھی بحیثیت انسان ہونے کے عبادت اور عبادت ان دونوں چیزوں میں اختلاف ہے۔ ان میں ہر قسم

نہیں ہو پتی تا اگر مزید ہوت ہے کہ عبادت عاتقہ میں جاتی ہے۔ اور اس میں مختصر نہیں ہوتا۔
 کہ ہم نہیں کہنے کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی شخص موجب پاگل ہو کر رہ جاتی ہیں
 آثار پڑھنے کی عادت نہ پڑتی وقت ہوا تو کئے کوئی شخص نہیں کہ جو سے ایک ایک قدم کا کیا
 اثر پہلے رہا ہے اور کتنی دور جا رہا ہے جس اور مسجد پہنچ رہے ہیں۔ پھر مسجد میں اس بات سے
 پاؤں دھو کر اور کس اللہ تعالیٰ کے طرف و حشمتک اور پائے کر میں لے کر اللہ تعالیٰ کے لئے
 آگئے عبادت و عبادت کی جگہ میں آئے اس دو جگہ ایک جگہ پہنچ جاتی ہیں جس میں عبادت
 نہیں بھی داخل ہوتی ہے کہ یہ جگہ پہنچنے پر اپنے وقت پہنچ جاتی ہیں عبادت میں۔ عبادت میں
 نہیں ہوتا۔

روزہ رمضان کے اکیس کافوراجے:

مکئی بات تو یہ کہ آپ اس میں اپنے ذہن کو ماضی میں بھیج کر روزہ آپ ان کی خوشی کے لئے
 رکھ رہے ہیں نہ انہیں کئے گئے روزہ جانور کی قسم شرم سے کہ جب کہیں گے یہ کیسے روزہ نور
 میں اور روزہ نہیں رکھتے تو یہ بلکہ ان کا انتہائی ہونا چاہئے اور ایسے ہی شب قدر تک کے محض
 آیت ہے:

من قام ليلة القدر ايماناً واحساناً غفر له ما تقدم له من ذنوبه.

جو شب قدر میں عبادت کر سنا اہل پر حقین مہر تے ہوئے اس کے وعدوں پر یقین کرتے
 : وہ ہر اس کے اجر و ثواب کی لالچ میں تو اس کے سب بچھٹے گئے وہ عاف ہو جائیں گے
 تو ایک بات تو یہ ہے کہ پورا استحضار و ادراک و ایمان و تائید و تائید و تائید و تائید
 نصہ کی خوشی کے لئے رہا ہے اس لئے کہ روز و قریض ہے۔

رحمت باری کا مظہر:

اللہ تعالیٰ نے رمضان میں بڑی خصوصیات رکھی ہیں اس میں جاتی نہ تھیں میں ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جاتی ہے بیکار ہوتی ہے اس میں جڑے یا سے کھجوریں کئے نہ وہ - عاقبت نہ جاتے ہیں۔

اس لئے کہ یہ بات کھارو و شہر و دیہہ و روستوں سے غائبانہ و نامہ آجھوز گناہوں میں مریض نہ رہے
اور ان میں سے یہ بات سمجھائے کہ یہ روزِ واعدہ و خوشی کے لئے مقرر ہے جس سے مہار و اجا مہینہ
نہی اور چہ کے نہیں۔

تلاوت کا موسم

پھر اس لئے بعد اس روز میں آپ اپنے وقت و جگہاں بات میں مشغول رہیں اور
لوٹیں میں اور اس کے بعد اس میں قرآن مجید کی تلاوت آپ کی عادت و سنت کے مطابق
اور وقت کے مطابق اور غور سے وقتِ بلند میں زیادہ دینی چاہئے۔ اللہ کے اپنے نیک بندے
ہوتے ہیں تو انہیں یہ قرآن مجید روزِ نماز پڑھتے ہیں عادت و سنت کے مطابق اور انہیں
راز و عاصب و جنتِ علیہ السلام ہا ایک قرآن مجید روزِ نماز پڑھتے تھے ہم کے بھی کی رمضان میں
کے یہ تھوڑا ہے جس میں ہم نے بارِ رمضان میں نماز پڑھنے سے ہیں اور باقی کے یہ کس سے متعلقہ
کرتے ہی تھے اور پھر اب و فتنہ کے ساتھ اور اللہ کی نعمت بھی کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید
کی تلاوت کرنے کی رمضان میں ہمیں توفیق دی۔ رمضان جو اس کا مہینہ ہے اس میں
میں قرآن مجید پڑھنے کا اجر ہے اور وہ فتنوں میں نہیں ہے۔

عبادت و طاعت کا مہینہ

اور جس بات سے کہ اس میں نماز زیادہ وقت عبادت اور طاعت و نماز و ذکر و توبہ و استغفار
و وسوگاہت اور تلاوتِ قرآن میں نماز کے نیکوں زیادہ بات پڑھتے تھے کہ اس میں
نہایت زیادہ اور خوب ہے۔ تو بہت چنگا چاہئے اور طاعت اور رمضان میں نماز و طاعت
و سنتوں کی باتیں ہوتی ہیں اپنے گھر میں شریعتِ صالحہ کی باتیں ہیں یہ تمام ذکر و نماز ہے جس پر
اپنی زندگی کے کچھ عبادت و بن کر رہے ہیں و پوچھ رہے ہیں یا اور کوئی ایسی باتیں کہ
ہیں وقتِ نماز کے لئے نہیں جہاں تک ہوتے یا قرآن مجید کی تلاوت میں وقتِ نماز
ہائے پانچ آدھ گھنٹے میں وقتِ نماز کے یا مسجد میں و عبادت کی عادت سے رہا ہا اب ایک
و ذکر و توبہ و شریعت و نیکوں یہ اور عبادت و عبادت کے وقت سے کہ کوئی عبادت کے

۱۰ اس وقت وہ نعم اللہ کا بیٹا مر گیا

اور پھر آپ جس جگہ تھے وہاں کا تو پرچار بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے اپنے بندے کے جدا کئے جنہوں نے سوائے ہندوستان میں دین کا دھبہ نہ دیا اور اللہ کی سمجھت و عشق میں قربانی کا جذبہ و شہادہت سے نغمے اور اس سے داشت و شہادت ملی جو پھر اپنی بونی نے حضرت سید احمد شہید کے ہاتھوں میں اس نے ہاتھوں سے دے دی تو یہ حال تھا کہ ابھی مائیکو پھر مر گیا اور ابھی سے اس وقت تک وہ مدت سے لڑتے ہوئے اور ابھی وقت سے کہ پانچ دن کی عمر ملا وہ دھڑلے لڑا اور پھر بھی نہ بچا ابھی اس وقت کو لیا۔

تو آپ اس کا بھی خیال رکھیں کہ آپ ابھی جگہ ہیں جہاں سے بیٹا مر گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور اس کی نیک دعا میں لے کر رکھے اور وہ وقت پہنچا دے کہ وہ مر جائے۔

شہر شوشاں کا حق :

اور یہ خبر یہ ہے اور یہ کوئی غلطی نہ اس لیے کہ اس میں آپ کو ابھی نماز و سب سے یہاں کو ابھی قلعہ دینے کو آپ متعلقہ آئین سمجھ چکے ہوئے ہیں اس سے جو بد فہمیوں میں نہ رہا کہ یہاں یہ فہم میں جگہ جگہ سے بندے اور یہ خدا کے قہر و جبر سے آگاہ ہو کر تھکے۔ میں فہم میں نہ ہو ایسا ہی شہر ابھی کو ابھی نہیں چاہے اور یہ واقعہ ہی پر نہ کر رہیں۔ یہ حق ہے کہ اگر کا حق ہے یہ حق ہوتا ہے تو یہ پڑا ہے کا حق ہے۔

انصاف ثواب کی برکات :

۱۔ ثناء اللہ اسے آتی رہے رہے۔ اس میں اور قہر میں شہر کے پاس رہے ہیں اور قہر میں رہے ہیں لیکن یہاں نے انہوں نے اس میں وہی حصہ نہیں دیا میں نہیں دیا ہے کچھ حصہ ان کا ابھی دیا ہے میں ان سے اللہ تعالیٰ ان کو اور دیکھ کر اسے کچھ آپ کو ابھی دیتی ہو رہے تو میں سمجھ کر دے گا۔ اس سے آپ کی دلتی میں رہے تو میں ان کے مالک اس لئے کہ وہ حصہ لے رہے۔ اس وقت ان کا حصہ بندے تھے اور ان کی جہت میں نہ کہ ان کا حق نہ دیا۔

”یا خبر! آ خر کی رمضان ہو!

اللہ تعالیٰ میں اور آپ کو خوشی ہے۔ اس رمضان کی قدر کریں۔ اللہ اس کے بعد آپ کو بہت سے رمضان خوب فرمائے۔ میں آپ کے انہیں جس پر دل چاہے کہ اس رمضان میں کوئی کوئی نہ ہو اس خیال سے کہ رمضان تو اچھی بات ہے اس میں نیکیاں ملنا۔ اس رمضان میں ایسے کریں کہ جسے معلوم نہیں اس کے بعد موقع سے پانچ لاکھ یا سو لاکھ ہوں یا مہینہ نہیں صحت کا مسئلہ بھی اس سے اراضی حوادث یا مہینہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب۔ خدا تعالیٰ آپ کو پچاسے زار آپ کو بہت سے رمضان خوب فرمائے۔ کہ اس رمضان کی قدر کریں اس میں جس چیز یا دے زار دوزخ کی دوزخ نہیں۔

درود پاک کی کثرت:

اشارہ : دعا میں مانگ لیں ، جتنا ضروری ہے قرآن شریف پڑھیں ، یہ سب شایع ترین
 اور معروف شریعت کا قانون ہے جس سے قرآن مجید ان لوگوں کے بعد قرآن مجید کی تلاوت سے
 بعد سب سے زیادہ جتنا ضروری ہے شریعت کا مانگنا چاہئے کہ تم نے اللہ پاک کو درود شریف پڑھنا شروع
 کیا ہے اللہ جل جلالہ علی محمد و علی آل محمد کما حببت علی ابراہیم و عسی
 آل ابراہیم تک حبیب مجید انہم بارگاہ علی محمد و علی آل محمد کما
 بارگاہ علی ابراہیم و علی آل ابراہیم ایک حبیب مجید
 اے نبی و آل نبی ! اے نبی و آل نبی !

اے نبی! یہاں سے لئے جا

ربما اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين كفروا ربنا انك رؤوف رحيم - فان اتاكم من بعد ذلك عصابة من النصارى فاعلموا انهم لا شيء منكم ولا هم منكم ولا هم منكم ولا هم منكم -

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ اور یہ رمضان، جس کی زندگی میں آپ نے انقلاب بنایا۔
 رمضان ثابت ہو۔ اے نبی اللہ! وسلمہ علی نبیہا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

تہوار سے یہی خواہشوں کی بڑی امیدیں وابستہ ہیں کہ تم اپنے اپنے خاندان کا نام روشن کرو گے۔
 یہ کاری دربار میں اونچی سے اونچی رہی تو کون خلقی ہے حکومت کا جو سے سے بڑا شمار
 رکھتا ہے۔ تم اپنے پاؤں پر کھاری مار رہے ہو جس شمشاد پر تیار شخصین نے اس پر مٹی چھڑا
 رہے ہو عزت و احترام اپنا مستقبل یہاں تو ایسا بنا رہا ہے جو اور اپنی قسمت پر اپنے ہاتھوں سے نہیں
 مہر لگا رہے ہو۔

اس موقع پر بے اختیار حضرت مسیح اور ان کی قوم (عسود) کا مکالمہ یاد آ گیا۔ ماضی
 و حال میں ہمیشہ مناسبت رہی ہے اور انسان کی فطرت ہمیشہ سے ایک ہی ہے، حضرت مسیح
 نے جب توحید اور ایمان و عمل صالح کی دعوت شروع کی تو ان کو قوم کے بزرگوں اور قزاقوں
 نے ان کو ہی جھڑپ اور مسوزی کے ساتھ اٹھایا، انہوں نے ان کی مسجیت اور ان کے خدا
 باصلاح قد کنت فیما مر جو اقبل هذا (سورہ ہود: ۶۳)

اے صالح تم تو بڑے ہونہار تھے اور تم سے ہماری بڑی توقعات وابستہ تھیں۔
 ہمیں یقین تھا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے خاندان کے دن بھر رہیں گے اور اس کو سر بلندی اور
 عزت حاصل ہوگی، تم یہ کیا وعدے کر رہے ہو کہ تم نے یہ کیا جھڑپ شروع کر دیا ہے تو حید ہے اور
 یہ شرک ہے کفر ہے اور یہ ایمان اور یہ جھڑپ ہے اور یہ حیل ہے اور یہ حرام، یہ جائز ہے اور
 یہ ناجائز، تمہیں ہمارے حق نہ ہو، ہمارے اعمال سے کیا مطلب۔

فہنا نانا نعبد ما یعبد اباؤنا وانا کفٰی ملک معاند عو مالہ مریب

(سورہ ہود: ۶۴)

کیا تم ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے منع کرتے ہو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا
 کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔ اور ہم تو تمہاری دعوت کی طرف سے بڑے شکوک و شبہات میں
 مبتلا ہو چکے ہیں۔

جب ان معبود جو انہوں پر جن کی تعداد قرآن مجید کے طرز بیان سے سات معلوم ہوئی
 ہے ان کا سخاوت اور دانشمندی کا شکوک کوئی اثر نہیں ہوا تو ان چھوٹوں اور دانشمندوں نے دوسرا الحجہ
 اختیار کیا۔ اور کہا کہ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ اگر اپنا عقیدہ و عزت ہے تو توڑ دو گی
 پتھر اور اگر زندگی عزت ہے تو اس عقیدے سے دستبردار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم زندگی

کہ یہ خطرہ پوری دنیا کے باشندوں کے لیے ہے۔ اس لیے اسے اس وقت سے ہی ہمیں دیکھنا چاہیے۔

فَلِاللّٰهِ مَالِكُ الْمَالِ كُلِّ مَنْعٍ يُنْفِقُ مِنْهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ يُعْلِمُ سِرَّهُ وَخَرَاتِقَهُ وَإِنَّ يَلْجِزُ الْبَحْرَ يَوْمَئِذٍ فِي سَاعَةٍ إِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ عَذِيبٌ (سورة النمل: ٦٤)

یہ کہ (۱) خدا (۲) پادشاه میں ہے نہ تو جس کو چاہے ہدایت کی توفیق دے اور نہ
نہی کی۔ یہ توفیق ان کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کے لیے ہے کہ وہ اپنے لیے توفیق حاصل کر سکیں۔

[illegible]

اس وقت میں غلبہ دہم میں تھا اب تمہیں یہ خیال روٹی ٹھنڈا نہ دے سکتا قبول کی اور وہ اس کا سرچہ است و حامی اور یہ پوشش ملے۔ رومی نے کیا بھر جانے والی کدو کو اس سے نکل دیا۔ یہ نفاذ کیے۔ ان دو قسم میں آیا تو اچھا لگا۔ کیا بدل چلے۔ حیاتیات اب مراد میں نہ رہا۔ اب جو جسم مردہ رومی اور شاعری تھا اب وہ زینت و نور تھی جیسے میں نے فل کے حقوق آئے۔ ان محبوبہ اذکل کے مجرم آج کے یہ ہیں پناہ لیں۔ اس میں ان کی قرأت سے کتب نگلی اور ان دانشمندوں کی قرأت جو مقصود ہے ان کے بارے میں بھی نام کا ہے۔ یہ بھی۔

مطرب اور ترانہ گوئی کے لئے یہ کہ کھنکھس، دھڑکی، تلمیہ یا پچھپچاہٹوں کے علاوہ ہر شے

فی صدور العالمین۔

ابو نعیم اویسی نے جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لے آئے ہیں وہ ان کو خدا کے راستے میں کوئی ایسا کھینچتی ہے تو کوئی ایسا آویس نکلتے ہیں جیسے خدا کا خدا ہے اور انہیں تہذیب پر اور انسانی لطیف سے مدد پہنچتے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے کیا جو اس ماحول کے سینے میں ہے خدا اس سے واقف نہیں۔

میرزا حسن شاہ نے اور میرزا غلامی کا دعویٰ ہے تو اپنی قوم کا اپنا اپنے اہلکار اور اپنے اور ماضی و پادشاہ سے جس اور جس نے جس سے وہاں تختہ کلاب بیٹھیں تو بیس اللہ واعلم بحالی صدور العین۔ نہ منظور ان زمانہ مازول کا انتہا سہارا نہ سہارا ہی ہو۔ میں ان کی وقعت نہیں ہوتی ان کے لئے فریاد کیا ہے حشر السبب والا عسرۃ ذلک هو العسر ان العین۔ شاعر نے شاید یہی موقع کے لئے بیان کیا ہے وہی عمارت وصال ضمنیہ اس کے رہنے نہ اہم کے رہنے مجھے معلوم ہے کہ عمارت کے عمارت کے زمانے میں کتنے آدمیوں نے وہی اسلامی شیعہ قطع اس خاطر سے تبدیل کر دی کہ اس میں مسلمان سمجھ کر مارے جانے کا خط و کتابت کے مقابل میں قوت ایمانی کا یہ پڑا تھا تو جسے نصیر خان بلوچی اور پنجاب کی تلک خدمت کی درمیان ایک مرتبہ ہوئی ایک موقع پر اس جنگ میں نصیر خان زخمی ہو کر مر گیا۔ اس نے مرحدہ تلک پہنچی اس سے کہہ دیا۔ ایک نے چاہا کہ کام تمام کریں اس زمانہ کے بطوریکہ بڑے بڑے بالی دھتے تھے نصیر خان کی بھی نہیں تھیں اور بڑے تلک نے کہا کہ نہیں نہیں یہ ہمارا بھائی ہے اس کو نہ مارو جب جنگ ختم ہوئی اور نصیر خان بلوچی اپنے دار حکومت میں پہنچا تو اس نے خود بھی اپنے بالی ترشا اور پوری قوم کا پاس ترشدہ کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ ان دشمنوں والوں نے میری مسلمان ہونے کے بارے میں شبہ پیدا کیا اور میں شہادت سے محروم ہوا۔

پہلے دونوں دشمنوں میں بتنا بے فرق ہے۔

میں قدامتہ روادار کیست تاجپا۔

حضرات! جب عمارت ساز گاروں اور داماد باقی چل رہی ہو جب کسی مملکت پر قائم رہنے پر انعام ہوتا ہو اور پھول برسائے جاتے ہوں جب کسی قوم پر جماعت کا شرعہ اقبال بلند ہو

[illegible]

اس نے آئینہ کا حصہ لی جب یہ اس کے حق ہو تو تجھ کو آئینہ ہی وقت آئینہ کے فائدہ ہوگا۔
 کسی اللہ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 شب نہیں آئینہ ان سے کہہ کہ آئینہ تو لکھو وہ لکھتے اور آئینہ
 وہ تو لکھو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

کسی اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو اللہ تعالیٰ ہے۔
 لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی یا کسی بیہودہ حسیفہ نہ ہو

وہ علمہ لا الملائح المبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالمہ نو

وہ یادگار قمر پر نور، رقیۃ العزیز، مائتہ و تین سالہ، یہ لکھنؤ سے تشریف لائی تھیں

سبحانہ و تعالیٰ علیٰ رسولہ الکریم ○ اما بعد ○ فاعوذ باللہ

من الشیطان الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

دنیا کی عمر:

میں تو اس دنیا کی عمر بہت بتاتی جانتی ہے، مگر یہ دنیا بے شمار سوکڑی کی ہے اور مرنے والی ہے۔ آخری دور جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی تو اس نے عقل و دوش کی آنکھیں کھولیں، وہ دن تھا جب کہ اسے ہر عہد و مہلک کے گھر چنا بیدار ہو، وہ پہلے جہانم تھا، مگر اس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کوئی نرکتی نہ تھی۔ موت میں جو عمر کی دنیا میں ہے، تو کوشش میں بروقت نہ تراو گیا زندگی ہے، اس لئے حق پر پھنسے تو موزوں ہو یا نیکی کا سر نہ کر۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے دنیا کے حالات:

پہلی صدی مسیح میں انسانیت کی گاڑی ایسے علماء و دانشوروں پر چڑھی تھی، جو صحیح اچھا بنیاد رکھتے، راستے کا نقشہ بڑھاتا جا رہا تھا اور رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ، ہر آدم کا سارا کنبہ سوار تھا۔ ہزاروں برس کی تہذیبیں اور انکھوں انسانوں کی شخصیتیں۔ گاڑی کے سارے کنبے سوار تھے، یہ تہذیبیں تھیں جو ماضی کے لئے تھیں۔ اس وقت انسانی دنیا میں تھی، کچھ غائب ہو چکی تھیں، جب ساتویں سے دسویں صدی تک طرف سے

اور فی طرب منہ پھیر کر بیٹھ جاتے۔ کچھ دیر سے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چھانے، کچھ خانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جاری ہے اور اسے وہ کتنے قریب دو گیا ہے۔

انسانیت کا جسم تو تازہ تھا، تحریکِ دل نہ حال، ذرا غصہ تھا، ہوا، خمیر بے حس، ہر دو ہڈی نہیں ادب رہی تھیں اور آنکھیں پتھر سے دلی تھیں۔ ایمان و یقین کی ادا سے حسد ہو گیا، انسانیت محروم ہو چکی تھی، چورے چورے ملک میں ڈھونڈنے سے ایک صاحب یقین زمان، توہمات کا مادی دنیا پر قبضہ تھا۔ انسانیت نے اپنے کو خود کو لیل کیا تھا، انسان نے اپنے تلامیوں اور چاندیوں کے سامنے سر جھکا دیا تھا، ایک خدا کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا، حرام اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔

شراب اس کی تھنی میں مویہ پی پی تھی

جو اس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پتے تھے اور بستیوں اور ذکر بستے تھے، ان کے کئے سوچ کرتے اور انسان، انے واسے کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ جینا دودھ بھر تھا، جو اس معیار پر پور نہ آتے وہ چور ہو کر سمجھ جاتا تھا، نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر چھٹی اور ٹوٹی جاتی تھی، ملائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی ان کے ہاتھوں کا کھیل تھا، سب زندگی کی ظلموں میں گرفتار اور ظلم و زیادتی سے زار و تار تھی، پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ تھا جس کو اپنے پیارے آرنے والے کی رضا مندی کی فکر ہو، یا راستے کی چکی تلاش ہو، غرض یہ نام نہی زندگی تھی مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خود کشی۔

دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے ہو رہی تھی، پانی سر سے اونچے ہو گیا تھا، معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا، انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، وہ اس تار مار و اصلاح کے لئے جو لوگ آتے بڑھے وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے:

تیرے دل میں تو بہت کام رونو کا ٹھ

فلکی اور سیکس شہس مر اور ادیب کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا، سب اس وہانے بٹکار تھے، مریض مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، دوسروں کو کس طرح یقین

سے مجھ کو؟ جو خود پہ سا ہوا، دوسروں کی چٹاں کس طرح بچھائے؟ فائدہ دیت کی قسمت پر
بھاری قفل پڑا تھا اور کتنی غم تھی۔ زندگی کی ذرا الجھن بھی تھی اور سہرا نہ ملتا تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ خوش پسند تھا، آخر کار اس نے عرب کی آواز اور سادہ
قوم میں جو فطرت سے قریب تھی، ایسے خفیہ بھیجا، کہ پیغمبر کے سوال اب اس تجویزی دنیا کو کوئی بد
نہیں سن سکتا تھا، اس پیغمبر کا نام ہائی محمد بن عبد اللہ ہے، اللہ کے انکھوں مبارک دوزخوں میں ہے۔

زباں پہ بار غدولیا یہ کس کا نام آتا

کہ میرے غم سے دوسرے میری زبان پہلے

اس زندگی کی ہر چیز سداست ٹک رہے ہیں، یہ قرینہ زندگی کا یہ محسوس رہا ہے، مگر غلط روٹ
پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چول ٹھسک گئی تھی اور ساری خرابی اس کی تھی۔ یہ چول کیا تھی؟
اپنے اور اس دنیا کے جاننے والے کا صحیح علم، اسی کی زندگی اور تابداری کا فیصلہ اس کے پیغمبر سے
آگاہانہ اور ان کی ہدایت و تفسیر کے مطابق زندگی بسر کرنا، جو دوسری زندگی کا یقین۔

دست کے لئے حضور ﷺ کی قربانیاں:

انہوں نے زندگی کی چول ٹھسک دی، عمر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں
ڈال دیا، اور اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ انہوں نے اس مقدس دنیا پر باطنی حق کا حق منظر دیا،
دولت اور شہر کی بازی سے بڑی پیش کش کو منظر کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، دوسری عمر بے آرام
رہے، پینٹ پر پتھر باندھے، کبھی پینٹ بھر کر نہ دیا، گھر وادوں کو فاقہ میں شریک، احادیث کی ہر
قربانی میں ہر فطرے میں پیش پیش، اور ہر فائدہ اور ہر ہمت سے دور دور ٹھیک دیا، اسے اس وقت
تک شریک نہ لے سکے جب تک کہ دنیا صحیح روٹ پہ نہ ڈال دیا، اور حق کا دھارہ نہ بدل دیا۔

حضور ﷺ کی محنت سے زمانہ میں ایک انقلاب برپا ہوا:

تیس برس میں دنیا کا رشتہ پیٹ ٹیپ دیا، کافور کا ضمیر چٹ کیا، نسلی کار کھات پیچہ ڈو گیا، اچھے
برے کی تمیز دے دی گئی۔ خدا کی بندی کا راستہ کھل گیا۔ انسان کو انسان کے ساتھ ملنے اور اپنے
خاندان کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اونچ نیچ دور ہوئی۔ قومی انسی غرار ٹوٹا۔

عید الفطر کا پیغام

عزیز! ان سید بزرگوار میں میں نے نبی رحمت اللہ علیہ وسلم کا سالِ رمضان المبارک میں
عمل کیا ہے۔ اپنے دل سے اللہ کی سب سے بڑی رحمت (توبہ) کی فکر تو ہم سب پر ایمان لگاتے تھے جہاں
اس نے سجدہ کی اور حقیقتیں سننے اور ہم پر اس کی بے پناہ رحمت کی خبر کو دل پہ لگا کر انعام پا جاتا ہے
میں نے نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور ان کی باتوں میں مشغولیت کی، ایک نئی بات نے ذریعہ
توبہ بن گئی جو اللہ کے دھرم ہے اور یہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ کو مسلمان بن گیا تھا محمد ﷺ کے
بعد مسلمان بننے والے نبی میں آئے انہوں نے کئی باتیں کہی ہیں اور اللہ کے بھی ہیں اور
انہوں نے مسلمان بننے کے بعد اللہ کی باتیں سنیں اور اللہ کی باتوں میں لگا کر اللہ کی باتوں میں
پیغام کی تھی کہ جو اللہ کی باتیں سنیں اور اللہ کی باتوں میں لگا کر اللہ کی باتوں میں لگا کر

الحمد لله محمدہ ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من
سرور انفسنا ومن بيئات اعمالنا من بعدہ الله فلا مضل له ومن يصليه فلا
هادي له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان سيدنا ونبينا وورثنا محمدا عبده
ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه ودرجاته ودرجاته ودرجاته ودرجاته
نسئما كثيرا كثيرا اما بعد

بريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العددوا نكرو
والله على ما هدىكم ولعلكم تتقون ○ واذا سالك عبادي عني فاسئ
لربيا حبيب دعوة اذا دعان فيسجوني واليوم مني لعلهم يرضون

قرآن مجید مبارک کے حق میں کلمات چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا
اور یہ (چاہتا ہے) کہ تمہاری تکمیل کر دے اور یہ کہ تم اللہ کی عزت کی کیا کرو اس پر کہ تمہیں راہ بتا
دی ہے تمہیں کہ تم شکر گزار بن جاؤ اور آپ سے میرے بندے میرے بڑے بڑے ہیں
یہ بات کریں تو میں تو قریب ہی ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اور وہ مجھ سے دعا

آیت ہے جس میں دعا ہے کہ میرے امکار قبول کرے اور مجھ پر ایمان لائیں جو یہ نہیں
ہدایت دیتے ہیں۔

میں نے بجا ہوا دستور مزید اور زیادہ میں نے آپ کے لئے آیت شریفہ میں جو
بقیہ دینی و دنیوی سزاوات میں جن کا تعلق رمضان اور ہر ماہ سے ہے اور جن کی ابتداء دینی ہے
یہ ابھی اللہ تعالیٰ نے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الدین میں قبلہ لکھ کر
نسخوں اور آیت میں یہ آیت بھی ہے۔

شہر رمضان الدی انزل فیہ القرآن ہدی ولیس ویدت من الہدی
والعرفان۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے آیت کے مسئلہ کو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ آسانی پر بتایا۔ اس کا
مشاہدہ ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے۔ اولاً برید مکرم العسر۔ دوسرا نوش میں امان
نہیں چاہتا۔ ۳۹۱ آیتیں ان کے روزے دینی پر دیکھیں اس میں مسلمان چلتے ہیں اور جہد کرتے
نہ جاتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولشکر والہ علی ما هدکم اور تا کہ تم اللہ
جبار و تعالیٰ کی باری باریوں سے اس پر کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی اللہ نے ہدایت کی جو نعمت تم کو
عطی فرمائی ہے اس پر اللہ تعالیٰ باری باریوں کو اور لعلکم منکر و ناسیتم لکر۔

عید کا ذکر:

حضرات ائمہ اہل علم شانہ نے اس آیت مبارکہ میں عید سعید کا بھی ذکر کیا۔ عید کا معنی
شہس۔ لیکن عید کا منشا عید کا مقصد اور عید کا ٹھکانہ عید میں رہنے کا یہ سب اس میں آئے
کہ جب اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں روزہ کی توفیق دے کہ رمضان المبارک آئے پور
خیریت کی ساتھ توفیق الٰہی کی ساتھ دن کے روزوں نے ساتھ رحمت کی عبادتوں کے ساتھ نذر
جائے۔ ولشکر والہ علی ما هدکم اللہ تعالیٰ کی باری باریوں کو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے
تمہیں ہدایت دی ایمان و ایمان کی دولت کے نواز اور پھر توفیق دئی ان میں سے ایک چیز
بھی نہ توفیق تو کیا کارمشان الہیہ کا روزہ نیا میں پچاسوں قوموں میں پچاسوں قوموں میں
اور اتنا جتنی ہیں کہ رمضان کا مہینہ مسلمانوں میں آتا ہے جیسے ہر سے یہاں میں آتا ہے انہیں

پتہ بھی نہیں چلتا کہ کہ رمضان آیا اور کب ختم ہو گیا ان کے مہینوں اور رمضان میں کیا فرق ہے تو یہاں چیز تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی، ہم کو اسلام کی دولت سے نوازا جس نے ہمیں صحت دی، اس کی صحت جس سے روزہ رکھ سکیں اور اس کے بعد سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ توفیق دی سب کا انحصار توفیق پر ہے یہی ساری چیزیں جمع میں مکتوفی نہیں تو کچھ بھی نہیں یعنی روزہ رکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے، عمر، تو اللہ کے فضل سے زندگی ہے، بروہی چاہئے، بلوغ چاہئے تو وہ بھی موجود ہے صحت چاہئے تو وہ بھی موجود ہے، اور روزے کے مسائل معلوم ہونے چاہئیں تو وہ بھی معلوم ہیں حکومت روکتی، کانوں رد کرتا یا ڈاکٹری نے کہا ہوتا کہ تہارے لئے روزہ رکھنا مناسب ہے تختہ راز ہے تو یہ بھی نہیں ہے پھر روزہ کیوں نہیں ہو رہا ہے توفیق نہیں۔

توفیق کا مطلب:

توفیق وہ چیز ہے جس کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہو سکتا، توفیق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا رحمت کا ارادہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا اس کے دل میں خیال اور جذبہ ڈال دینا کہ یہ کام کرنا ہے، تمہارے رکاوٹوں اور موانع کو ہٹا دینا ہے، اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فیصلہ کرنا کہ یہ کام ہو یہ فعل روزہ رکھے، نماز پڑھے ان سب کے مجموعے کا نام توفیق ہے، واقعی یہی جو ہم نے عبارت بیان کی ہے وہ عربی کے قرآن مجید کے ایک لفظ میں آگیا ہے اس کا نام ہے ”توفیق“۔

آپ دیکھیں گے، اپنے فائدہ میں دیکھیں گے، کہ ماحول موجود، سارے اسباب موجود، شرائط موجود، نقصا موجود، لیکن روزہ نہیں اس لئے کہ توفیق نہیں، اب اللہ نے تم کو ساری چیزیں اور ساتھ میں توفیق بھی عطا فرمائی اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو ”وَلَقَدْ كَرَّمُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاهُمْ“

اس کو چھٹی ندی جس کو سبق یاد ہوا:

چنانچہ سنوں میں یہ ہے کہ عید آئے عید الفطر ہو تو آجستہ آجستہ بکھیر کہتا ہوا آئے، اور عید الفرجی ہو تو رات بلند آواز سے ”اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ“ پکارتا ہوا آئے، اور سنوں میں یہ ہے کہ ایک راستہ سے آئے، اور دوسرے راستہ سے

جائے تاکہ ساری فضا اس سے معمور ہو جائے۔ اور وہاں کے رہنے والوں کے کانوں میں یہ فضا پڑ جائے، اور وہ زمین کو اس سے، اور جب تک عید کی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے یہ جتنا رہے "والشکرو واللہ علی ما ہداکم ولعلکم تشکرون۔" تاکہ تم شکر کرو، کہ اللہ نے ہمیں توفیق دی، اللہ نے ہم سے روزے رکھوا دیے، کوئی بزدلی وغیرہ کے باعث چھوٹ گئی تو اس کے لئے بھی نیت اچھی کی، اور دنیا جس جتنے بھی خوشی کے تہوار ہیں۔ سب میں خوشی ہوتی ہے، یعنی اس میں جو فائدہ ہوتا ہے، روزہ مرو کا جو معمول ہے، وہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ہمیں اسلام تینا مذہب ہے، کہ اس میں خوشی کے دن عام بڑھایا جاتا ہے، کام ایسا بھاری نہیں ہوتا کہ وہی سب کے کام نہیں ہوتا، نہیں بلکہ کام ایسا مبارک ہوتا ہے مرقی دینے والا ہوتا ہے اور معقول ہوتا ہے، اور انسانیت و شرافت کا ہوتا ہے، جو روزہ نہیں آپ نے پڑھیں وہ روزہ ہی نہیں بدلتی، ہاں کوئی اشتراق و چاشت پڑھے، جو فرض والا جب نہیں ہیں، لیکن عید کی نماز بڑھا دی گئی، اور تہوار۔ سب دیکھیں گے تو اس میں عبادات معاف ہو جاتے ہیں، کوئی پوچھا کرے یہ نہ کرے چرچ جائے نہ جائے، مگر کس ہے چھٹی کا دن ہے اور یہاں تو کام بڑھ دیا گیا کہ فجر کی نماز بھر ظہر کی نماز درمیان میں دو گنا اور بڑھائیں، یہ ہے اسلام میں شکر کا طریقہ چھٹی نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے۔

اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

اس وقت کو سبق یاد ہو گیا ہے۔ الحمد للہ! ساری امتیں سبق بھلا نہیں، بات یہ ہے کہ روئے زمین میں کوئی امت ایسی نہیں جس کو سبق یاد ہو تھا یا امت ہے جس کو سبق یاد ہے، کچا پکا جیسا بھی ہو تو جب اس کو سبق یاد ہوا چھٹی نہیں ملی، سبق یاد کرنے والے لڑکے کو، مکتب میں پڑھنے والے کو چھٹی نہیں ہے، بلکہ اس کی ذمہ داریاں ہیں اور اس کو چھٹی ہی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے اس سے اس میں اضافہ ہو گا ہی نہیں ہو گا۔

تو وہ رکعت یہ، اور فطرہ الگ دینا پڑتا ہے، ہر وقت کی بات نہیں دوسرے ادیان کے تہواروں میں یہ نہیں بلکہ وہاں تو کھانا پیو، وہاں معاملہ یک طرفہ ہے اور یہاں لینے سے زیادہ دینا ہے، غریبوں کو فطرہ دو اللہ کی سامنے دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھو، اور پھر تکبیر پڑھو اور اللہ کا شکر، امرہ "والشکرو واللہ علی ما ہداکم ولعلکم تشکرون۔"

[illegible]

اے اباکم و اہلکم! ایک واحد کفکے میں آدم، و آدم من تراب لا

فَسَالِ عَرَبِي عَلَى عَرَبِي وَلَا لِمَحْصِي عَلَى عَرَبِي وَلَا بِاللُّغَةِ

[illegible]

"وَعِبَادَ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُهُ

المحاضرون قالوا: سلاماً

ہم اس طرح چلیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ہم راستہ کے کاٹنے بد نہیں، ہر پالی و مٹانے سے بچیں، ہم حصہ کیا، شہر میں ہی بھی، بن والے کو تکلیف نہ ہونے دیں، ہم شہر و رست پر نہ ڈالنے کو تیار ہیں، لوگ دیکھیں کہ پیر و چوپان کے ذریعہ فیصلہ کن نہیں ہے، فیصلہ کن ادارہ الٹی ہے، فیصلہ کن علم بھی ہے، یہ بڑی سے بڑی رقم چھوڑ سکتے ہیں، دیکھوں گی کہ یہ بات درست ہو سکتے ہیں، انکار ہو سکتے ہیں، مگر اصول کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں، یہ نمونہ سن دھن کی ضرورت ہے، اللہ جل شانہ ہمیں اپنی جگہ پر بھی مسلمان بنائے، اور دوسروں کے لئے بھی "پیام کشش" ہو، آپ انظر، قابل اور ام مسلمان بنانے کو لوگوں کے دل

۱۔ ملاہ کی طرف کھینچیں اور پڑھیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے کہہ گئے کہ "وہاں ملاہ جتنی کتابیں ہیں وہاں ہی تمہاری کتاب ہے۔"

وَأَخُو دَعَوْنَا إِلَى التَّحَمُّدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد
وعلى آله وصحبه اجمعين ومن دعا بدعوتهم اتي يوم لبي

حضرات:- یہ موقع ہر پانچویں آٹار میں آپ نے کیا ہے۔ اللہ نے اہل جنت کی زبان
تہہ کیا ہے۔ الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله۔ سب
شکر اور سب احسان ہے اس پروردگار کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا۔ ہم یہاں تک نہیں پہنچ
سکتے تھے اگر اللہ ہماری دیکھ بھال اور ہدایت نہ فرماتا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے بڑے کام کی
بات ادا کروا رہا ہے۔ کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اپنی زبان سے اپنے جسم، اپنی محنت اور اپنی شرافت
سے، اپنی دولت اور ہند کی تہذیب میں تک پہنچے ہیں۔ لقد جاءتنا رسول ربنا
سالمی۔ یہ سب فیض اور عودت ہے ان پیغمبروں کا جنہوں نے ہمیں یہ راستہ دکھایا اور ہم ان
سے توفیق دی کہ ہم اس راستے پر پہنچے۔

بھائیو اور بزرگوار اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ پر بہت سارے انعامات دیے، پہلی بات تو یہ
ہے کہ جو انعامات اور احسانات ملی جڑے، اور زندگی ہے کہ اللہ نے ہم کو اس دنیا میں بھیجا، آخرت
میں بھیجا اور ہم اس دنیا میں نہ جاتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ ہدایت، نہ اللہ کے رسولوں کی اطاعت
پاتی، نہ عہد سے قائم ہوتے، نہ قرآن مجید حفظ کیا جاتا ہے نہ، نہ ان کی تعلیم حاصل کرتے، نہ اللہ کا
قرب حاصل کرتے، نہ حج کرتے، نہ زکوٰۃ دیتے، نہ کبھی جب آدمی کسی جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو
خیال آتا ہے کہ یہ تمام اعمال ہے اور یہ ہماری محنت، ہماری بصیرت ہے، ہماری زبان سے ہمارے
ہماری جن کشی ہے، ہماری خوش قسمتی ہے، یہ سب خیالات آدمی کو آتے ہیں لیکن لوگ جنت میں
پہنچیں گے تو کہیں گے الحمد لله الذي هدانا۔ بہت شکر ہے اللہ کا انہیں اپنی دعاؤں سے
اپنی عبادتوں اور یا منتوں۔ اراپہ مطالعے سے نہیں پہنچ اس لئے کہ دنیا کو ہم اچھو رہے ہیں،

دنیا والوں کے پاس سب چیزیں موجود ہیں۔ وہی اور امریکہ والوں کے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ ہم نہیں ہے، اہانت نہیں ہے، کھانا اس نہیں ہے، ویجو دانت نہیں ہیں، تجربے نہیں ہیں، بڑے بڑے ماہرین نہیں ہیں؟ لیکن عداوت سب کو نصیب نہیں، عداوت بھی ان ہی لوگوں کو نصیب ہوئی ہے، جن کو کوئی ایسا عداوت والا نہیں ہے، اور اللہ ہی ان کو عداوت دینا چاہتا ہے تو یہ پورا بتدیا یا کل ایک معجزہ ہے جو اللہ نے بھولایا ہے، اللہ نے اس کو قرآن مجید میں اس لئے پڑھ دیا ہے، جو اس وقت اہل جنت، جنت میں پہنچ کر کہیں گے اللہ نے وہ بھی اپنے کلام میں اٹھل کر دیا۔ اسے نکالنے کے لئے۔

کئی بات یہ ہے کہ ہم اسے سمجھیں۔ یہ سب اللہ کا سامان ہے، یہ دیکھ کر جس علاقے میں آپ ہیں، اور ہندوستان، جیسے آپ کا شیعہ طاعنی پر اور پھر پورا دنیا، تجربہ اور بڑھاپا، اور بڑھ کر، یا کتنے آدمی ہیں جن کو عداوت ملی، کتنے آدمی ہیں جو غلہ پڑھتے ہیں، کتنے آدمی ہیں، یا خود کو پہنچتے ہیں، اور اس کو پیہ کرنے والا سمجھتے ہیں۔ الان وخلق والا عرب اور امین سمجھتے ہیں، انیا، بانس، ام اور مطالعہ کی غی ہے، موت کی کمی ہے، اس چیز کی کمی ہے، انہی سے تو سب توفیق ملی کی، پسے تو آپ یہ نظر کریں کہ اللہ نے آپ کو زندگی عطا کی، انسانوں کا یہ بخش ہے، یہ اللہ توں کی آوازی ہے، اس میں جیسے کیسے پڑھے دیکھے لوگ ہیں، بڑے بڑے کالرا، اچھا شلٹ ہیں، بڑے بڑے سڈزین ہیں، لیکن عداوت سے محروم ہو گئے، بھی نصیب نہیں، دینا نے پیدا کرنے والے کی پیچیدہ و محنت بھی نہیں کہ دنیا کو اس نے دیا، اور کون پیلا رہا ہے، سب لڑ رہے ہیں مگر میں نہیں، علوم، اور ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کوئی جہد ہے، یہ دوسرے نے دیا، پسے کی کمی کا گھر ہے، ہم تھوڑی سی اور شہم۔ جس اور کون ہمیں ٹھہرا رہا ہے اور کون ہمیں آراہم پہنچا رہا ہے اور کون ضرورت کی چیزیں میسر کر رہا ہے، اور کون ہماری استقبالی کر رہا ہے، تو آپ کیا کہیں گے، وہ چنے تو لوگ اس دنیا میں سائنس دان، سائنس دان، سائنس دان ہیں، اس کے سب خانے کے سب خانے موجود ہیں، اس میں کی بڑی سے بڑی تجربہ کار ہیں، موجود ہیں، لیکن کسی کو خبر نہیں کہ دنیا کو کون نے والا کون ہے، چلانے والا کون ہے، اور یہ نیت کیا چیز ہے۔ کونسا عقیدہ و صحیح ہے، کونسا غلط ہے، اس دنیا کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، اس کا ہم پر کیا حق ہے، یہی نہیں جانتے، ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ نے آپ سب پر اتنا بڑا انعام

فرمایا کہ اس جنگل اور اس علاقہ میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کو بھیجا، انہوں نے آپ کو یمن کی دعوت دی اور رشتے قائم کئے تھوڑے ساہارا بھی دشمن ہے کہ آپ کے یہاں جو بزرگ آئے یمن کا مہربان پار لیا گیا ہے شیخ صلاح الدین صاحب نزام تک پور سے آئے اور نزام تک پور ہمارا وطن ہے، قطب الدین چشتیہ جو مدینہ طیبہ سے آئے تھے، جو قطب مدنی کہلاتے ہیں، ہم سب لوگ ان کی اولاد میں ہیں، ہمارا یہ رہنے بریلی، فتح پور، بنسوا، مانیک پور، الہ آباد، پھر پانچ تالیوں میں بیسویں بیسویں لکھ پٹنکڑوں ہوں گے، ہمارے خاندان کے، یہ سب قطب الدین کی اولاد میں ہیں۔

کوئی اپنے کو قطعی، کوئی حسی اور کوئی مدنی قلمت ہے تو ہمارا آپ کا آپ دشمن بھی نکلا۔ آپ کے بزرگ حسن اور مرہا صلاح الدین مدنی صاحب نزام تک پور سے آئے اور ہم لوگ پہلے نزام تک پور میں رہے، وہیں قطب الدین رحمہ اللہ جلیہ کا حصار ہے، ان کی اولاد میں بڑے چوٹی کے عالم اور بڑے بڑے محو پر پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے صلہ پیدا ہوئے، یمن میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ مشہور ہیں، یمن کی وجہ سے ایک نیا اور شروع ہوا، اس سے اندازہ کیجئے کہ تیس لاکھ تو ان لوگوں کی تعداد ہے، انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور شریک و کفر سے توبہ کی اور چالیس ہزار ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے یہ مسلمان اور شہار ہیں جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ حدوتہ یہ تھی کہ جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہی وقت اس کو شرک سے نفرت ہو جاتی، بدعت، اور بد اخلاقیوں سے نفرت ہو جاتی تھی۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی زندگی نے مانچے میں داخل چالی تھی۔

یہ بات تو تسلسل سے سنی گئی ہے اور اٹھتی تھی ہے اور ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے اور بزرگوں سے سنا ہے اور جتنے حقائق اور انصاف پرند لوگ ہیں سب اس کو مانتے ہیں، سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ اس دولت کی حفاظت کریں، اس دولت پر اہت کی حفاظت کریں، الحمد للہ اللہ الہی ہدایا لہنا ۱۰ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچایا اور ہمیں ہدایت دی، آپ کا یہاں آنا مبارک، آپ کے مکانات مبارک، آپ کی نصیحتیں مبارک، اولاد بھی مبارک، بیٹے، چوتھے نواسے سب مبارک۔ اللہ ان کی زندگیوں میں برکت دے اور ان کو توفیق دے لیکن سب سے جو بڑی نعمت آپ کے پاس ہے وہ کلہ کی نعمت ہے۔ آپ اس کو

دوب اچھی طرح سے کھ لیجئے کہ یہ سب چیزیں کام آنے والی نہیں تھیں اور یہ زندگی قسقی ہے۔ اسی نوے برس کی عمر ہوئی، اس کے بعد کچھ تھیں وہاں سب کچھ کام آئے گا۔ سب نمازیں کام آئیں گی۔ نہ شہرت نہ عزت کام آئے گی، کوئی چیز کام نہیں آئے گی، اس وقت ہم جو کچھ آپ سے تھوڑے سے وقت میں کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ اپنے ایمانوں کی خوب حفاظت کیجئے اور اپنی اولاد کے ایمان کی بھی حفاظت کیجئے اور اس کی فکر رکھئے، ہم نے کئی بار واپس تقریروں میں کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خود پیغمبر، باپ پیغمبر، دادا پیغمبر اور ان کے والد پیغمبر کی چوتھی پشت تھی۔ جیسے ہی انہوں نے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا ان کے کان میں جوا وار پہنچی وہ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کارخانے کو چلانے والا نہیں، کوئی روزی دینے والا نہیں اور کوئی جانے اور مارنے والا نہیں۔ بچپن سے دین کھنی میں پڑا تھا لیکن یعقوب علیہ السلام کی نبوت کی شان تھی اور دین سے محبت تھی اور اولاد سے بھی محبت کا تقاضا تھا، انہوں نے کہا جب وہ سمجھ گئے کہ اب زیادہ رہنا نہیں بالکل آخری وقت ہے، سب بچوں کو جمع کیا، بیٹے بھی ہوں گے، پوتے بھی ہوں گے، نوواسے بھی ہوں گے، انہوں نے اچھی عمر پائی۔ انہوں نے کہا: ”مصابعدون من سعادی“ بیٹو! پوتا! نوواسو! یہ بتا دو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کرو گے؟ اگر کوئی پوچھتا کہ حضرت یہ بات پوچھنے کی ہے، یہ کس کے بیٹے ہیں، کس کے پوتے ہیں، کس کے پوتے ہیں، کس کی اولاد ہیں، آپ کے گھر میں سوائے اللہ کی عبادت کے دیکھا کیا، کیا بات سمجھنے لگی پائے تھے، اس کو ٹھوکر مار کر ایک گندگی کی طرح نکال دیتے، اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیتے تو طمانچہ مارتے اور اس کو گھر سے نکال دیتے، تم ہم سے گھر میں اللہ کے علاوہ غیر اللہ کا نام لیتے تو اس گھر میں دیکھو کیا ہے، مٹا کیا ہے، اس گھر میں کسی سے پوچھنی ضرورت کیا، جب محبت ہوتی ہے تو قہر ہوتی ہے۔

عشق است و ہزار بدگمانی

عشق ہے اور ہزار بدگمانیاں، تو اب ہم مسلمانوں کو این سے دو محبت نہیں رہی، سب ہاتھ کریں گے اپنی اولاد کے لئے، کہاں سے لھائیں گے، کیا من بچہ دانا چاہئے، اور ذرا سا پیار ہو تو قصیم ڈالو اور سب کچھ لائیں گے، لیکن اس فکر نہیں کہ اس کا ایمان باقی رہے گا یا نہیں، ہمارے بعد اس راستے پر ہیں گے یا کسی اور راستے پر چلے جائیں گے، اب مسئلہ انہوں کو اس کی

فہر بہت کم ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آئندہ نسل کی کوئی ضمانت نہیں، اطمینان نہیں کہ یہ بھی توحید کی قوت کی ہوگی۔ خدا کے علاوہ کسی کو خالق و رازق نہیں سمجھتی۔ بتاری اولیٰ اسی سے مانگے گی۔ اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے گی۔ اسی سے ڈرے گی، پھر دین اسلام پر فخر کرے گی۔ اور سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو جائیگی۔ جائیداد تک، لیکن دین و ایمان کا سدود کرے گی۔ اس سے نہیں ہوگی ہر کثرت ایا جائے گا مگر اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر بھٹکائے تو تیار نہ ہوگی۔ اس وقت ہندوستان میں مذہب و پیرو ہو گیا ہے کہ "تعبید و ان من بعدی" کوئی کہنے والا نہیں رہا ہے۔ اپنی اولاد سے پوچھتے کہ سارے بعد فخر کس سے پر چلو گے؟ اس دین میں رہو گے؟ یہ سب ضروری ہے۔ یہ تو زندگی میں کرنے کا کام ہے۔ ایسا نظام بنا کر جو کسی کو آپ کی اولاد میں لینا پڑا کر رہے۔ صرف تو تم ہی نہ رہے۔ بلکہ دین کی غیرت اور دین کا جوش ہو اس کے بعد وہ اور اس کو دین پر فخر ہو۔ بعد کا شکر ہے کہ سچ کر اطمینان ہوا کہ اللہ یہاں سے یہی چیز چھینیں اور پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ اب کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا، بہت دیر سے پر و مریم ہیں رہا ہے۔ اپنے عقیدے کی حفاظت کریں، اور اپنی آئندہ نسل کے متعلق اطمینان حاصل کر لیں، اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو متوقع دیا، ہر ایک کو یہ متوقع نہیں ملتا، معلوم نہیں آپ کہاں ہوں۔ آپ کی اولاد کہیں ہو۔ یہیں رو کر اور ابھی سے اس کا اطمینان کریں۔ اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ سنا کر ہمیں غیرت دلائی اور اساس دیا۔ یہ دیکھو، یہ ہوتی ہے بہت دین کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: کچھ بیٹو پوتو، واسو، میری بیٹیہ قبر سے کھڑی نہیں۔ جب تک میں یہ نہ سن لوں، اور یہ سن نہ جاؤں کہ تم لوگ صحیح دین، اللہ کے دین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم رہو گے۔ یہ بتا دو۔ پھر ہم قبر میں چین سے سوئیں گے۔

ان سب نے کہا نعبہ الہک وانه قباء ک ابراہیم واسحق الہا واحمد ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی۔ آپ کے باپ کی اور چچا اور دادا کے معبود کی۔ تب ان کو اطمینان ملا۔

اس اصرار پر اتفاق کرتے ہوں، اپنے دین کو تو ہم نہ کھنڈیں، کوشش کریں، اس پر ذرا آئی گئی ہے۔ اپنے اپنے عقیدہ، توحید پر عقیدہ آخرت پر عقیدہ نہ آنے پائے۔ پھر اچھے اخلاق پر، جو غیر

افغانی قوم کے انقلاب اور ان کی قوت کا سرچشمہ

یہ تقریر کا طرز و انداز اس نے بالکل سراسر اساتذہ و مہر طلبہ کی دیکھ کر ہی تصدیق و تائید کیا۔ اس وقت اس تقریر کی موجودگی میر تقی میر کی اس حاضرت سے بھرپور تھی۔

محکم دہستی کے لیے سب سعودی عرب و اُردو کے پانچ خطبہ سربراہان شیعہ ہات اساتذہ کرام اور عراض طلبہ! اس وقت میرا دل حسرت کے جذبات سے لبریز ہے کہ ان روشن اورتہ بانک چہروں اور معجز و مجتہد حضرات کے سامنے کھڑے ہونے کا زور میں موقعاً نہ پانچ خطبہ سے میرے دل میں یہ تینا آروغیں لے رہی تھی کہ اس عزیز و محبوب ملک و قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل کروں جسکے بارے میں میں نے بہت باتیں کہیں کہیں بہت کچھ پڑھا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں جیسا کہ بعض مواقع پر پہنچ بھی کہ اس کی تاریخ میں اس نے غزوات اور اس کی فتوحات فی دستانوں میں میں نے زندگی گزار دی ہے اس کی شہسور اور عتیقی خنسیستوں فتح و غفر سے بہرہ مند ہواؤں اور غیر معلومی افراد کے حالات و دراجم میں اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کیا ہے جنہوں نے علم اور اسلام کے نور سے ان سر بھلک پہاڑوں کے اس پار ہندوستان اور اس کے چاروں ملکوں کو منور کیا اس لئے نہ عبادت حسرت کا احساس نہ غیر فطری ہے نہ اس میں کوئی تعجب کی بات ہے یہ ایک مسلمان کے دلی جزا بات ہیں جو ان پہاڑوں کے دامن میں بسنے والے مسلمان بھائیوں سے ملاقات کے وقت میں رہے ہیں مجھ رہے ہیں دو گونہ حسرت اس پر ہے کہ آپ حضرات نے اس مجلس میں شرکت اور خطاب کا موقع حیات فرمایا میں اپنے دور و انداز نشان اس ملاقات اور اس مجلس میں شرکت کا موقع دینے پر عظیم مرقاب سے آپ حضرات کا شکر گزار ہوں۔

محترم حاضرین۔ آپ حضرات اور خاص طور سے ادب و دانش کا ذوق رکھنے والے
 وہ بات سے بخوبی واقف ہیں کہ انجیلی قوم ان قدم کی کم آواز میں سے ہے جو سکڑوں اور ہزاروں

ماں سے آرزوئی اور عزت و بر بلندی زندگی گزار رہی ہے مگر تعالیٰ نے قدر مقرر کر لی ہے اس لیے مصلیٰ انسانی قوتوں اور صلاحیتوں سے تجاوز کرتا ہے۔ دستور میں مذہبی تارشی رہا ہے اور میں اس کے اظہار میں کوئی مختلف محسوس نہیں کرتا کہ ہر شخص کے طوائف تحقیق میں یہی نمونہ رہی ہے۔ یہی میری محبوب ترین خصوصیت رہا ہے جس میں پختہ زندگی اوق سے بچو نہ کرنا ہے۔ حضرات سے سامنے یہ سوال رکھنا چاہتا ہوں کہ کیا جب تک کہ صدیوں تک فطرتی قیود سے پاکل اولد تھک رہی دنیا میں گذرنے والے خیر و شر ٹیک۔ بدعتی افکار اور علم و حکمت سے اس کو فطرتی نہیں تھا اس جہد و غور و قیوت کی مستحق زندگی ہے۔ بھر بار دست و بازو کی طاقت اور جذبہ کی فراوانی ہے۔ بہرہ ور باصلاحیت اور باعزت قوم کے درمیان عرصہ تک دینا سے ناراض نہیں رہے۔ اپنے خیال میں بند رہنے اور ایک گوشہ میں محصور ہو کر رہنا کیا ہے؟ یا اس حالت اور روشنی کی وجہ یہ تھی کہ افغانستان اور دینی کے دور۔ ممالک کے درمیان بلند اور دشوار گذر پہاڑوں کے ناقابل عبور دیوار حائل تھی۔ انہیں یہاں سے وہ دستور۔ زندگی شہادت تو یہ ہے کہ آسمان سے انہیں گہرے ہونے پرک پوش اور دشوار گزار پہاڑ بھی گزریں اور ہوا و اوزم فضا کی راہوں سے گزرتے تھے۔ آپ حضرات واقف ہیں کہ یہ ناقابل عبور دیوار پختہ اور پختہ راستہ جن میں انسان کی عقل جواب دہ جاتی ہے اور افغانستان۔ ہندوستان اور پاکستان۔ ایک مرتے ہیں۔ حسب اللہ نے اس راستے میں سلطان محمد غور کوئی شہر یا الدین محمد کوئی اور نام نہ نہ وہاں بیٹے صاحب عزم و ہمت پیدا کئے تو یہ ایک۔ چونکہ یہاں یہ خط ناک کھنیاں اور یہ دشوار راستے عام کے نہیں رہا اس نے نامائے حقیت تھے۔ تاریخ نے یہ قوم قید و بند کی زندگی گزار رہی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ انہیں ہرگز نہیں ہر یہ قوم اپنی شہادت کے جوہر اظہار کی تھی۔ اپنی صلاحیتوں کو مظاہر کرنے کی تھی لیکن اس کے باوجود دوسرے دشاداب پر انکا تہوں ہونے لگیں اور انہیں کھیتوں جیسے محرومان کی زندگی پر جانچ لیں تھی اس کا جواب آپ سے ملتا ہے۔

پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب اسلام اس علاقہ میں آیا تو اپنا تک یہ قوم بڑوں میں اس کی شہادت سے پیدا ہوئی اور اتنی لمبی چھانک لگائی کہ اس کی قوموں میں دنیا میں نہیں مٹی اسلام کے زیر سایہ آتے ہی یہ لوگ سب سے زیادہ طاقتور سب سے زیادہ

بہادر سپہ سالار اور بلند ہمت و دلیر ہیں اور غواہی عظام سے، کتب انصاف سے، یہ قوم ہمارے
کائنات میں شامیں بونی تھیں، ہمیں ہوا جیسے دلی مددوں خزانہ یا کوئی سر، یہ روزگار ہوا چنانکہ
معتدبہ ہوا، یا ان کے جسموں سے بگنی خاکرتے پھوٹا تھا یہ کوئی جاہلوں کی تھی جس نے
آسی قوت میں اس قدامت شعار شہری بونی پر سون اور عزت میں قوس و قزح، جہر و لہر، ہند
اور اس دو عالم قوس میں بدل دیا کیا اس طوفانی شری کے دبانے پر کوئی بڑی سی چٹان پر دی ہوئی
تھی جو اس کے سر پر اور دانی کوہ کے دوے تھی؟

افغانوں کی زندگی کے انقلاب کا شہر حبيب اور انکی شہر وکھید یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
نے ان کو اسلام کی نکتہ سے تھیں بنیادی اور ان کے جوہر دل سے نکلتا ہے۔

ابن قتیبہ پر یہاں اس کے اعجاز و مقصد

۲۔ نوع انسان خارجی و دنیا اور دنیا کی رشتہ کے بارہ میں وسیع فہم رکھتا ہے۔

۳۔ اللہ کی مدد و اعانت پر کمال اعتماد اور جدوجہد کے نتائج پر یقین ہے۔ یہ وہ نہیں منصر ہیں جن
سے قوم کے کردار کی مدد پر تکلیف ہوتی ہے اس کوئی زندگی جتنی ہے اور وہی تاریخ بناتی ہے اور اپنی
تعلیمی طاقتوں اور تعلیم و تعلیم سے دنیا کو جو ان کی شہر وکھید کرتی ہے۔

پہلے اس قوم کے پاس کوئی نظام یا کوئی بلند مقصد نہیں تھا ایسے جھوٹے سے علاقہ تک
محدود تھی اپنے جاہلوں اور مویشیوں میں کھن راقی تھی آخر ان کی جی میں رزم پکار رہی تھی اور
ہمیں کہ ایک عرب شاعر نے کہا ہے۔

واحسانا علی بکوا حینا

اذا مالنا بعد الا احسانا

(اور جب جھوٹو ملے تو جو بڑا لکھانے کیلئے کوئی دشمن نہیں ملے تو ہم اپنے بھائی بدوں کی

کہتے ہیں)

اور جنگوں اور آدمیوں کا انجام اخلاقی اور روحانی ہے عالمی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے
زمانہ جاہلیت میں عرب خانہ جنگی میں مصروف رہتے تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تباہ
و تاراج کرتا ایک دشمن دوسری شمشاد پر دھاوا بولتی اور ایک نعدان دوسرے نعدان کی تاک میں
رہتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اپنی خیر و آفات و فکرت کی تسبیحیں اپنی جنگ کی پس

بجھانے اور خطر پسند طبیعت کو مطمئن کرنے کے لئے خانہ جنگیوں چرواگا ہوں اور جانوروں کے لئے لڑائیوں قبائلی یا غزوی غیرت و نفوت کے اظہار یا تاس نہنہ اور خیالی دہانتوں کا بدلہ لینے کے لئے برسرِ پیکار ہونے کے علاوہ اور کوئی میدان نہیں ملتا تھا ایک حربِ شاعر نے حقیقت کی تسبیح ترجمانی کی ہے۔ ع

انذار فاکل نفسہا

ان لم نجد ماتا کلاہ

(آگ کو جلانے کے لئے کچھ نہیں ملتا تو موزاپنے آپ کو جلا ڈالتی ہے)

لیکن جب اسلام آیا تو عربوں کے سامنے ایک بلند مقصد اور انسانیت کے لئے ایک طاقتور پیغام آ گیا یہی حال اقلانیوں کا ہوا اسلام سے پہلے یہ صرف اپنے لئے زندگی گزار رہے تھے اور اب اللہ کا یہ فرمان ان کے کانوں کی راہ سے دل میں اتر رہا تھا۔

کشم خیر امة اخر جت للناس للہرون بالمعروف و نہیون عن المنکر و نونمون بالقد (آل عمران ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو انسانوں کے لئے خاص طور پر بنائے گئے ہو بھلائیوں کا قلم: یہ ہو بدیہوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور ان کے ذہن و دماغ میں یہ بات جا لڑیں ہوگی کہ وہ باغوں اور کھیتوں میں آپ سے آپ الگ جانے والے خود رو گھاس پھوس نہیں ہیں بلکہ بجائے خود مقصود و مطلوب ہیں ان کے ساتھ بلند مقاصد ہیں ان کی ذمہ داریاں ہیں جد و جہد اور کارکردگی کے نشانے متعین ہیں ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ وہ ایسی امت ہیں جو انسانوں کے لئے خاص طور سے بنائی گئی ہی جو لوٹ مار اور غرتخواری کے جذبہ کو تسکین دینے کے لئے آپ سے آپ نہیں پیدا ہوئی ہے تو ان کی زندگی ان کے خیالات اور رجحانات میں زبردست انقلاب آ گیا اب وہ اپنا مقصود و جہد اور اپنی زندگی کی غرض و غایت یہ سمجھنے لگے کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے لئے جد و جہد کریں اور اسی رملہ میں قربانیاں دیں یہاں تک کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو جائے اور انسانوں کو تارکیوں سے نکال کر عباسی میں لائیں بندوں کی غلامی سے نجات دلائیں اور خدا کے آستانہِ عالی پر پہنچا میں دنیا کی تلخی سے نکال کر دنیا و آخرت کی

وہ صحت سے روشناس کیا گرائیں اور دوسرے مذاہب کی زیادتیوں سے آزاد کروائے اسلامی عدل و مساوات کے زیر سایہ لائیں۔

حضرات اس قوم کے پاس کوئی پیغام نہیں تھا اسلام آیا تو ایک بلند پیغام اور زندگی کا بلند مقصد اس کے سامنے آ گیا اس نے اسلام کے ابتدائی پیغام کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اسی بات میں نئی روح پھونک دی وہ ترین جہالت اور گھمبیرہ عقلی زندگی مند اور ہی تھی خرافات اور تماقوں میں بھٹکتی تھی قایم انسان دوسرے انسان پر ظلم و ستم کے پیرا توڑتا تھا طوق و کمر و درلو جھل جانے کی کوشش کرتا تھا حقوق پامال دور ہے تھے عزتیں اسے دی تھیں اور ہر طرح کے جذبات و خواہشات پوری کی جا رہی تھیں کہ اچانک ان کے جسم میں ایک نئی روح دوڑ گئی جن کے افکار و خیالات احساسات و اجزاء حساب پر چھائی دراب وہ نئی قوم تھے جسے انسان تھے ان کی زمین وہی تھی تو اب ہو وہی تھی دست و بازو وہی تھے لیکن اس جدید پیغام نے انہیں جدید امت بنا دیا۔ دوسرا عنصر یہ ہے کہ انسانی بہت تنگ اور محدود زندگی گزار رہے تھے کائنات اور انسان کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بہت محدود تھا انسان کون ہے؟ فحاشی انسان میں جو اس حالت میں رہتے ہیں ایسا ہی کی زبان بولتے ہیں اس ملک کا لباس پہنتے ہیں اس کی محبت کے گیت گاتے ہیں اسی تنگ نقطہ نظر نے انہیں اس تنگ دائرہ میں محدود کر رکھا تھا۔

اسی طرح زندگی کیا ہے؟ کھانا پینا۔ بیش آرام قوت و شوکت حکومت و ریاست وہ اسی طرح زندگی گزارتے تھے جیسے پھلیوں یا سینہ تک تا یوں میں جیتے ہیں اسلام سے پہلے عرب ترک اور ایرانی سب کا بھی حال تھا اسلام ہی نے ان سب کو اس تنگ دائرہ قید و بند سے نکالا جیسا کہ ایک عرب قاصد نے شہرہ ایران سے لیا تھا:

لخرج من بلاد الله من صفى الله الى صفى الدنيا والاخرة.

جس کو اللہ تو قس! سلامت ہم دنیا کی کی جتنی سے نکال کر دنیا آخرت کی وسعت میں پہنچا

ویں۔

حضرت آپ کے آباء و اجداد انسان کے بارے میں بہت تنگ نقطہ نظر رکھتے تھے اس میں علیٰ غرہ کی نہیں تھی۔ ہندو گائی نہیں تھی اس میں گہرائی نہیں تھی اسلام نے ان کو وسیع نقطہ نظر عطا کیا تو ان کی نگاہوں میں تمام انسان ایک خاندان اور پوری دنیا ایک گھر ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ

کایہ فرمان ان کا عقیدہ بن گیا۔

کلکم من آدم و آدم من تراب لا فضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی الا بالتقویٰ.

تم میں کا ہر ایک آدمی ہے اور آدم ہی سے بنے ہیں تو کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت بنے عجمی کو کسی عربی پر غرور حق سے اختیار ہے۔

پھر ان کا نقطہ نظر اتنا وسیع ہو گیا کہ وہ نہ جغرافیائی حدود کو تسلیم کرتے تھے نہ خود سادات اور بے دلیل تقسیمات و مسلمانان ان حدود سے بھی راسخ کائنات میں آگئے اور اگر یہ وسیع نقطہ نظر نہ ہوتا تو وہ بھی اپنے آباد و جدائی طرح صدیوں تاریکیوں میں گھٹکتے رہتے۔

تیسرا عنصر ہے مضبوط و مستحکم اعتماد جب وہ خدا کے واحد پر ایمان لے آئے اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لے آئے قضا و قدر پر ایمان لے آئے اور یہ سمجھ گئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے جس سے نہ ایک ٹکڑا پہلے آ سکتی ہے نہ موخر ہو سکتی ہے اور انہوں نے اللہ کا فرمان نہ اور اس قول میں بسایا۔

انما نکرہو الہد و کلکم الموت ولو کنتم فی روح مشیدہ (الساء ۷۸)
تم چاہے کتنے بھی ہو وہ ہیں ہی تم کو موت آوے گی اور تم چہ تم قلمی چون کے تقصیر ہیں

اور اجزاء اجلہم فلا یستأخرون ساعۃ

جسب ان کا وہ متعین وقت آ پہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں

ولا یستفدع مومن (یوسف ۴۹)

اور نہ اے مومن کہہ سکتے ہیں۔

اس ایمان نے ان کو خود شناسی اور خود اعتمادی عطا کی وہ یہ سمجھ گئے کہ انسان کی موت اسی وقت آ سکتی ہے جو اللہ نے مقرر کر رکھا ہے تو انہوں نے اس کا بھی یقین کر لیا کہ دنیا میں ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے اور ہر چیز اللہ ہی کے دست قدرت و اختیار میں ہے۔

انہوں نے مزید خود اعتمادی اس آسمانی پیغام سے حاصل کی کہ ان کی حیثیت خدا کی طرف سے ہے اور وہ اللہ اور اس کے دین کے معین و مددگار ہیں انہوں نے اللہ کا یہ فرمان سنا۔

اھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون (الصفۃ: ۴۰، ۴۱ء)
 ہے شگ، وہی غالب کئے جاویں گے اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا حق شمر غالب
 رہتا ہے۔

الا ای حزب اللہ ہم المصلحون المجاولہ (۴۲)
 نوب بن لو کہ اللہ ہی کا کرد و قمار پائے والا ہے۔

انا لننصر رسنا والنہر اسماء فی الحفا لیدیہ و یوم یقوم الا شہاد
 ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دعویٰ زندہ دہائی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس
 روز میں بھی ثوابی دینے والے (یعنی فرماتے ہو کہ ایمان لائے لیکن تھے) لکھتے ہیں۔

و اللہ العزۃ و لرسولہ الموء مبن (المصافقون: ۹)
 (بلکہ) اللہ کی ہے عزت (بلکہ عزت) اور اس کے رسولؐ کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے)
 اور مسلمانوں کی جوا (تعلق مع اللہ و رسول کے)

ولا تنھوا ولا تعزلوا و انتم الاعلون ان کنتم موء میں
 اور تم بہت مت پارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم چاہو گے مومن رہنا اور
 اسی طرح کی دوسری آیتیں ان کے کانوں میں پڑیں تو اس سے ان کے یقین و اعتماد میں مزید
 قوت و استحکام پیدا ہو گیا۔

اس موقع پر میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلامی لشکر کے ساتھ
 موہمیں مارے ہوئے و جلے گئے سر پہنچے تو ایک لکھ کے لئے کے موجب بدامان و طوفان
 درآغوش ہر یا کا جا بڑا دیا کر، پیش چہ نفر ڈالی پھر حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور
 ان سے مشورہ کیا کہ پھر: دے دیا میں گھس پڑیں یا نہیں اور اسے مجبور کرنے سے لئے یل
 کا نظام کریں؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس وقت جواب دیا کہ تارقی نے اسے محفوظ کر لیا
 ہے، مائیں لے جا۔

یہ وزن تازہ اور نیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ خطہ اس زمین کو ضرور غالب کرنے کا اور
 ابھی اس حد تک نہیں پہنچا ہے جہاں تم پہنچنا اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے پھر میں کیسے یہ مجھ
 لوں کہ اس پیغام کے حامل عرقی ہو چکے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا یہ ہمسایہ اندر بڑے

تو نے نہ دیکھا؟ انہوں نے جانا یا اللہ کے اسمان کا نقشہ بنی اور اسرار اپنی تو سنو تو ہی کے مر رہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں شب و شب کی ہمنواں نہیں کر اصل مسئلہ خود شناسی کا ہے اپنی قدر و قیمت پہچانے کا ہے اور اپنی قدر و قیمت پہچان لیجئے جاہد و قبول کہتے ہیں

اپنے من میں دھب کر پانا سراسر زندگی
تو دگر میرا نہیں بناتا نہ بنی اور تو بن۔

قوموں کی زندگی شخصیت اور پیغام کی رحمت منت ہے

(ایہ تقریریں جن کو مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۴۷ء میں لکھی تھیں)
۱۹ جون ۱۹۵۷ء کو لاہور میں لکھی گئی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذ بالله
من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

”عزیز حضرات آج کے اس اجتماع کو اس قیمتی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند
مہم و مہم پر مشتمل کمرے چاہتا ہوں سب سے پہلے میں درجہ اولیٰ عالم اسلامی کی جانب سے اس
عزیز اجتماع میں طلبہ کا دورہ کرنے والے رابطہ کے وفد کی جانب سے اس پر کیا و بہترین اور منتخب
نیزین شخص کو خوش آمدید کہتا ہوں اور یہاں کی حکومت اور عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارا
پیشکش اور شاہد اراستہ ہال کیا اور ہم سے ساتھ میں آکر اور خوش اخلاق سے پیش آئے اور
اس میں کوئی کسر نہ رہی ہے۔ ہمتیائی کی بات بھی نہیں کیوں کہ شہادت اور اس اخلاق ان کا
پرانہ جو ہے اور انہوں نے بہت پرانے قول ہے: ”الشیء من معدنہ لا یسقط“ (کوئی
چیز اپنے منبع بخارج میں قریب نہیں سمجھی جاتی) اور یہ پانچ سو روپے سے بھی کم قیمت مفیوم کے
ساتھ اس قوم کے قابل فخر کارناموں اس کی رفورٹس و چائیاری اور اس کی سلطنت و حکومت پر
چیز میں جلوہ گر رہی ہے اور اسی نے ان کو اپنے ملک سے حدود سے باہر نکلنے اور مختلف پہاڑوں کا
سیر کرنے پر آمادہ کیا اور یہ اسلامی مکمل اور تہذیب و ثقافت اور حسن انتظام کی مثالیں
نئے ملک وستان تک پہنچی ہیں۔ اس قوم کی تاریخ میں انکی عظمت کی داستانوں میں طویل
ہے مگر اسی نے افغانستان کے پڑوسی ملک ہندوستان کا شہری ہونے کی وجہ سے ممکن تھا کہ اس
سے بہت پہلے میں اس ملک کا دورہ کرنا نہیں مشیت الہی نے اسے اس حال میں رکھا کہ وہ خود
شاید اس میں خدا کی کوئی خدمت و مصلحت پوشیدہ ہو مگر اسے حاضرین زمانہ قدیم میں سب اس
ملک کو بہت دور دراز کا ملک سمجھتے تھے اسے مسابقت کی اور دور دستوں کی دشواریوں کے

[illegible]

آپ میں افسوس، غم، ملال کی لہر تھم رہی ہے۔ یہ جیسا آپ دانتے کا شعلہ، ماریاٹے اور نما مورو
مجتاہدوں اور سیرانی لڑائیوں میں ہے کہ آپ اس سے بھی بہتر اور بلند صورت میں۔ تو یہ بھی سمجھتا
ہوں کہ آپ کی ذہنی داریوں اور آپ کے فکری سطح کا تقاضا ہے کہ آپ اپنے اپنے کام اور مقاصد
دھڑکنے کی پوری تکیہ مند و نور مند و جاگزیں۔

[illegible]

یہ سہرکار نہیں بلکہ اسی پیغام کے لئے جوش اور بولنے کی ضرورت ہے اسلام کی شخصیت کو قوت پہنچے اور اسے مزید ترقی دینے کی ضرورت ہے تاکہ مردش ایام کیچھو پلٹ جائے اور اپنی تہذیب چرہ پہنی جائے۔

وما علینا الا البلاغ انہیں